فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ ۱۷ جز ع ۱۰

ترجمہ

کتنی بستیان ہین کہ ہم نے اُنکو اُجاڑ مارا اور وہ ظالم تھے۔ اُنکی دیوارین چھتون پر گر پڑی ہین اور کتنے کنوئین بیکار خراب اور پکے بلند محل ویران پڑے ہین

تاریخ المسمیٰ باسم تاریخی

اخبار قلعہ رُسین

۱۳۴۰ ھ

مؤلفہ مولنا سید محمد عبد الباقی صاحب یدمجددہٗ نقوی مودودی چشتی متوطن سہسوان ضلع بدایون روہیلکھنڈ

۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء

باہتمام بابو کیدار ناتھ ورما۔ بی۔ اے

ہندوستانی پریس لکھنؤ مین چھپا

۷۰۰ جلد

فہرست مضامین تاریخ اخبار قلعہ رائسین علاقہ ریاست بھوپال

صحت نامہ تاریخ اخبار قلعہ راسین ۱۳۴۴ ہجری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۳	نام	تمام	۵۰	۱	ہوا	اور
۵	۱۰	ہہین	ہین	+	+	+	+
۶	۶	بار	بانہ	۵۹	۱۵	اء	اور
۹	۱۴	میرا	ہیرا	۶۳	حاشیہ ۴	سے	پناہ
۱۱	۷	۵لی	الی	رر	۵ رر	کی جرمن	جرمن کی
۱۲	۱۵	عامیہ	عالیہ	۶۷	۱۴	اور	×
رر	۱۵	الغامہ	الغام	۶۸	۱	دودی	دوری
۱۵	۱۴	ممکن کو	ممکن	رر	رر	حاوی	جاری
رر	۱۶	گزمیر	گزیٹیر	۶۲	حاشیہ	سنہ ۹۶ء	سنہ ۱۹۱۶ء
۱۷	۱۴	مانڈو	مانڈو	رر	رر	ہشت	ہشتادی
رر	۱۷	ہیوات	میوات	رر	رر	فاضی	فاضل
۱۹	۱۲	حلہ	لعہ	رر	رر	ہسفہ	خلیفہ
رر	۱۹	سبقدر	سبقت	رر	رر	۱۹۶ء	۱۹۱۶ء
۲۵	۷	سملن	ممکن	۷۳	۳	وہ	وہان
۳۶	۵	سے	×	رر	رر	رنجگان	رائیگان
۴۰	۱۹	×	کے	۷۴	۷	قلعہ	قلعہ
۴۳	۱۳	سکی	اسکی	۷۵	۱۰	اور	لو
رر	۱۸	وحد	واحد	۹۳	۱۷	قادم	قدیم
۴۹	حاشیہ	بادسہ	ازصابہ	۹۶	۱۴	ترعیت	زرعیت

۷۸۶

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ٥

تاریخ قصبہ رائسین و دار الاقبال ریاست بھوپال

المسمیٰ باسم تاریخی

اخبار قلعہ رائسین

۱۳۴۰ھ

مولفہ

علامۂ زمانہ مورخ یگانہ جناب مولانا سید عبد الباقی صاحب نقشبندی مودودی چشتی

متوطن سہسوان ضلع بدایون

ملک روہیلکھنڈ

سنہ ۱۹۲۴ء مطابق سنہ ۱۳۴۲ھ

بحسن اہتمام بابو کیدار ناتھ صاحب ورما

ہندوستانی پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

مرتبہ اول

۵۰۰ جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ رئیسین

دیباچہ — علاقہ ریاست بھوپال

المسمّٰی باسم تاریخی

اخبار قلعہ رائیسین

۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیرہ

اللھم صل علی سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ و اتباعہ الذین ھم اشداء علی الکفار ورحماء بینھم وعلینا وعلی جمیع امتہ المرحومۃ وبارک وسلم۔

ملک محروسہ بھوپال حرسہا اللہ عن الزوال آمین فتنۃ الکفار والاشرار بروے نقشہ شمولہ آخر غیاث اللغات طول ایک سو گیارہ ۱۱۱ درجہ وعرض تئیس ۲۳ درجہ اقلیم دوم تا حد دکن ہے اور جغرافیہ مرتبہ بھوپال مطبوعہ ۱۹۰۲ء وبروے

سلہ فقرہ تاریخی تالیف ہذا از مکرم منشی عبدالرزاق صاحب کانپوری مولف البرامکہ ونظام الملک طوسی ۱۲

(یادگار عجیب از مخدومی مولوی عبدالباقی) ——— نقوی چشتی

۱۳۴۱ھ

رپورٹ سالانہ ریاست بابت ۱۳۲۶ف مطابق یکم اکتوبر ۱۹۱۸ع لغایت ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ع (۸۷۲۷ ۹۵/۱۰) میل مربع وطول شرقاً غرباً (۰۷۱) میل اور عرض شمالا جنوباً (۹۳) میل ہے اور کل مردم شماری بابتہ ۱۹۱۱ع (۷۳۰۳۸۳) بشرح ذیل ہے - کل مرد (۰۶۵۰۷۳) وعورت (۳۵۹۸۲۲) ہندو (۵۸۴۱۰۲) جینی (۵۰۸۹) جنگلی (۵۸۶۱۱) مسلمان (۸۱۹۰۹۶) دیگر قوم کرسچین وعیسائی (۵۸۵) اور یہ ملک جانب جنوب وسط ہند مین واقع ہے -

کل رقبہ اراضی ملک مع جاگیرات ومعافیات عطیہ ریاست (۲۶۵۲۹۱۷) ایکڑ بشرح ذیل ہے - ص۳

کل اراضی خالصہ ریاست معہ جاگیرات ومعافیات متفرق باستثناے جاگیرات ہرسہ نواب زادگان (۹۲۳۷۸۲۳) بشرح ذیل ہے - خاص خالصہ سرکاری (۲۷۱۷۸۵۷) اور جاگیرات متفرقہ (۵۶۶۹۴۷۲) ایکڑ ہے - اور جنگل خالصہ سرکاری (۶۷۷۶۵۶) ایکڑ ہے - منجملہ اس کے زیر کاشت (۱۳۰۰۴۴۴) ایکڑ اور ممکن الزراعت معہ بیڑکاہ مختلف الاقسام (۶۷۸۰۸۱۱) ایکڑ ہے جو افتادہ غیر آباد ہے اور رقبہ غیر ممکن زمین اور پہاڑ وغیرہ کا بہ نسبت اراضی

ص۳ سالانہ رپورٹ ۱۳۲۲ف سنہ ۱۳۲۵ صفحہ ۳ رپورٹ سنہ ۱۳۲۶ سنہ ۱۳۲۵ بوجہ شارع بند ھیا چل مابین بھوپال واندور (۱۰۰۳) ایکڑ اراضی کم ہوگئی ۱۲ منہ صفحہ ۲ سالانہ رپورٹ سنہ ۱۳۲۲ فصلی

حاشیہ: بابت ۱۳۲۶ف صفحہ ۳۰ ریاست ۸۰۰ جاگیرات ۱۱۱ صفحہ ۱۳ حاشیہ پچھلی سالانہ رپورٹ ۱۰۰

مزروعہ زیر کاشت کی دو ثلث ہے جس مین جنگل جھاڑی بیکار بکثرت اور کارآمد کمتر ہے اور علاوہ اس کی اراضی جاگیرات جناب نواب زادگان والاشان ہے جسکا رقبہ (۶۹۱۹۳۲) ایکڑ ہے جو اراضی خالصہ وغیرہ سے جدا ہے تفصیل یہ ہے

سر عالیجاہ نواب محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر ولیعہد کے جاگیری مواضع (۷۵) ہین جن کی آمدنی لگاسی یک لکھ و شصت ہزار اور رقوم سوائے جنگل وغیرہ نوے ہزار جملہ دو لاکھ و پنجاہ ہزار ہے۔ اور جناب حافظ حاجی نواب محمد عبید اللہ[1] خان صاحب بہادر جنرل افواج بھوپال کے تعداد مواضع جاگیر (۶۷) اور تعداد آمدنی لگان معہ رقوم سوائے جنگل وغیرہ دو لاکھ پنجاہ ہزار اور جاگیر جناب نواب زادہ حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر مشیر المہام ہوم و پبلک ڈپارٹمنٹ یعنی فرزند اصغر معلی القاب جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ بالقابہا دام شوکتہا کے تعداد مواضع (۴۸) آمدنی لگان معہ رقوم سوائے جنگل وغیرہ دو لاکھ دس ہزار ہے۔ آپ کا خطاب افتخار الملک ہے۔

اس تمام ملک محروسہ مین کل ایسے مواضع و قصبات جن کے کاغذات بذریعہ پٹواریان باضابطہ داخل تحصیلات ہوتے ہین (۳۰۰۴) ہین۔ اور دیہات داخلی یا جنگلی ہین۔ جو متعلق محکمہ جنگلات ہین۔

---

[1] افسوس آپ کا انتقال پر ملال بعد طبع ہونے کتاب ہذا ۲۰ شعبان ۱۳۴۲ھ ہجری ۲۴ مارچ ۱۹۲۴ء بروز دوشنبہ کو خاص شہر بھوپال مین بعمر تخمینی ۴۸ سال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ بیحد ہنرپرور علم دوست سخی مہمان نواز شجاع و دلیر تھے ۱۲ منہ از ہمارے اخبار لکھنو۔ آپنے اعلی تعلیم ملک قوم کی لئی پانچ لاکھ روپیہ نقد عطا فرمائی۔ آپکو خطاب محسن الملک اہل ملک نے پیش کیا ۱۲

صفحہ ۱۸ سنہ ۱۳۲۶ف ذکر جاگیر نواب زادگان

آراضی مزروعہ زیر کاشت خالصہ کی نکاسی یعنی زر لگان خالص ۱۳۲۶ف بین (۳۲۹۶۰۶۵) روپیہ ہے۔ اگر متفرق آمدنی ابواب سوائے سائر وجنگل وکورٹ فیس عدالت یعنی آمدنی اسٹامپ وآبکاری وریلوے وغیرہ داخل وشامل کرلی جائے تو کل رقم آمدنی خالصہ ریاست (۶۲۱۰۷۵۲) روپیہ[1] کے ہوجاتی ہے۔ کل مصارف ملازمانی صیغہ مال بجٹ بابت ۱۳۲۶ف (۳۱۳۱۶۰۰) روپیہ تھی۔ دوسرے مصارف صیغہ جوڈیشل وپولیس وفوج وغیرہ ملاکر (۵۴۸۴۹۰۶) روپیہ ۱۳۲۶فصلی بین صرف ہوئے اور صرفہ جیب خاص وڈیوڑھی سرکار عالیہ اس کے علاوہ ہے۔ ۱۳۲۵فصلی گذشتہ بین (۵۸۴۱۱۳۴) کا صرفہ تھا۔ ان مصارف مذکورہ بین صرفہ معالجات وشفاخانجات یونانی وانگریزی وغیرہ ہیں۔

تعدادی (۱۶۲۳۰۱) اور صرفہ تعلیمات مدارس عربی فارسی ہندی انگریزی وغیرہ (۳۱۷۱۵۷) اور صرفہ امور مذہبی (۱۴۲۳۰۶۰) داخل وشامل ہین اور مصارف بنام نہاد فوج ریاست (۸۷۱۰۰۹) ۱۳۲۶ف بین ہوئے یہ صرفہ بتدریج ترقی پذیر سالانہ ہے۔ اور یہ کل فوج بوجہ کمال خلت واتحاد باہمی گورنمنٹ برطانیہ کے کسی حصے ملک بین وقت ضرورت خدمتگذار وجان نثار رہتی ہے اسکی تبادلہ وروانگی وقیام وبرطرفی وبحالی کا نواب عبید اللہ خانصاحب بہادر کو بمشورہ یوروپین افسران گورنمنٹ کامل اختیار ہے جس سے کمال

[1] جغرافیہ بھوپال مرتبہ ۱۳۲۲ ہجری بین چھپن لاکھ آمدنی سالانہ درج ہے ۱۲ منہ

خلوص دوستی فرمانرواے ریاست ظاہر ہے - اور اصلی پالیسی اور روشن خیالی و دوراندیشی افسران وارکان حکومت ہند کی بھی اظہر من الشمس ہے اور بہی خواہی وخیر طلبی ریاست کی دلیل روشن - بموجب رپورٹ سالانہ بابتہ ۱۳۲۵ فصلی کے جملہ جاگیردار ان متفرق ہر چہار اضلاع ریاست میں (۱۶۹) ہیں جن کے قبضہ میں (۵۱۳) مواضع ہیں - ان کا رقبہ اراضی (۱۸۱۵۹۱) بیگھ تھی - مگر اب بموجب رپورٹ سالانہ ۱۳۲۶ فصلی کی (۳۶۴) بعد بازیافت بعض دیہات جاگیری باقی رہے - ان کی سندی آمدنی ۱۳۲۵ فصلی میں (۵۲۷۹۳۴) اور واقعی وصولی (۳۷۸۳۲۲) ہے - اور جملہ معافی داران (۶۷۹) اشخاص ہیں - انکا رقبہ اراضی (۱۴۶۲) بیگھ ہے سندی جمع (۱۶۲۹۹) اور واقعی وصولی (۲۲۳۱۸) روپیہ سالانہ ہے بموجب قانون مجریہ حال ہر جاگیردار و معافیدار سے رقم سواے سرکاری وغیرہ دس روپیہ فی صدی جمع سند پر لیا جاتا ہے بجز اُن کے جن کو معافی بطور خیرات کے عطا ہوئی ہے - یا وہ معزز و ممتاز جاگیردار مستثنیٰ ہیں جن کی جاگیر میں خود اُن کے تحصیلدار قانون گو پٹواری وغیرہ باضابطہ انکی ذاتی ریاست سے مقرر کیے جاتے ہیں - ان جاگیرداران خاص کو صرف ایک روپیہ چودہ آنہ فی صدی ریاست میں دینا پڑتا ہے - ان کی کاغذات ذاتی ریاست سے تیار ہو کر دیہات کے دفاتر میں باضابطہ محفوظ رہتی ہیں یہ معزز و محترم جاگیردار اسوقت صرف تین حضرات ہیں جو خاص عمائد ریاست نقرۃ باصرہ شاہی نورنظر عین و الیہ عالیہ فرمان رواے ملک بھوپال ہیں

سلمہم اللہ تعالیٰ بالاقبال۔ آمین۔ مذکورہ رقم آمدنی جملہ ریاست مین۔ رقم آمدنی جی۔ آئی۔ پی کمپنی ریلوے۔ اسٹیٹ بھوپال از شہر ہوشنگ آباد سی پی تا بھیلسہ گوالیار لائن طولاً (۷۶) اور از بھوپال تا حدود گوالیار (۳۳) میل مین کمپنی سے ریاست کو بروے حصہ (۳۸۴۵۵۷) وصول ہوکر شامل ہوتی ہین بربناے ذاتی علم کے ظاہر کردینا مناسب سمجھتا ہون کہ آغاز سلسلۂ آمدنی ریلوے نواب مولوی حاجی محمد عبد الجبار خانصاحب " سی آئی۔ ای سابق مہ زیر ریاست کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس سے پہلے کمپنی ریلوے سے باوجود اقرار و معاہدہ تحریری کے ایک مدت تک ریاست کو حصہ نہین دیا تھا جیسا کہ مشہور ہے۔ یہ حضرت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ ہجری مین بعہدۂ وزارت تشریف لائے۔ اور پانچ سال چند ماہ بعد استعفا دیکر واپس گئے یہ بزرگ بے حد متواضع۔ خلیق۔ خداپرست نفع رسان خلائق و خیر طلب رئیس وقت و رعیت تھے۔

آمدم برسر مطلب۔ الغرض جملہ اراضی خالصہ ریاست و اراضی جاگیرداران و معافی داران متفرق مین کل ذرائع آبپاشی بتشریح ذیل ہین تالاب (۱۱۴۳) و چاہات (۲۲۴۰) بتفصیل ذیل ہین۔

چاہ پختہ (۸۰۷) چاہ نیم پختہ (۱۴۳۴) چاہات خام (۳۷۹۰) اسکے علاوہ

تذییلہ یہ ریل حدود ریاست بھوپال مین بعہد جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان تعالیٰ تاریخ ۱۸ نومبر ۱۸۸۴ع مطابق ۱۳۰۲ ہجری کو جاری ہوئی۔ ۱۲ منہ ۔ نیم پختہ وہ چاہ ہے جو صرف اینٹ یا پتھر سے بلا آمیزش چونہ وغیرہ تعمیر کیا جائے ۔ خام سے وہ چاہ مراد ہے جو بلا تعمیر ہو ۱۲ منہ

آمدنی جو مشابہ بطور ڈھیکلی وغیرہ کے ہوتی ہین (۴۵ ۱۰) ہین اس ملک مین اوسط بارش (۵۰ -- ۶۰) انچ کم وبیش اکثر ہے - اس ریاست مین متعدد ڈاکخانجات ہمیشہ سے ریاست کے قائم تھے جن کا صرفہ تخمیناً سولہ سترہ ہزار سالانہ روپیہ ہوگا - مگر اس مقابلہ مین آمدنی کم ہوتی تھی - لہذا بمشورہ اہلکاران قابل وتجربہ کار ڈاکخانہ ریاست کے برخاست کرکے تمام ملک محروسہ مین (۵۵) ڈاکخانے گورنمنٹ کے قائم کرا دیئے گئے انالله لیکن اب انہین کے واسطہ سے سرکاری کاغذات ریاست کے آمد ورفت بلا اخذ رسید وبغیر کسی فرمہ داری کے - اندرحدود ریاست رہتی ہے[1] - ریاست کو سروس ٹکٹ جس قدر بھی ضرورت ہو دیدیے جاتے ہین صرف اجرت چھپائی لیجاتی ہے - جس کا تخمینہ پانچ چھ ہزار روپیہ سالانہ ہوگا - یہ ملک تمامہ - چار اضلاع مشرق مغرب - شمال - جنوب - نام پر منقسم ہوکر اسوقت جملہ (۲۷) تحصیلات پر منضبط ومربوط ہے - اس مین بوجہ قلت مردم شماری اکثر اراضی ممکن قابل کاشت بلا تردد وزراعت تقریباً ۱۲ لاکھ ایکڑ بنجر افتادہ پڑی ہے جو باوجود بیدار مغزی وروشن ضمیری سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال کی بہ سبب بے توجہی وناتجربہ کاری عمال ذمہ دار کی آمدنی صیغۂ مال کا نتیجہ عیان ہے جس کی زیادہ صراحت غیر مناسب موقع ومحل ہے - اس شہر کو زمانہ سابق راجہ بھوج پال نے اپنے نام پر آباد کیا تھا - بوجہ کثرت استعمال بھوپال رہگیا

[illegible] ڈاکخانہ جات

[1] یہ امر قابل افسوس ہے وبلس القرین ذمہ داری کا اب کل منافع ڈاکخانہ برطانیہ لیتی ہے [illegible]

[2] از تاریخ بھوپال وجغرافیہ بھوپال مرتبہ [illegible] ۱۲ منہ

اس راجہ کے عہد کا ایک قلعہ سنگین کی چار دیواریں لب تالاب کلان آبادی شہر سے جنوب کو ملحق ومتصل باقی ہین - جو قلعہ کہنہ کے نام سے مشہور ہے یہ قلعہ بھوپال کے بڑے تالاب کے بند پر اپنے بانی کا یادگار اب بھی موجود ہے اس کے دو دروازے قدیم شمالی وجنوبی مستحکم بحالہ موجود ہین - اسی قلعہ کہنہ مین ملحق دیوار شرقی ایک دالان در دالان سہ منزلہ پختہ پنج درہ قدیم ابتک موجود ہے کہتے ہین کہ یہ بقیہ حصہ محل رانی کملاپتی کا گردش زمانہ کے سفاک ہاتھون سے بچ رہا ہے- اس مین سے رانیان وغیرہ بغرض غسل واشنان جنوبی تالاب مین آتی جاتی تھین - دالان زیرین مین جو مثل تہخانہ پختہ کے روشن وہوادار ہے - تالاب کا پانی اب تک لبریز وجاری وساری رہتا ہے اور زینہ اور فرش پختہ پتھر کا ہر سہ منزل دالان مین بدستور مسلسل قائم ہے اس قلعۂ کہنہ مین قریب فصیل مغربی جانب تالاب کلان بہت خوبصورت بلند مزار پختہ سنگین نواب[۱۱] فیض محمد خان بن نواب[۹۳] یار محمد خان خلف اکبر امیر دوست[۹۵] محمد خان کا موجود ہے. رحمہم اللہ

اصل مین یہ ریاست قائم کردہ امیر دوست محمد خان میرازی خیلی افغان تیراہ کے ہے - جو سپاہیانہ وضع سے بہ تلاش معاش وارد ہندوستان ہوئے یہ بجد جری وصاحب تدبیر وشمشیر تھے - جن کی وفات[۱۰] سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین ہوئی

---

[۱۱] متوفی سنہ ۱۱۹۲ ہجری ۱۲ [۹۳] متوفی سنہ ۱۱۶۱ ہجری ۱۱ [۹۵] امیر دوست محمد خان مرحوم کا مقبرہ قلعہ فتح گڈھ شہر مین ہے ۱۲ منہ

ان کے عہد مین رقبۂ ملک بہت وسیع و بسیط ہو گیا تھا۔ بھلسہ۔ ساگر شجاعلپور وسارنگ پور مالوہ وہوسنگ آباد وغیرہ بزور شمشیر فتح کر کے اپنے قبضہ مین کیا شہر پناہ سنگین مع برجون کے اور ایک قلعہ شہر بھوپال مین آبادی کے قریب جانب مغرب تعمیر کرایا جو بدستور موجود اور قلعہ فتح گڑھ کے نام سے مشہور ہے اس قلعہ کے اندر بلند حصہ پہاڑ پر کنارہ تالاب دوسرا قلعۂ سنگین بنوایا جس کو بالا قلعہ کہتے ہین۔ اس مین پرانی وضع کی توپ بندوق و دیگر ہتھیار میگزین وغیرہ ہر وقت موجود رہتے ہین۔ ان کی وفات کے بعد باہمی جنگ و جدال کی وجہ سے بہت کچھ ملک غیرون کے قبضے مین پہونچ گیا۔ الحمد للہ بقیہ ملک انھین کی اولاد احفاد کے قبضہ و اقتدار مین آج تک مسلسل و متوارث برابر چلا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خطۂ اسلامی کو بہ ترقی دولت و اقبال و تزاید شوکت و اجلال باتباع احکام قرآن و حدیث مدام پائدار و برقرار رکھے۔ آمین۔ الغرض جو کچھ اوپر مختصراً لکھا گیا وہ سب واقعات ضمنی و تمہیدی بنا بر مزید تعارف و بصیرت ناظرین تھا۔ ہم کو اسوقت مقصود بذات خاص قصبۂ رائسین اور قلعۂ رائسین کے حالات تاریخی تحریر کرنا مد نظر ہین جو مستقر خاص ناظم ضلع ہے مگر باعتبار موقع مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حالات اس خاص ضلع مشرق کی بھی بنظر مزید آگاہی و دلچسپی ناظرین بامذاق کے درج کردین۔

— • — • — • —

ضلع مشرق

منجملہ چار اضلاع مذکور ریاست کے ایک یہ ضلع مشرق ہے جسکا کل رقبہ بروے کاغذات بابتہ سنہ ۱۳۲۹ فصلی کے (۱۵۵۴۴۴۴) بیگہ۔ منجملہ اسکے (۵۶۸۲۰۷) بیگہ مزروعہ ہے۔ اور (۹۸۶۲۳۷) غیر مزروعہ ہے اس میں سے غیر ممکن و پہاڑ وغیرہ (۵۸۲۱۳۱) بیگھ ہے اور (۴۰۴۱۰۶) ممکن الزراعت ہے۔ اس ضلع کی کل مزروعہ کی آمدنی بابتہ سنہ ۱۳۲۹ فصلی بعد رقم ہوا ہے (۱۳۰۰۵۹۴) اور خرچ ضلع ہذا کے صیغہ مال و دیوانی وغیرہ (۲۱۵۵۴۷) ہے۔ اس ضلع میں کل آٹھ تحصیلات اور مواضعات (۸۷۰) ہیں۔ منجملہ ان کے مواضع خالصہ (۷۴۵) ہیں۔ اور (۱۲۵) مواضع جاگیری (۸۲) اشخاص کے نام منجانب گورنمنٹ بحو بال عطا ہیں۔ مواضعات جاگیر کا رقبہ بروے رپورٹ سالانہ صفحہ ۳۹ سنہ ۱۳۳۵ فصلی (۲۲۲۷۴۷) بیگہ ہے اور سندی جمع (۶۶۱۴۹) اور واقعی وصولی (۸۰۲۰۳) روپیہ سالانہ ہے اور معافی داران کی تعداد (۱۶۲) ہیں۔ ان کے قبضہ معافی میں (۱۷۷۴) بیگہ رقبہ ہے۔ اور جمع سندی (۸۵۲) روپیہ ہے۔ اور لگان واقعی (۱۱۳۵۳) روپیہ سالانہ ہے۔

ضلع ہذا میں۔ ذرائع آبپاشی بتفصیل ذیل ہیں۔ تالاب (۱۰۸) چاہات (۱۰۴۵) بشرح ذیل ہیں۔ چاہ پختہ (۸۳) چاہ نیم پختہ (۶۲۶) چاہات خام (۳۳۶) اس ضلع میں کل اراضی آبپاشی (۱۶۲۸) بیگھ ہے۔

ان اعداد و شمار مذکورہ سے ظاہر ہے اور نیز میرا چشم دید تجربہ ہے کہ اس ضلع
ملک کے کاشتکار عموماً آبپاشی کے زیادہ عادی نہیں ہیں نہ اس کی خوبی اور
منافع خداداد سے خبردار اس لیے آبپاشی کی جفاکشی سے اکثر جان چھپاتے
ہیں اور موجودہ پیداوار قدرتی پر قانع رہتے ہیں - اس عدم توجہی کاشتکاران
کے متعدد اسباب ہیں جن کی تفصیل بحیثیت تاریخ نگار رائیسین ہونے کے
ہمارا کام نہیں ہے صرف اس قدر کافی ہے کہ حکام مقامی کی ناواقفیت
اور عدم توجہی اور حکام بالادست کی دفع الوقتی اور ایام گزاری اس کا
سبب اصلی ہے -

خاص پرگنہ رائیسین

خاص تحصیل رائیسین مستقر حکومت ناظم ضلع ہیں بروے رپورٹ
انگریزی سالانہ ۱۹۱۱ء و بروے کاغذات نظامت بابت ۱۳۲۹ فصلی
جملہ مواضع (۱۴۷) ہیں اور آمدنی نکاسی (۴۸۱ ۶۹۴) سالانہ ہے - اس کے رقبہ
اور تعداد مواضع کے دیکھتے ہوئے حکام مقامی کی عدم توجہی ضرور پائی جاتی ہے کہ
ضرور بہت کم ہے اگر توجہ کیجائے تو آمدنی اضعافاً مضاعف یقینی طور پر ہو سکتی ہے - اگرچہ اس
سال میں بیگم صاحبہ عالیہ پاتقابہا نے تقریباً (۹) ہزار روپیہ کاشتکاران وستاجران پر بقایا
سرکاری کا معاف فرمادیا ہے مگر افسوس کہ حکام کی بے خیالی سے سرکاری [illegible] اور انعام
خسروانہ بھی سودمند نہیں ثابت ہونے پایا - اور افتادگی برابر اپنی جگہ پر قائم ہے بلکہ
کچھ افتادگی میں ترقی ہے اور فراری کاشتکاران برابر جاری ہے - [illegible]

سلہ یہ حسن انتظام افسران حالیہ مال ہے جو قابل و تجربہ کار ہیں -

حالات قصبۂ رائسین

و

اخبار قلعۂ رائسین

۱۳۴۰ھ

یہ قصبہ[1] مستقر حکومت ضلع مشرق جو شہر بھوپال سے جانب مشرق (۱۳) کوس (۲۶) میل دامن کوہ بندھیاچل پر آباد ہے جو اسوقت تک زمانۂ قائمی ریاست ۱۱۵۳ھ قدسی سے ضلع مشرق کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس قصبہ مین عمارات عدالت دیوانی و فوجداری و مال متعلق نظامت ضلع بہت عالی شان زیر دامن کوہ اور قلعہ سے جانب مشرق عہد حکومت عہد جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ خلد نشین[2] اور

---

[1] اس قصبہ رائسین کو ایک ہزار سال قبل حضرت مسیح علیہ السلام راجہ رائسین نے اپنے نام پر آباد کیا تھا یا بوجہ تعمیر قلعہ اُسکے نام سے قصبہ آباد شدہ قدیم مشہور ہوگیا جیسا کہ تاریخ ہند قدیم ترجمہ اردو مین ہے۔ زبان ہندی مین (رائے) بہتر و سردار کو کہتے ہین۔ (سین) اُسکا نام تھا۔ اب دونون لفظ رائے سین جو پہلے جدا جدا تھے۔ اب باہم ملکر نام مقام ہوگیا اب دونون لفظون کا ملکر کلمۂ واحدہ ملا کر لکھنا صحیح ہوگا یعنی رائسین۔ جیسے بعلبک بعل نام صنم بک نام بیوپاری۔ اب دونو لفظ ملکر نام ایک موضع مقام عرب ہے اور جیسے کلکتہ دراصل نام کالی نام بت اور کتہ نام بانی مندر تھا اب نام شہر ہوکر مثل کلمۂ واحدہ کے ملا کر لکھنا درست ہے۔ ورنہ غلط۔ یہ شہر کلکتہ حصہ شرقی ہندمین بجانب بنگالہ قریب سمندر ہے۔ مردم شماری چودہ لاکھ تقریبًا ہے جو غالبًا ڈیڑھ سو سال سے دار الحکومت برٹش گورنمنٹ رہا۔ اب دسمبر ۱۹۱۲ء سے تخت گاہ جیو شہنشاہ جارج پنجم شہر دہلی دار الحکومت وقیامگاہ وائسرائے گورنر جنرل شاہ انگلینڈ ہوگیا یہ شہر کلکتہ عظیم الشان بندرگاہ تجارتی ممالک یورپ و امریکہ چین و جاپان وغیرہ کا ہے ۱۲ منہ

[2] سنہ ۵۳ یہ بیگم صاحبہ بیگم وقت بعہد بیگمین ماہ رمضان ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۸۶۸ء کو بعمر باؤن سال وفات پائی حکومت کی مدت پچیس سال ۱۲

۶۲۲ھ ہجری مین فتح کرکے تمام ملک پر قبضہ و تصرف کیا۔ دوسرے سلطان علاؤالدین خلجی سکندر ثانی نے ۶۹۲ھ ہجری مین اس قلعہ کو فتح کیا۔ غالبًا یہ فتح بعہد ولیعہدی خود بعہد حکومت اپنے چچا سلطان جلال الدین خلجی شہید کے حاصل کی ہو۔ کیونکہ اس فتح کے چار سال بعد ۶۹۶ھ ہجری مین خود تخت نشین ہوا۔ دیکھو مقالہ دوم تاریخ فرشتہ۔ دفتر گزیٹیر مین بعاوت معہود حوالہ کتاب ماخذ نہین دیا نہ کچھ صراحت درج ہے۔

تیسرے سلطان محمد شاہ تغلق نے ۷۴۰ھ ہجری مین قلعہ بھیلسہ و قلعہ رائیسین فتح کرکے زیر حکومت صوبہ ساگر کر دیا۔

چوتھے صاحب خان ۹۱۷ھ ہجری مین فتح کرکے خود حاکم قلعہ رائیسین وغیرہ ہوگیا یہان یہ اُلجھن رہتی ہے کہ ۹۱۷ھ ہجری مین عہد حکومت سکندر ابن بہلول لودھی بادشاہ کا تھا۔ دفتر گزیٹیر سے یہ پتا نہ چلا کہ یہ صاحب خان نامی فاتح قلعہ کون شخص تھے۔ کوئی امیر یا سردار سلطان دہلی کے ہین یا مالوہ و گجرات کے امراے یا کوئی باغی خودسر ہے۔ عند الاستفسار اہلکاران گزیٹیر اپنے علم کے محدود ہونے کا عذر کرتے ہین۔

پانچوین ہمایون بادشاہ نے ۹۳۱ھ ہجری کو بعد سخت جنگ و محاربہ قلعہ رائیسین کو فتح کرکے قوام خان حاکم بھیلسہ کے سپرد کر دیا ہمایون نے بھی یہ قلعہ اپنے زمانہ ولیعہدی مین غالبًا بجاے بابر بادشاہ فتح کیا ہوگا کیونکہ ہمایون ۹۳۷ھ ہجری مین تخت نشین ہوا گزیٹیر مین کچھ اس کی صراحت نہین ہے۔

چھٹی بہادر شاہ گجراتی نے ۹۳۸ ہجری مطابق ۱۵۳۱ء مین اس قلعہ رائسین وقلعہ اشٹہ وبھیلسہ وغیرہ کو بعد سخت جنگ کے فتح کیا۔ اس کا واقعہ یون ہے کہ راجہ سلہدی پوربیہ راجپوت داماد راجہ چتور گڈھ جو قلعہ رائسین و تمامی علاقۂ اُجین وگوالیار وغیرہ کا حاکم مستقل وفرمانروائے خود مختار بیحد متکبر ومغرور وظالم تھا۔ اس نے بہ جبر وستم وحشیانہ کئی سو عورات مسلمان چدیپ ومعزز خاندانی کو جن مین حرم محترم سلطان ناصر الدین شاہ دہلی مرحوم بھی شامل وشریک تھین اثنائے سفر سے جبرًا گرفتار کر کے قلعہ رائسین مین لے آیا۔ اور اُن کے ہمراہی سپاہی وافسران جنگ مقابلہ مین سب شہید ہو گئے۔ ان بیچارے غریب عورتون پر شاہانہ روز بیحد مظالم کرتا تھا اپنے دربار ومجالس اور کوچہ وبرزن وبازار شہر وغیرہ مین جبریہ برہنہ سر وپا بذلت ورسوائی تمام پھراتا۔ اور نچواتا۔ بصورت توقف تعمیل فوری سپاہی موذی اُن کی ہمراہی سخت تعذیب کرتے۔ تا آنکہ بعض عفت مآب سختی مصائب سے بیہوش اور بعض جان بحق ہو جاتین یہ خبر دردناک سنکر اول سلطان محمود خلجی شاہ مالوہ نے تخت گاہ قلعہ مانڈو سے بکمال غیرت شاہانہ تہیہ لشکرکشی قلعۂ رائسین کا کیا۔ یہ خبر پاکر راجہ سلہدی سخت خوف زدہ ہوا اور بواسطہ حاکم مسلمان ملک سیوات سلطان بہادر شاہ گجرات کے دربار مین حاضر ہوا اور نذرانہ بیش بہا پیش کر کے بہت کچھ اظہار عجز والحاح

سلہ دیکھو مقالہ دوم تاریخ فرشتہ ۱۲ منہ سلہ دیکھو مقالہ دوم تاریخ فرشتہ ودفتر گزیٹر وغیرہ ۱۲

بندگی وعبودیت کیا اور دربار سے بہ حصول خلعت باطمینان واپس آیا اُدھر سلطان محمود خلجی شاہ مالوہ نے یہ رنگ دیکھکر بہ مصلحت چندے خاموشی والتوا کا قصد کیا۔ جب سلطان بہادر شاہ گجراتی رحمہ اللہ کو بعد واپسی راجہ سلہدی اس کے مظالم وجبر کا حال معلوم ہوا تو بکمال حمیت اسلامی وغیرت شاہی خود لشکر کشی رائسین پر مجبور ہوا اور قلعہ بھیلسہ وغیرہ پر قبضہ کرتا ہوا قلعۂ رائسین کا محاصرہ کرلیا اور راجہ سلہدی بھی پہلے مقابلہ ومدافعت پر آمادہ تھا۔ مگر پھر اپنی کمزوری معلوم کرکے اپنے فرزند بھوپت کو اُجین کا حاکم کرکے اُجین روانہ کیا اور اپنے بھائی لکھمی سنگھ کو قلعہ دار قلعہ رائسین کا کیا اور خود حیلتاً بعیاری تمام حاضر دربار سلطانی ہوا اور بلا تحریک احدی بظاہر مسلمان ہوکر دستارخوان نعمت شاہی پر بشرکت دیگر سرداران اہل اسلام کی مہینوں تک اُولش شاہی کھاتا پیتا رہا اور ہمیشہ سب سے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا اور بہ مکروفن اس فکر میں رہا کہ بادشاہ کو ارادہ فتح قلعہ سے بحیلہ سازی باز رکھے یا کوئی موقع ملے تو جدید فتنہ برپا کردے آخرکار بحالت مایوسی بحیلہ افہام وتفہیم لکھمی سنگھ قلعہ دار برادر خود قلعہ پر گیا قلعہ میں پہونچکر بمشورہ وشرکت قلعہ داران افسران وسپاہیان شاہی کو جو اُس کی نگرانی کی طور پر بعہد مواثیق اس اُس کے ہمراہ قلعہ میں تھے عالم بےخبری میں شہید کردیا اور اُسی رات کو فوج شاہی پر شبخون مارا بعدہ باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی۔ بناچار سلہدی ولکھمی قلعہ داران سخت نقصان اُٹھاکر محصور قلعہ ہوئے۔ بہادران اسلام تعاقب کنارہ

اوس مستحکم و دشوار گزار قلعہ پر چڑھ گئے اور شمشیر بکف بلند فصیلون سے اندر کود
پڑے بعدہ یلغار کرکے براہ دروازۂ صدر تمام فوج اندر گھس گئی بےحد
خونریزی و سخت جنگ کے بعد راجہ سلہدی و لکھمی قلعدار دونون نامراد بھائی
بحالت فراری مارے گئے - یہ قلعہ و تمام علاقۂ رائسین وغیرہ قبضۂ اقتدار
اولیاے دولت بہادرشاہی مین آگیا - قبل از جنگ پورن مل پسر سلہدی
چتورگڈھ سے چالیس ہزار سوار اور پیادہ بے شمار ہمراہ لیکر بغرض امداد
اپنے باپ و چچا کی روانہ ہوا اور نصف راستہ سے زیادہ طے کرچکا تھا - مگر ناگاہ
اُس کے دل پر مہابت بہادرشاہی کا غلبہ ہوا کہ باوجود فوج جرار بدحواس
دو منزلہ طے کرتا ہوا واپس ہوگیا - اور چتورگڈھ جاکر دم لیا - اور اُس کا بھائی
بھوپت بھی خوف زدہ ہوکر دارالحکومت اُجین سے حیران و پریشان فرار
ہوکر چتورگڈھ پہونچا - بعد چند مدت بہادرشاہ نے سخت جنگ کرکے چتورگڈھ
کو بھی فتح کرلیا اور تمام ملک و علاقہ مین مخافت و مہابت کا ڈنکہ بجا دیا - زان بعد
جسوقت سلطان بہادرشاہ گجراتی نے بمقابلہ سلطان ہمایون بادشاہ دہلی شکست
کھاکر مراجعت کی اور اُس کی سطوت شاہی دلون سے زائل و دور ہوگئی
تو اُسی وقت پھر پورن مل ولد سلہدی جو بعد شکست چتورگڈھ بخوف بہادرشاہ
خدمت کوہ گردان پہاڑون اور جنگلون مین چھپا ہوا مارا پھرتا تھا اب موقع
پاکر راجا سرکش رائسین پر چڑھ آیا اور بعد معمولی جنگ کے اس قلعہ اور علاقہ
پر قابض ہوگیا - اور بعد چند ہی روز کے اس قدر نخوت اور پندار سے
زمانۂ موجودہ کے اپنے باپ اور چچا سے بھی بہادرشاہی سے بدرجہا سبقت
اور انھین اسماء

ے گیا۔ اور ہر دم عیش پرستی و خود داری مین منہمک ہوکر انواع واقسام
کے جور و مظالم پر کمر باندھی۔ اور لوٹ مار غارتگری مسافرین و زائرین ہر قوم
پر آمادہ و مستعد رہا۔ چنانچہ اس نے دو ہزار عورات مسلمہ شریف خاندانی
متعدد شہر اور قافلون سے لوٹ کر قلعہ مین پابزنجیر قید مین رکھا۔ اور باپ اور
چچا سے زیادہ ان غریب الوطن بیچاریون پر سخت سخت مظالم و ستم ڈھائے
اور نہایت ذلت اور بدترین حالت کے ساتھ حسب عادات پدر و عم وحشیانہ
طور سے شہر و دیہات کے کوچہ و بازارین برہنہ سر و پابزور رقص کرواتا اور ہر قسم
کی ایذادہی و تعذیب مین مصروف رہتا۔ اور ان مصیبت زدہ دور افتادہ
خانمانکے زار زار رونے و آہ و زاری پر قہقہہ مار کر ہنستا اور اپنے باپ چچا
کی مدوجزر عروج و زوال چشم دید سے کچھ متنبہ نہوتا۔ الغرض یہ خبر سنکر سلطان
سلطان شیر شاہ افغان بہ کمال جوش و خروش و حمیت و غیرت اسلامی و
ہمدردی انسانی لشکر جرار لیکر رائسین پہونچا اور چھ ماہ محاصرہ سخت قلعہ
کا کرکے محصورین کو خوب تنگ کیا اور آب و دانہ بند کر دیا یہانتک کہ قلعہ
کے باہر خوب جنگ ہوئی۔ راجہ پورن مل شکست پاکر بچی ہوئی معہ چند
فوج بقیۃ السیف کے مثل پدر و عم خود بھی قلعہ مین محصور ہو گیا۔
اس کے تعاقب قلعہ کے اندر مردانہ وار در آئے جس مین معرکہ
بعد پورن مل بھی مارا گیا۔ بقیہ ہمراہی قتل و فرار و گرفتار ہوئے اس کے
بہت سی رانیان معہ خاندان و اولادکے۔ داخل حرم فوج شاہی ہوا
اور عورات مسلمہ کو رہا کرکے باسائش و آرام و احمد ... قلعہ رائسین
اسلام تعاقب کنارہ

ن بحفاظت بھیجدیا اور حسب حیثیت جاگیرین و معافیان ہر ایک کو عطا فرمائین
ور جب رانی نے بخوشی خود جس بیگم کے ہمراہی پسند کی اُس کے ساتھ روانہ
ردی گئی یہ واقعہ سنہ ۹۵۱ ہجری کا ہے جبکہ ہمایون بادشاہ دہلی بوجہ غلبہ
شیر شاہ - کج کلاہ شاہ ایران کے مہمان عزیز تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین -
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

آٹھوین سنہ ۹۶۲ ہجری مطابق سنہ ۱۵۵۴ء کو جب سلطان باز بہادر[2] تخت نشین
و مالک ملک مالوہ ہوا تو قلعہ رائسین و قلعہ بھیلسہ ملک مصطفٰی[1] خان کے سپرد کیا

نوین سنہ ۹۶۸ ہجری مین اکبر اعظم بادشاہ تیموری نے یہ قلعہ فتح کرکے اس کو
صدر مقام قرار دیا اور سرکار رائسین کے نام سے مشہور ہوا -

دسوین - کہا جاتا ہے کہ گیارھوین صدی مین یہ قلعہ حضرت اورنگ زیب
عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعد جنگ شدید فتح کرکے اپنے قبضہ و تصرف مین
کیا - متعدد مورچہ بندی سنگین و پختہ کے نشانات و اثرات جا بجا اب بھی
کہین کہین [illegible] تلائی کے پہاڑ پر نمودار و ظاہر ہین - جو قلعہ سے بجانب شمال تقریباً
دو میل پر ہے یہ پہاڑ قلعہ سے کسی قدر نشیب مین ہے - کہتے ہین کہ یہ نشانات
کنوا اور توپ ساختہ عالمگیر ہین واللہ اعلم بالصواب - مگر یہ واقعہ جنگ عالمگیر کا

خدمت
سرکش راجا
زمانۂ موجود
اور انھین اسماء

[1] گزیٹیر بھوپال مین صرف ملک مصطفٰی خان لکھا ہے - کچھ زیادہ پتہ نہین لکھا ہے - کہ یہ مصطفٰی خان کون اور کہان کے [illegible] ادت کے مطابق حوالہ کسی کتاب و ماخذ کا بھی درج نہین کیا جو مزید انکشاف ممکن ہو سکے بعد جد و جہد کیا [illegible] راجا ایک سے اپنے نقصان حافظہ کا عذر کر دیا -
[2] یہ باز بہادر نام اصلی بایزید خان شجاعت خان عرف اجو شیر شاہ کی طرف سے حاکم مالوہ تھا بعدہ باز بہادر تخت نشین ہوا جو دو برس عیش و عشرت حکومت کرکے [illegible] کے مقابلہ سے فرار و لاپتہ ہو گیا بیحد عیاش تھا جواہرات و دولت کی حد نہ تھی -
طبع لاہور سنہ ۱۹۲۱ء

کسی تاریخ مین میری نظر سے گذرنا یاد نہین صرف شہرت کی وجہ سے درج
کیا گیا بلکہ معائنہ عالمگیرنامہ سے اس کے خلاف جنگ کا نہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ
صفحہ ۷۹ پر بعد ختم جنگ اول وفراری داراشکوہ جب عالمگیر براہ اجین گوالیار
مین قیام فرما ہوئے۔ تو یہ لکھتا ہے۔ (درین ایام آخر شعبان سنہ ۱۰۶۸ ہجری)
نصرت خان ولد خان دوران خان مرحوم کہ بہ حراست قلعہ رائسین قیام
داشت ویرلیغ مطاع بطلب او صادر شدہ بود۔ جبہہ سای عتبہ عبودیت گشتہ
بعنایت خلعت و اسپ وفیل وخطاب والاے خان دورانی مشمول عواطف
خسروانی گردید۔ اور صفحہ ۱۴۴ پر واقعات ماہ محرم سنہ ۱۰۶۹ ہجری مین یہ عبارت
ہے مخلص خان از کومکیان بنگالہ وعبد العزیز خان قلعہ دار رائسین بعنایت
ارسال خلعت سرمایہ عزت اندوختند۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے
کہ قلعہ داران رائسین مطیع وفرمانبردار شاہ عالمگیر غازی رہے۔ پھر امکان
جنگ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہان ممکن ہے کہ قبل یا بعد کوئی جنگ ہوئی ہو مگر یہ
امر محتاج دلیل تاریخی کا ہے۔ از عالمگیرنامہ فارسی تصنیف منشی محمد کاظم بن
محمد امین کاشی مطبوعہ کالج پریس کلکتہ باہتمام ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ

اس پہاڑ کے دامن مین ایک مسجد وعیدگاہ پختہ وسنگین کسی قدر شکستہ
بھی موجود ہے مگر مسجد کا البتہ نشان تک مفقود ہے۔ ان دونو [illegible]
تعمیر بھی شاہ عالمگیر کی جانب کی جاتی ہے۔ عیدگاہ کی مر[illegible] اس کے ہی
ذریعہ چندہ اسی سال کی گئی ہے دکھا سبھی ذکرہ [illegible] کو فوج شاہی کا
عظیم الشان جو ہم پایہ برج آسمانی کہا جاتا تھا اور [illegible] ملاحدہ کی بھی قلعہ [illegible] کی
ن اسلام تعاقب کنان

اس کو ان ونش سلاطین نامور اولی العزم نے فتح کرکے اپنی دلیری و ناموری
کمال استقلال و عزم کا تمغہ ہمیشہ کے لیے حاصل کیا - اور انشاءاللہ تعالی
یہ امر دنیا اور آخرت و قبر و حشر مین اُن کے لیے باعث نجات و مغفرت و
عزت و سرخروئی و علوے مرتبت کا ہوگا - الحاصل قصبہ رائسین کے
شکل آبادی مثل نصف قوس آسمانی یا نیم دائرہ کے قدری مستطیل زیر قلعہ
دامن پہاڑ مین جانب مشرق و شمال واقع ہے - جسکا طول ڈیڑھ میل سے
زیادہ نہوگا اور عرض آبادی بہت کم ہے بعض جگہ دو چار جریب اور کہین
اس سے کچھ کم و بیش ہے - آبادی قصبہ کی تمام کنوؤن کا پانی شور و زنی
دیر ہضم مضر صحت ہے - کسی قسم کی دال نہین گلتی - بجز وال مسور کے
جو اس ملک مین تقریبًا اکثر کھائی جاتی ہے - اور اس پانی مین چا بھی اچھی
نہین بنتی - بھٹی بھٹی ابرک کے ٹکڑے یا مثل رسوب پیدا و نمودار ہوجاتے
ہین اور طرفہ یہ کہ چاے چہرہ زرد و بدرنگ ہوجاتی ہے - بیرونی آبادی قصبہ
سو دو سو قدم کے فاصلہ پر سب کنوؤن کا پانی بہت اچھا شیرین ہلکا اور
الا خط اور ہاضم ہے - اور تالاب و ٹانکہ قصبہ کا پانی بھی مقابلتًا اچھا ہے
کنوؤن بڑی قصبہ کی جانب غرب کرار پہاڑ پر زیر قلعہ کچھ عمارات امراے سابق
خدمت گزار عبرت خیز و حسرت انگیز اپنے بانی کی ہستی فانی کا کہین کہین کچھ کچھ
سرکش راجاؤن کو یاد کرکے باآواز حزین و لہجہ دردناک پکار رہے ہین ع - آثار
زمانۂ موجودہ را ... اس آواز پُر درد سے وہی شخص متاثر و متاسف
اور انھین اسباب سے گرم و سرد زمانہ دیدہ و جگر برشتہ و چشم پرنم

و دل غم کشیدہ رکھتا ہو ورنہ صرف ایک معمولی یادگار قدیم یا تماشا ہے
اس قصبہ مین بجانب مغرب سطح زمین سے نصف یا پون میل کی بلندی پہ
سلسلۂ کوہ بندھیاچل اور اسی سلسلہ کے سب سے اونچی چوٹی پر جو سطح
سمندر سے (۱۹۶۰) فٹ بلند ہے ۴۸۰ بیگہ پختہ رقبہ پر علاوہ عمارات اندرونی
کے ڈھائی تین میل کے دور کا قلعہ ہے - جس مین پندرہ سولہ ہزار فوج
شایستہ جرار مع اسباب سد وغیرہ رہ سکتی ہے - ایک عظیم الشان بجد مستحکم و مضبوط سنگین
قلعہ زمانہ قدیم قبل اسلام کا بنا ہوا ہے جو اپنے بانیون کے بے بسی و شکستہ
کا بزبان شکستہ حالی مرثیہ خوانی باندازِ حزین کر رہا ہے جسکا گہرا اثر اہل
بصیرت و عبرت کی دل پر پڑتا ہے - اس کی ابتدائی تعمیر اور اس کے
بانیان قدیم کی سنہ و سال کا پتہ و نشان چلنا دشوار کیا محال مطلق سا
ہوگیا ہے کیا عجب ہے جو زمانہ تاریخ نگاری سے بیشتر کا ہو مگر ان بعض
قدیم قلمی تحریرات مرقومہ سنہ ۸۰۰ ہجری و ۱۱۵۰ ہجری کرم خوردہ آمدہ ملک
گجرات دکن و مالوہ مشمولہ امثلہ دفتر کل ریاست سے جو غالبا بطلب نواب
سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین ریاست مین پہونچی ہونگی - یہ پتہ ضرور ملتا
ہے کہ اس زمانہ کے مورخین کے خیال کے مطابق باختلاف آرا یہ قلعہ
بودھ مذہب یا قوم گونڈ کے راجگان نامور کے عہد سلطنت
اور دست کاریون و اولوالعزمی کا عجیب و غریب نمونہ ہے کے بھی
سنگین النگوں اس کے فصیل و بروج کی تعمیر کی گئی ہے بروج شاہی کا
تین ہزار برس قبل کا کہا جاتا ہے مگر اس وقت یہی دلکشی قلعہ رائسین کی
سلام تعاقب کنارہ

کیفیت قلعہ قدیم رائسین مع مختصر رقبہ و دور قلعہ

اسی طول و عرض و وسعت کے ساتھ اس کی ابتدائی بنیاد قائم کی گئی ہوگی تاہم بعض آثار دیوار فصیل و بعض بقیہ اندرونی تعمیرات ضرور اس امر کی شہادت دیتی ہین کہ یہ دو ڈھائی ہزار سال قبل کی یادگار ضرور ہے اور یہ قلعہ گردش زمانہ غدار کا بڑا پرانا تجربہ کار ہی اور قدیم نیم شکستہ عمارات زبان عبرت بیان سے ہر تماشائی شاہ و گدا کو یہ سنا رہی ہین شعر

ہمین قلعہ چون تو بسے دم زدند ۔ بر فتند چون چشم بر ہم زدند

بہت ممکن بلکہ یقینی ہے کہ ہر زمانہ مابعد مین ہر راجہ اور سلطان وقت نے حسب مرضی خود یا اقتضائے ضرورت اس کی مرمت و ترمیم و قطع قطع تراش خراش وغیرہ مین ضرور کی ہوگی۔ اور اصلی صورت اور حالت مین حالت ابتدائی سے اب بہت کچھ تغیر و تبدل ہوگیا ہوگا۔ لیکن اس سے اس کی قدامت مین کچھ فرق نہین آسکتا خلاصہ یہ کہ اس کی عمارات بلند و مضبوط و برج سر بہ فلک کو سیاحان یورپ و انجینیران مغربی دیکھکر حیران و ششدر و انگشت بدندان ہو جاتے ہین۔ اور علماء ان [illegible] مین آثار قدیمہ اہل فرنگ [illegible] بعض [illegible] اس کی قدامت کو تسلیم [illegible] کنوا [illegible] اکثر عمارات غا[illegible] [illegible] ذلت کے ہمیشہ کے لیے خدمت کو پہونچ[illegible] [illegible] کچھ کچھ پتہ بزبان خموشی سرکش راجاؤں [illegible] ہین ہے وہ بھی کس مپرسی زمانہ موجودہ [illegible] کل شئ ہالک الا وجہہ اور انھین اسماء [illegible] ب بود مہ قوم گونڈ آگیا

[illegible] کی حالت مین [illegible] در و زبان حال [illegible]

اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر تفصیلی کیفیت ان دونوں کی
بغرض دلچسپی و مزید واقفیت ناظرین معہ اپنی ذاتی راے کے جو قرین عقل و
قیاس ہے درج کردی جائے - میری راے مین یہ قلعہ کسی بودھ مذہب
کے راجہ کا تعمیر کردہ قرین عقل معلوم ہوتا ہے - کیونکہ قلعہ سے دس میل
کے فاصلہ پر جانب شمال ایک عجیب و غریب مٹھ یعنی بتخانہ سنگین پختہ
ان کا مذہبی بنا ہوا ایک بلند پہاڑ پر اتبک موجود ہے جسمین بہت بڑے
بڑے اور نہایت چھوٹے چھوٹے بت اور جانورون کی لاکھون تصویرین
اور مجسمہ پتھرون مین کھُدی ہوئی پائی جاتی ہین بلکہ سارے پہاڑ پر لاکھون
بت اور تصاویر مثل سنگریزون کے خاک بسر پڑی ہوئی پائمال ہو رہی ہین
اور بڑے بڑے اُستاد سنگ تراشون کی نادر و غریب دستکاری باریک
اور صنعت کی بزبان حال پکار کر شہادت دے رہی ہین - ان تصاویر مین
جو باریک صنعتین ہین - وہ بغیر مدد خوردبین کے ظاہر نہین ہو سکتین اسوقت
باوجود ادعاء اعلےٰ ترقی مادے کی اہل فرنگ دنگ ہین کہ کیونکر یہ باریک
صناعیان کی گئین - ان تصاویر کا بہت سا حصہ پیرس و لندن و
و امریکہ وغیرہ کے عجائب خانون مین پہونچ گیا ہے اور باوجود
فاصلے کے بوجہ بلندی قلعۂ راے سین و سندر مذکور ا
مقابل مین بخوبی دکھائی دیتا ہے اور ہر اک خبر نیک و بد
جھنڈی و لالٹین اور ہیلوگراف وغیرہ کے ایک دوسرے تک پہونچ سکتا ہے - اور طرز و انداز ہر دو عمارات یعنی ... سے بھی قلعہ راے سین کی
اسم تعاقب کنانہ

قریب ہے ان دونون مقامات قدیمہ وعجیبہ کے دیکھنے کو اہل علم تحسین آثار قدیمہ و دانایان فرنگ نُودس ہزار میل کا خوفناک سفر دریائی طے کرکے ممالک یورپ و امریکہ وغیرہ سے اکثر یہان آتے ہین اور ہنر اور فن آموزی کا سبق حاصل کرکے صدہا فوٹو ہمراہ لیجاتے ہین ہزارہا روپیہ صرف کرتے ہین - اس زمانہ مین اہل یورپ و امریکہ سے زیادہ قدردان علم و ہنر کوئی قوم و ملک نہین - مگر یہ سب اپنی قوم و ملک کی فلاح وبہبودی کے لیئے ہے نہ غیر کے واسطے یہی راز اُن کی ترقی و وسعت معلومات وافزائش سلطنت و سطوت کا ہے کہا جاتا ہے کہ ملک جاپان مشرقی بھی ان کی تقلید سے بہت کچھ ترقی کرچکا ہے بہرحال اہل فرنگ قلعہ و بتخانہ کی نازک صناعیون پر حیران وششدر رہوجاتے ہین کیونکہ ان تصاویر مین کرسی بگھی - گھوڑا - توپ و بندوق وغیرہ مصنوعہ مروجہ حال کے نقوش موجود ہین اس بتخانہ ویران وتباہ شدہ مین دو ڈھائی ہزار برس قبل بڑے بڑے عالم وفاضل جوتشی - برہمن - پنڈت - جوگی - پجاری رہتے تھے لاکھون کرورون روپیہ کی آمدنی تھی اور بے انتہا دولت جمع صدہا کنواری بن بیاہی نادیدہ شوہر اکی حسین پری پیکر لڑکیان اُن کی خدمت کو شبانہ روز حاضر رہنے کو اپنا فخر سمجھتی تھین بڑے نامور بہادر سرکش راجاؤن کا ادب یہان سر جھکتا تھا - اس صنم خانہ پہاڑ کو اب اس زمانۂ موجودہ مین - سانچی کا ناکھیڑہ - اور ساس بہو کا بھٹا بھی کہتے ہین اور انھین اسما سے آپ مشہور عام وخاص ہے - ایک سانچی دوسرا کاناکھیڑہ

یہ دونون گاؤن اس مٹھ کے قریب زیر دامن کوہ آباد ہین مندر مذکور مقام بھیلسہ علاقہ لشکر گوالیار سے بہت قریب جانب جنوب تین میل پر واقع ہے ریلوے لائن قریب سے جا رہی ہے اور اسٹیشن ریلوے بھی اسیوجہ سے قائم ہے کہ ہر مشتاق سیاح کو سہولت اور ریاست بھوپال کی جانب سے ایک بنگلہ پختہ تخمیناً ۱۳۲۰؁ ہجری مین معقول گنجائش کا بغرض آسائش سیاحان تیار کر دیا گیا ہے۔ کرایہ ریل بھوپال سے ۶ ر تھرڈ گاڑی پسنجر کا ہے مین خود بھی اس پہاڑ پر بہار ہمہ معیت عالی جناب صمصام الملک صفی الدولہ ابو نصر نواب سید محمد علی حسن خان بہادر دام اقبالہ امیر کبیر بھوپال بغرض سیاحت بار ہا گیا ہون اور دو ایک روز قیام کرکے اس مندر کو خوب دیکھا بھالا ہے ہوا بیحد مفرح حیات بخش روح افزا ہے۔ البتہ پانی کی کچھ قلت و تکلیف تھی گاؤن کے کنوون و تالاب قریبہ سے عمدہ پانی دستیاب ہو جاتا تھا اب بفضلہ پانی کی تکلیف نہین رہی اسوقت ہر ہائینس جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ بالقابہا دام سلطنتہا کی عالی ہمتی سے اس پہاڑ پر متعدد تعمیرات کا سلسلہ جدید کئی سال سے جاری ہے۔ اور کئی لاکھ روپیہ کی منظوری ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ کوئی قابل انگریز افسر نگران کار ہے۔ جیسا کہ عوام سے ہے۔

[۲] یہ قوم گونڈ بہت قدیم سے ممالک متوسطہ جبل پور و ساگر وغیرہ [illegible] شاہی [illegible] گا

---

[۱] متن مین بابت تحقیق قوم گونڈ کی جو کچھ لکھا گیا وہ بموجب تحقیقات قدیم اہل یورپ و اہل اسلام سابقہ کے ہے مگر [illegible] لکھی قلعہ [illegible] کو [illegible] نام متعاقب کنار [illegible]

متفرق آباد ہے ان کی قبیلہ خاندانی جدا جدا بیس پچیس ہین ایک قبیلہ دوسری قبیلہ کی بکائی یا بنائی ہوئی چیز نہین کھا سکتا یہ قوم کسی زمانہ گذشتہ مین متمدن مہذب اقوام شائستہ مین شمار کی جاتی ہوگی۔ مگر اب وحشی پہاڑی جنگلی کے لقب سے مشہور ہے اور فی الحقیقت اس کی پوری مصداق ہے سر دست ان مین نہ کوئی عقل انسانی ہے نہ آدمیت پھر علم و ہنر کا کیا ذکر ہے ہمیشہ گنجان جنگلون اور مہیب خوفناک پہاڑون مین جہان شیر تیندوے ریچھ وغیرہ کا مسکن و گزر ہے بلا تردد اور جھجک بود و باش رکھتے ہین بچے اور عورتین وکل کائنات ضروری ہردم ہمدم اور ہمسفر رہتی ہین

تتمہ حاشیہ صفحہ ۲۴ کی رائے بالکل اس کے خلاف ہے۔ ان متاخرین یورپ کا قول ہے کہ سکندر اعظم کو ہندوستان آئے ہوے ڈھائی تین ہزار سال سے کم زمانہ ہوا۔ اور آرین قوم کو ہند مین آئے پانچ ہزار سال سے کچھ کم و بیش عرصہ گذرا۔ پس سکندر اعظم سے قوم آرین حکام ہند پر لشکر کشی کی تھی۔ اور آرین قوم جو سکندر سے ڈھائی تین ہزار سال قبل ہندوستان آئے تھے انھون نے قدیم اقوام ہند کو زیر و زبر و تباہ و برباد کر دیا تھا اور وہ قدیم اقوام ہند حسب ذیل ہین اول قوم دراوڑ جو اسوقت جنوبی ہند مین مسکن گزین اور وحشیانہ زندگی کاٹتے ہین۔ ۲۔ قوم کول یہ قوم ملک بنگال وغیرہ مین اسوقت قیام پذیر ہے۔ ۳ و ۴۔ قوم بھیل و گونڈ یہ دونون قومین کنواہ کوہ وندھیاچل متوسطہ مالوہ وغیرہ مین بالکل وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہین۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خدمت کو پانچ ہزار سال قبل مختلف حصص ہند پر مستقل آزاد طور سے حکم فرما اور صاحب تاج و تخت و فوج و لشکر سرکش راجا و مہذب و متمول تھے جو آج جاہل و وحشی کے لقب سے بحالت ذلت و نکبت منتشر و متفرق زمانہ موجودہ مین پڑے ہوئے ہین۔ اس واقعہ سے ایک نتیجہ اہل عقل کو یہ حاصل ہوتا ہے کہ کوئی قوم ملکی دوسری اور انھین اسماسے اتنی ترقی دینی و دنیوی حاصل نہین کر سکتی جسطرح کہ اسوقت حکومت غیر ملکی موجود کی

دیکھو صفحہ ۳۰

جملہ اسباب ضروری دنیوی سے ان کے پاس صرف دو چار پتھر کی چکیان یا
کلہاڑیان آہنی ہوتی ہین جو چالیس پچاس نفر جماعت کو کافی خیال کیجاتی ہین
یہ لوگ خانہ بدوش پندرہ بیس دن ایک پہاڑ پر رہتے ہین۔ پھر دوسرے
جنگل او پہاڑ پر جا بستے ہین۔ گھر کی اگر ضرورت ہوتی ہے تو دو چار لکڑیان
قائم کرکے ساگون وغیرہ کے پتون سے اُس کو چھپا دیتے ہین۔ بس یہی جھونپڑہ
اُن کا قصر قیصر و ایوان کسریٰ ان کے لیے ہو جاتا ہے۔ اور زمانہ سردی
و موسم بارش مین اسی کی حفاظت کافی ہوتی ہے یا کسی گُپھہ یعنی درۂ پہاڑ
پر جا بستے ہین۔ اور جڑی بوٹی جنگلی پھل اور چھال وغیرہ سے بے تکلف
اپنی شکم سیری کرتے ہین۔ ہفتون اور مہینون غلہ و چاول انھین میسر نہین
ہوتا۔ نہ ان کو اس کی پرواہ ہوتی ہے اکثر زمین قند و موصلی و دیگر پیداوار
قدرتی جنگلی پر بخوشی بسر کرتے ہین بعض اشیا کچی بعض آگ سے بھون کر
یا پانی مین جوش دے کر کھاتے ہین۔ بعض جڑیان بوٹیان عجیب و غریب
معالجہ قوت باہ و رجع لیست وغیرہ کے جانتی پہچانتی ہین استخوان شکستہ
و جراحت کہنہ شدہ و سخت امراض اکالہ و سرطان وغیرہ کے بے نظیر علاج
کرتے ہین مگر کسی کو بتاتے نہین ہین اور جانوران درندہ صحرائی شب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ پالیسی کا بھی نقطۂ نظر یہی ہے مگر صرف ایک پردہ
جسکو یہ وہ نظر فریب کہنا یا سین تھیٹر یا شعبدۂ نظربندی بازیگران سمجھنا بیجا نہ ہوگا شاہی گا
[illegible] باتصویر فہم [illegible] عقل عاقبت اندیش عطا فرمائے آمین۔ کلام پاک ربانی والعصی قلعہ
ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذ
ادام تعاقب کشارد

وتیندوے وغیرہ کا انکو چندان خوف وہراس نہین - ان کی صحت جسمانی اکثر
بہت اچھی جوڑ اعضا مضبوط اکثر عمر زیادہ ہوتی ہے - بال بعض کے شاذ و
نادر ہی کچھ سفید ہوتے ہین دانت بھی بیشتر قائم رہتے ہین مرد نود سال بھی
بغیر عورت کے نہین رہ سکتا اولاد بھی زیادہ ہوتی ہے - ابادی سے دور رہنا
زیادہ پسند کرتی ہین محققین یورپ قدما نے لکھا ہے کہ یہ قوم گونڈ اولاد و نسل
اُن شیدی اور حبشیون کی ہے جو سکندر ذو القرنین کی ہمراہی ہندوستان
آئی تھی سکندر تو بعد فتح بعض حصص واپس چلا گیا - سرداران قوم شیدی کا ہی
جا بجا حاکم حصص ملک ہند منجانب سکندر کر دیئے تھے وہ مع ہمراہیان قوم
یہین رہ پڑی اور یہان کی عورات سے نکاح کیے اور یہی قول متقدمین
مورخین اہل اسلام ہے جیسا کہ کتاب اقوام الہند عربی وغیرہ کے مطالعہ سے
ظاہر ہوتا ہے یہ کتاب عربی مذکور قلمی مولوی شمس الدین صاحب جبلپوری
ملازم بخشی گری مفضلات بھوپال کے پاس سنہ ۱۳۱۴ ہجری کو مین نے خود دیکھی
اور پڑھی تھی مجھہ محرر سطور کی راے مین بھی یہ تحقیقات قدماے اہل اسلام
و آراے یورپ بالکل صحیح و قرین قیاس ہے کیونکہ مجھکو خود بھی کہ جس زمانہ مین
کنواڈیہہ واقع تحصیل راے سین ضلع مشرق میرے ٹھیکہ و مستاجری مین تھا
خدمت کو بابقہ پڑ چکا ہے اور مین نے ذاتی طور پر بغور ان کے خصائل و
سرکش راجاؤن تجربہ کیا ہے - ان دیہات مین اور ان کے قریب بعض
زمانۂ موجودہ مین زیر تھے جو کاشت آراضی و واشت مواشی پر گذر بسر
اور انھین اسامے انھم رہے - ان کی پیچیدہ و ڈولیدہ جھونپڑے چھوٹے بال

موٹے موٹے ہونٹ چپٹی ناک کے نتھنے پھولے ہوئے کلّے وجبڑے چوڑے
بیش چشم رنگ سیاہ مشابہ وہمرنگ شیدیان ہین غرض کہ جملہ صورت وشکل
ورسوم شادی وغمی باجے گاجے ناچنا کودنا اور بعض لغات مشابہ عربی
لب ولہجہ وغیرہ جملہ حالات وطریق واطوار اشبہ تر بہ شیدی وزنگی پائے گئے
یہ لوگ نوکری یا اورکوئی پیشہ عموماً نہین کرتے لیکن اگر کوئی نوکری وچیراسی
وسپاہگری کر لیتا ہے تو بیچ بچیر ہوا[illegible] بالکل [illegible] اور وحشی ہو تا ہے۔ اس
ملک مین بعض مقامات پر اس قوم کے لوگ بہت قدیم زمیندار ومعافیدار
صدہا سال سے چلے آتے ہین۔ کسی زمانہ گذشتہ مین عجب نہین کہ ان سے
مورث اعلی مستقل صاحب حکومت ولشکر ہون اور حکامان وقت سے
تصرف کرتے ہوئے اس حالت پر اُن کو پہونچادیا ہو۔ ان مین بعض جاگیرداران
پاس تانبہ پیتل کی پتّر اگلے زمانہ کی موجود ہین جن پر مشابہ بخط ہندی کچھ لکھا
بھی ہے غالبًا وہ راجگان سلف وشاہان قدیم کے عطیہ جاگیر کے اسناد ہین
مگر یہ لوگ صدیون سے جاہل محض حالات زمانہ سے بےخبر اپنے کاردیہی
اور مختارون کے کٹھ پتلے بنے ہوئے ہین ان مین سے اکثر جاگیرداران کو خطاب
راجہ وغیرہ کا پشتہا پشت سے بھی چلا آتا ہے۔ اور والیان ریاست
ان کے خطاب کو تسلیم کرتے ہین اور دفترون مین راجہ کے لقب سے
جاتے ہین اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ عام رعایا کی افواہ
ہر شخص ادنی واعلی کو راجہ کے نام سے مخاطب کرتے ہین شاید
مسلمانان پر صاحب اور خانصاحب کے لفظ اور ہنود پر صاحب لکھنے قلم کی

عام نقاقب کنارہ

اعزاز حکومت قومی یاد کیے جاتے ہین ۔ چنانچہ راے سین ضلع مشرق ریاست بھوپال
مین موضع ٹیچھوڑ کا راجہ جاگیردار کہلاتا ہے جو چند دیہات کا موروثی جاگیردار ہے
اور اس کے علاوہ راجہ موضع چنوٹیا و راجہ سیر متھو و راجہ گو کھپور تحصیل سلوانی وغیرہ پرگنہ
دلیوری و مردان پور ضلع جنوب مین موضع سانیدپور وغیرہ صاحب جاگیر ہین ۔ کبھی
یہ لوگ بڑے وسیع ملک کے ضرور مالک آزاد ہون گے جو آج صرف جاگیردار
رہ گئے ہین ۔ ان لوگون کی خصائص مین یہ خوبی قابل قدر ہے کہ اپنی مالک بادشاہ
وقت کے بیحد مطیع و فرمانبردار رہتے ہین ۔ یہی خوبی شدید قوم مین مخصوص ہے
اور انھین حصص مالوہ مین ایک اور قوم جنگلی وحشی رہتی ہے ۔ یہ بھی جڑی لوٹی
پیپل و موصلی وغیرہ کھاتے ہین ۔ ملازمت کاشتکاری و چرائی مواشی
وغیرہ بھی چند روز کو کر لیتے ہین یہ لوگ دیہات کے کنارون پر قرب و جوار
قیام رکھتے ہین انکو سہریہ یا سہریہ کہتے ہین ۔ یہ لوگ بیحد سست و مجہول
اور بے ایمان ہوتے ہین ۔ یہان نام کے مسلمان میواتی اور ... بھی ہین
اگرچہ اپنے کو مسلم کہتے ہین مگر جاہل بت پرست دیبی و مہادیو وغیرہ کو پوجتے
پرشاد چڑھاتے ہین ۔ اسلامی صرف یہ علامت ہے کہ گاو کا گوشت کھالیا
... شاہ مسعود غازی و شاہ مدار کا نام لیکر اُن کو کبھی سجدہ کر لیا ۔ یہ دونون
خدمت کو ... اور عیار ہین چوری و ڈاکہ زنی ان کا موروثی ہنر ہے ۔ ہنود
سرکش راجا ... اہیر و مینا وغیرہ سخت بدمعاش سرکش تھے اور نہایت
زمانۂ موجودہ مین ... ان علاوہ اقوام مذکورہ کے اس ضلع مین ایک ... قوم بنام بیراگی موگیہ
اور انھین اسماے اشخاص ...

... مین ایک دوسری قوم بھی پارسی موگیہ کے نام سے مشہور ہے جنکا پیشہ صرف
... ان کا ... چور بدمعاش نہین ۱۲

مشہور و معروف ہے اور یہ ایسے کھلے ہوئے چور ہیں کہ پولیس و عدالت میں بخندہ پیشانی اپنا پیشہ چوری لکھواتے ہیں اور بھوپال سے بہت دور دراز ممالک یعنی حیدرآباد دکن و بمبئی و کلکتہ میں چوریاں کرتے ہیں - اس قوم کو ستھرے سے باز رکھنے کے لیے گورنمنٹ برطانیہ ہند اور ریاست کی جانب سے صدہا روپیہ کیا بلکہ ہزارہا روپیہ کے صرف سے انتظام نگرانی اور انکی معاش پیدا کرنے کیلیے کیا جاتا ہے - اور ہر سال کاشت کرنے کے لئے انکو ایک معقول رقم سالانہ امداداً دی جاتی ہے - مگر وہ پھر بھی اپنی سی کر بھاگتے ہیں - انہیں کو موگیا قوم بھی کہتے ہیں - اس طویل جملہ معترضہ بعد اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں -

اس قلعہ میں اب بھی کئی ایک عالی شان محل بطور آثار قدیم موجود ہیں جیسے بادل محل - ہوا محل - راج محل وغیرہ -

ایک اور مختصر سا مکان عطردان کے نام سے مشہور ہے جو بشکل مستطیل ہے اس کی چھت ڈاٹ کی نہایت مضبوط اوپر سے ڈھلوان نصف بیضہ مرغ کی صورت ہے اسکے اندر صدہا طاقچے بنے ہوئے اور نہایت خوشنما منقش چونے و گچ و پتھر کے ہیں - اس کے دس در ہیں تین تین در شمال و جنوب دو دو مشرق و مغرب کی جانب طول ۸ گز عرض ۵ گز ہے کے نیچے پانچ در کا تہخانہ محرابی در کا موجود ہے جو والا [illegible] گا ہے یہ پانچوں تہخانہ کشادہ در محرابی ہیں اور بادل محل قلعہ [illegible] کی وسہ منزلہ جس کے متعدد قطعات گنجائش دار متعاقب کشادہ

بادل محل - ہوا محل - راج محل - عطردان [illegible]

یہ دونون راجہ ... کے عہد حکومت کے بنے ہوے ہین جیسا کہ
مثل دورہ نواب ... راجہ خلد نشین بہ ۱۲۶۵ ہجری مدخلہ دفتر کل
سے ظاہر ہے یہ بادل محل عطر دان کے قریب جانب شمال قدرے نشیب مین
ایک بڑا عالی شان نہایت وسیع رقبہ مین ہے اُس کی چھت بلند خوبصورت
ہے - علامات چند حوض پختہ سنگین کے بھی اُس کے اندر جا بجا معلوم ہوتے
ہین جو پتھر چونہ ملبہ عمارات شکستہ سے پُر ہین - افسوس کہ بہت کچھ عمارت
گر چکی ہین اور باقی ماندہ درو دیوار جا بجا دریدہ و شق ہین - راجہ ردھشی
کی ذات اور سنہ و سال حکومت کا مثل دورۂ مذکورہ مین کچھ ذکر نہین ہے
نہ اُس کے ماخذ کتاب کا کوئی حوالہ درج ہے جس سے کچھ پتہ چل سکے - یہ
عطر دان اور بادل محل مدرسہ نواب غنائم الملک و مسجد پختہ سنگین حسین
متعلق مدرسہ سے جانب شمال قریب تر ہے - اس وقت یہ مدرسہ خوشنما
بارہ دری عالمگیری کے نام سے مشہور عوام و خواص ہے - دوسرا عالیشان
سنگین محل - ہوا محل نامی ہے - جو دالان در دالان دو منزلہ کہین سہ منزلہ
لا بد تون صدیون سے مثل عشاق ... ن اپنے دیدہ روزن اور آغوش در کھولے
کنواے پہ حسرت و یاس ... نشد رستانہ وار کھڑا ہے - اس کے
خدمت کوئی ... ئے ہوے تخمیناً ستر یا اسی ہوت گئے جو بدستور
سرکش راجا ... چونکہ دو طرفہ متعدد دروازہ بمقابلہ یکدیگر مشرق
زمانۂ موجودہ مین ... ہین - لہذا ہر وقت بجد ہوادار رہتا ہے اسکی
اور انھین اسماسے ... پہ بڑے بڑے دالان الگی ترشے ہوے یعنی

شہتیر سنگین خالی چھت پر بفاصلہ دو دو فٹ رکھے ہین ۔ نہ اس مین چھت ہے نہ کواڑ
یہ دو درجہ کا دالان در دالان دو منزلہ ہے ۔ اُس کی بعض صحنچیان سہ منزلہ بلند
ہین ۔ صرف ان کی چھتین گنبد نما پتھر کی ہین ۔ یہ نہین معلوم ہو سکا کہ محل کی
چھت کسی سخت صدمہ خارجی سے غائب غلہ ۔ اور ملیا میٹ ہو گئی ۔ یا کسی
وجہ موجبہ سے تیار نہ ہو سکی ۔ غالبًا یہی وجہ ثانی زیادہ قرین قیاس ہے
ورنہ بصورت صدمہ خارجیہ کے دالنے سنگین سب کے سب اُس سخت صدمہ
سے کیونکر محفوظ و مصئون رہ سکتی تھی ۔ علاوہ ازین کسی جگہ پہ علامت و اثر
چھت شکستہ کا ضرور رہوتا ۔ اس محل کے نیچے طبقہ زمین دوز ہین کئی بڑے تہخانے
وسیع ہین بعض روشن ہوادار ۔ بعض تیرہ و تار ۔ ہر طبقہ کے تہ خانہ مین ہزار پانسو
سپاہی مسلح روپوش و مخفی ہو سکتے ہین ۔ یہ مکان بوجہ بلندی ۱۴ – ۱۵ میل سے
مسافر کو بخوبی نظر آتا ہے ۔ یہ مکان فصیل مشرقی قلعہ کے قریب ہے ۔ اس کے
قریب جانب مغرب ایک مسجد اور مدرسہ سنگین نہایت خوبصورت
خوش قطع و دلکش چونے گچ کا تعمیر کردہ نواب عالم الملک مرحوم سنہ ۸۹
کا موجود ہے ۔ اس مین تخمینًا چار سو طلبہ سے زیادہ کی گنجائش ہے ۔ اس
متعدد قطعات نہایت اچھے ہین ۔ یہ مدرسہ اسوقت بارہ دری نما
کے نام سے غلط مشہور عام و خاص ہے ۔ دفتر گزیٹر بھوپال"
کہ بعہد اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ بارہ دری و مسجد و حمام
کیے گئے اگر یہ تحریر بروے تاریخ صحیح و راست ہو تو مدرج شاہی گا
صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو چکا کی لکھی قلعہ ارک کی
... انسوقت کنارہ

نہین رہا - مگر یہ تحریر گزٹیر نقطہ نظر اہل تاریخ سے خالی از شک وشبہ نہین
کیونکہ کسی کتاب ماخوذ عنہ کا حوالہ نہین دیا جو جانچ ہو سکے - مثل دورہ جناب
نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ بابتہ ۱۲۶۵ھ ہجری و تاریخ بھوپال - و کتبۂ
سنگین دروازۂ شمالی قلعہ سے سواے مرمت قلعہ عہد عالمگیری کے کسی
جدید بارہ دری و حمام وغیرہ کا کچھ پتہ نہین چلتا - پس تحریر گزٹیر بموجب
شہرت عوام ہے نہ بروے تحقیق و تدقیق - اور تعمیر مساجد و مدرسہ نواب
غانم الملک مرحوم کی ہر جگہ سے ثابت و متحقق ہے - جیسا کہ ہم سطور بالا
مین بحوالہ اوپر لکھ آئے ہین - اور نقل کتبہ مسجد ہذا آئندہ اوراق مین آتی
ہے - بہرحال مسجد و مدرسہ نواب غانم الملک جس کو اب بارہ دری
کہتے ہین صحیح و سالم مع چھت چونہ گچ پختہ کے بدستور قائم ہے - مدرسہ
کی چھت بہت طویل ۴۲ گز و عریض ۱۵ گز وسعت کے ساتھ موجود ہے
اس چھت پر بہ صف بندی مناسب تقریبًا ہزار آٹھ سو آدمی بخوبی نشست
کر سکتے ہین - اس کے پیش دالان شمال رویہ کے سات محرابی دروازے
ہین - دونون بازو پر [illegible] زینے سنگین و وسیع بنا لیے گئے ہین علاوہ
کنواں [illegible] اس دالان [illegible] وسعت بڑا کشادہ ہال خوشنما گنجائش دار ہوادار
خدمت گو [illegible] کے جنوبی سمت کو بھی ہوادار اور روشن ایک دالان ہو
سرکش راجا [illegible] جانب مشرق مغرب مین متعدد قطعات ہین -
زمانۂ موجودہ مین [illegible] سال سے زیادہ گزر گئے بلا مرمت قائم ہے - اور
اور انھین اسماے [illegible] و مرمت کا نشان وائر نہین - اس کی تمام چھت پتھر کے

ذکر جلسۂ دعوت احباب و اقوام یعنی گوٹ

پیٹون اور ڈاٹ اور لداؤ کی ہے البتہ اب درخت پیپل و نیم وغیرہ اس پر جا بجا خود قائم ہو کر تناور ہو رہے ہین جس سے خطرہ انہدام آیندہ ہے کاش حکام مقامی ادھر توجہ فرماتے ۔ اس ملک مین ایک رسم دعوت و مجالست یاران ہم مذاق انوکھی اور عمدہ عموماً مروج ہے جسے گوٹ کہتے ہین ۔ یون تو ہمیشہ بارہ مہینے یہ لطیف جلسہ پرلطف ہوا کرتا ہے خصوصاً موسم برسات مین اس کا انعقاد زیادہ تر عمل مین آتا ہے بلاتخصیص احدی ہر قوم وملت کے زندہ دل خوش طبع بامذاق ہندو مسلمان مہاجن بقال اہلکار وحکام کاچھی کہار کنجڑہ قصائی دھوبی پیشہ وغیرہ کسی عمدہ جگہ پہاڑ پر پہار پر یا کنارہ دریا و گلزار و باؤلی و باغ بیرون شہر مین دو چار شبانہ روز ہر ماہ مین ایک دو بار اپنی اپنی برادری و احباب وغیرہ کے ساتھ قیام کرکے اطعمۂ لذیذۂ لطیفہ اپنے رواج و مذاق موسم کے موافق پکواتے اور خود پکاتے ہین اور پھر یکجا جمع ہو کر بہ صف بندی شائستہ ہنسی خوشی کھاتے پیتے ہین اور خود ہی خادم و مخدوم بلکہ سید القوم خادمہم کا سچا نقشہ دکھاتے ہین اور بے تکلفانہ صحبت ہمجنس و لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی وخوش مزاجی و شعر شاعری و حکایات دلچسپ تاریخی اور کھیل کود وغیرہ [illegible] آزادی تمام باہم [illegible] لطف زندگی حاصل کرتے ہین اور یہ جلسہ ہر چہار جا[illegible] [illegible] موسم [illegible] دو چار میل پر ہوتے رہتے ہین ۔ پیشہ ور وہ [illegible] [illegible] وغیرہ کی عورتین بھی بہ لباس فاخرہ و زیورات مرصع آراستہ و پیراستہ [illegible] [illegible] اس سبزہ زار و آبشار مین اپنی مذہبی و عشقیہ گیت کا بجا کر دس گنا [illegible] [illegible] نشاط و لطف پیدا کر دیتی ہین

جس سے ایک عجیب کیفیت عیش و مسرت پیدا ہو جاتی ہے اس جلسۂ عیش و تنعم مین نغمات پرندگان صحرائی سریلی آواز روانی آبشار سے ملکر جو مزید کیفیت وجدانی پیدا ہو جاتی ہے وہ قدرت تحریر سے باہر ہے۔ کہین بادل سیہ مست دل کے دل اُس کے شوق سے مستانہ وار جھومتے پہاڑون سے بے شمار چلے آتے ہین اور بآواز رعد۔ ہائے ہوے مستانہ بے تابانہ لگاتے ہوئے برس پڑتے ہین اور کبھی یکبال مسرت و شادمانی وجد کرتے ہوئے تماشائیان پر ہنس ہنس کر گویا بجلی گراتے ہین۔ کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکہ ہاے ابر کے مُنہ مین یہ جلسہ دلفریب دیکھکر پانی بھرا آتا ہے۔ حق یہ ہو کہ یہان مالوہ مین اس قسم کے جلسہ ہاے پُر لطف سے عجیب کیفیت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ جس سے ایک گونہ کیف و بے خودی مسرت انگیز خود بخود دل مین پیدا ہو جاتی ہے۔ اسوقت کوئی حجاب و فرق مابین خادم و مخدوم یا امتیاز درمیان حاکم و محکوم باقی نہین رہتا۔ صدر و پایئن سب کے سب برابر دقت ہوتی ہے خوب کہا ہے ع ایک ہی صف مین کھڑے ہوتے ہین محمود و ایاز ٭ ہر شخص اپنے کیف و سرور مین سرمست و آزاد نظر آتا ہے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بہشت آنجاست کازارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

مزہ یہ ہے کہ اس قسم کے جلسون مین پیر نود سالہ و جوان دبچے سب بخوشی شریک ہوتے ہین۔ اس مین ہر شخص رقم[1] نقد مجوزہ حسب قرارداد منتظمین جلسہ

[1] اس رقم چندہ کی کوئی تعداد مقرر و معین نہین۔ چار آنے سے ایک روپیہ یا پانچ و چھ پیسے کے اندر تک اکثر چندہ فی نفر ہوتا ہے کبھی بیش و کم اور متعدد اقسام کے طعام لذیذہ شاہانہ موجود ۱۲

پیشگی داخل کر دیتا ہے - اسی سبب سے کسی کو کسی پر وہان حق تفوق و امتیاز و تحکم و فرق صدر و پائین فرش و مسند نہین ہوتا پورا نمونہ مساوات اسلامی نظر آتا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے باوجود اسقدر آزادی اور مسرت کے ایسی مجالس مین کوئی امر خلاف تہذیب و اخلاق مثل عورات رقاصہ و بازاری وغیرہ کا وہان گذر نہین اسی طرح کے جلسے یہان شریف خاندانی عورات باعصمت پردہ نشین امیر و غریب بھی کرتے ہین امرا کی عورتین اپنے باغات مین جاتی ہین غربا کی اپنے کسی عزیز یا محلہ کی عمدہ و وسیع مکان مین گوٹ کرتے ہین چنانچہ رائسین مین اس قسم کے جلسہ دعوتی منجملہ دیگر مقامات روح افزا کی اس مدرسہ واقع قلعہ مین بھی بکثرت ہوتی رہتی ہین بوجہ بلندی پہاڑ قلعہ و دیگر عمارات رفیعہ موجودہ یہان کے بالخصوص آب و ہوا بے حد لطیف اور روح افزا ہے زمانہ بارش مین بخارات لطیفہ ابر کی صورت تمام عمارات مدرسہ کے اندر و باہر ہر چہار جانب سے بکثرت چھا جاتے ہین اور پوری کیفیت برف باری نینی تال و شملہ کی دکھاتی ہین - اسوقت سرور قلب سے ہر شخص کی عجیب حالت ہو جاتی ہے - ہر ایک وہ در سرور سے نیم مست و پر کیف بے خود سا ہو جاتا ہے - اسی مدرسہ سے ملحق ایک خوبصورت مختصر و مستحکم دو درجہ دالان در دالان کے مسجد سنگین دو گنبد کی ہے - جس کے اندر سو سوا سو آدمی [illegible] صف بندی نماز پڑھ سکتے ہین - اس کی اندرونی و درمیانی محراب [illegible] کا ۱۵ امام پر ایک کتبہ سنگین تین فٹ طویل دو فٹ عریض لگا [illegible] د باوجود کشش و کوشش

پڑھا نہین گیا - اول تو خط طغرا کو فی نما غیر مانوس دوم اس کے اندر گرد و غبار آب بارش سے ملکر جو دیوار و چھت کے درزازون سے بہکر آتا ہے - اسقدر جم گیا ہے کہ اس کے پڑھنے اور نقل لینے سے مجبور رہا - نظم ۱۹ شعر فارسی منقش چارخانہ پتھر پر درج ہین اس نظم مین نام غانم الملک دو تین جگہ لکھا ہے اندر مسجد ۱۹ گز طول ۸ گز سے زیادہ عرض ہے فرش و عرش سنگین ہے پانچ در کی مسجد ہے جس کے چھ کھم ہین ہر ایک ستون بادامی خوشرنگ چمکدار کیڈال ہی دو گنبد خوبصورت دو بازو پر ہین بتوجہ خاص سرکار عالیہ فرمانرواے حال سنہ ۱۹۲۲ء مطابق سنہ ۱۳۴۰ھ مین اس مسجد کی کچھ مرمت بھی ہو گئی -

سنہ ۱۳۳۵ھ مین ناظم و تحصیلدار سابق موقع کے باوجود مواعید واثق کے اس کی نقل کے متعلق لاپروائی فرمائی - تاہم جو اشعار پڑھے گئے با مشکل دوروہ سے بدقت نقل کی گئی وہ آیندہ اوراق صفحہ ۴۷ و ۴۸ پر ملاحظہ ناظرین کرینگے اس مسجد کے صحن مین ایک ٹانکہ ہے ہمیشہ پُر آب رہتا ہے - بہت وسیع و عمیق ہے صحن کی سنگین پٹیون سے بحفاظت چھپا ہے - پانی کے نکالنے کے لئے دو جگہ دہانے کھلے ہوے ہین - گزیٹر مین لکھا ہے کہ بعہد اورنگ زیب بصرف زر کثیر بابر علی خان قلعدار کی معرفت قلعہ کی مرمت اور حمام و مسجد وغیرہ کی جدید تعمیر ہوئی - مگر کتبہ سنگین صدر دروازہ جنوبی قلعہ سے ظاہر ہے کہ خواجہ یاقوت قلعدار کی معرفت مرمت قلعہ ہوئی چنانچہ عبارت کتبہ یہ ہے "مرمت عمارت و برج و کنگورہاے قلعہ را سے سین در عمل اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی باہتمام ملت پناہ خواجہ یاقوت

حارس و شیخ بہاء الدین و محمد امین و حاجی محمد اشرف و انوپ راے تحویلدار در حکومت محمد منصور و سزاولی محمد عابد خان درانی - از تاریخ یکم ربیع ۳۵ جلوس (۱۱۰۳ ہجری) لغایت ۱۹ شعبان ۳۵ جلوس (مطابق ۱۱۰۶ھ) مرمت شد) گنگا رام معمار ۱۱۰۶ ہجری) - اس کتبہ سے خواجہ یاقوت حارس (قلعہ) رائسین کے اہتمام سے قلعہ کی مرمت ظاہر ہے - نہ معرفت بابر علی خان قلعدار اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بمقابلہ قدیم کتبہ سنگین قلعہ کی تحریر گزیٹیر بلا سند و حوالہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتی - افسوس کہ اہلکاران گزیٹیر بموجب عادت خود کہیں حوالہ کتاب ماخوذ عنہ کا نہیں دیتے ورنہ ممکن تھا کہ راقم تاریخ ہذا اصل کتاب کو دیکھکر یا تو یہ اختلاف رفع کر دیتا یا ایک تحریر کو دوسری پر ترجیح بہ دلائل دی جاتی - لہذا بدلائل موجودہ تحریر گزیٹیر قطعی خلاف واقعہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے - چونکہ ہم تاریخ نگار ہیں اور تاریخ نگار کا کام ہے کہ کسی گتھی کو سلجھا کر دے مختلف تحریرات میں تطبیق کر دے تاکہ وقت ملاحظہ خوانندہ کتاب کو الجھن باقی نہ رہے یا خود کوئی اور نکتہ پیدا کرکے فیصلہ جدید جاری کرنا داخل فرائض تاریخ نگاری ہے - اسلیے میری راے ہے کہ بصورت صحت تحریر گزیٹیر تطبیق اسکی یوں ممکن ہے کہ آغاز مرمت کے وقت ۱۱۰۳ھ میں بابر علیخان قلعدار ہوں اور درمیان میں انکی یا تبدیلی کیوجہ سے بجاے انکے خواجہ یاقوت قلعدار ہو گئے ہوں اور انھیں کے عہد قلعداری میں کام مرمت قلعہ ختم ہوا ہو یا خواجہ یاقوت کا نام اصلی بابر علیخان ہو اور خواجہ یاقوت لقب بمناسبت رنگ یا لباس سرخ وغیرہ کے منجانب بادشاہ عنایت فرمایا گیا ہو پس کسی نے اصل نام بابر علی خان اور کسی نے خطاب خواجہ یاقوت لکھدیا - اس صورت میں دونوں شخص و ذات واحد ہی صرف نام و لقب کا فرق ہو ورنہ بحالت تسلیم امر اول دو قلعدار بابر علیخان و خواجہ یاقوت جدا جدا شخص ہوے

وبصورت صحت توجیہ ثانی شخص مسمیٰ ایک ہوا اور نام ولقب جدا جدا ہوگئے
اس صورت مین منافات باقی نہین رہتی تاہم تعمیر جدید عمارات کہین سے
ثابت نہین. واللہ اعلم بالصواب - باوجود عدم توجہی وکس مپرسی اب تک
اس قلعہ کے فلک نما عمارات وگنبد بلند وبعض بعض محلات راجگان قدیم و
شاہان سلف دہلی ومالوہ وگجرات وغیرہ کے کچھ سالم اور بعض نیم شکستہ
موجود پائے جاتے ہین - جن کی دیوارین اور ستون اور چھتین پتھر کی بغیر چونہ وگچ کی
پائی جاتی ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم ہین - صرف پتھرون کی
چنائی دیوارون مین ہے اور چھت پر لانبی چوڑی پتلی پٹی پتھر کے ڈیوڑھے
اس طرح رکھے گئے ہین کہ پانی آندھی سے نجات مل جائے - یہ اُسوقت قدیم
کی علامت ہے کہ جب تمدن عالم نے گہوارۂ طفلی سے پہلا قدم تہذیب
معاشرت مین رکھا تھا - مزید تعجب خیز یہ امر ہے کہ استدر سنگین اور بھاری
اور بڑے کھم پتھر کے پہاڑ کے اتنی اونچی چوٹی پر اُس زمانہ مین کیونکر پہونچائے
گئے جو اس زمانہ مین بھی باوجود کمال ترقی سائنس (حکمت عملی طبعیات)
وتعجب خیز آلات جر ثقیل کی اگر غیر ممکن نہین تو بعید و دشوار قریب بہ محال
ضرور ہے - ان عمارات کی چہار اطراف مین دیوارون پر کہین کہین
نشانات گولہ ہائے توپ کے آر پار مثل روشن دانون کے بدستور
پائے جاتے ہین - استحکام کا یہ عالم ہے کہ جس جگہ گولہ لگا اُسی قدر حصہ
دیوار مثل ڈاٹ یا کاگ بوتل کے سخت صدمہ گولہ سے نکل گیا اور سوراخ
گول بقدر گولہ ہو گیا - دیگر حصہ جزو ملحقہ دیوار پر اُس صدمہ گولہ کا کچھ بھی

اثر نہیں - نہ دراز پڑی نہ چونہ گرا - ان کے بروج و منارہاے بلند اپنی روز نہائے
شکستہ سے گویا آبدیدہ ہوکر اونچے اونچے پہاڑون سے سر اُٹھائے گھنے اور گنجان
جنگلون اور بیابانون کی طرف اپنے بانیانِ قدیم و فاتحانِ اولو العزم کو بنظر
حیرت و حسرت ہر طرف دیکھتے اور تلاش کرتے ہین جن کو گردش زمانہ نے
ایسا فرسودہ و فنا کردیا ہے کہ باوجود صدیان اس تلاش مین گذر جانے کے
آج تک اُن کا کچھ پتہ و نشان نہین ملتا کہ کون تھے اور کہان گئے - بعض گنبد
اور بروج و منارہاے سربلند اپنی صنعت و دستکاری مین ابتک نظارگیان
و تماشائیون کو زمانہ کے اُتار چڑھاؤ اور نیرنگیِ عالم کا ایک عجیب و غریب
عبرت انگیز تماشا دکھاکر محوِ حیرت بنا رہے ہین - اگرچہ باقتضاے (کل یوم
ھو فی شان) امتداد زمانہ و بے توجہی حکام مقامی سے عمارات قدیمہ بہت
کچھ فرسودہ و شکستہ ہو چکی ہین - اور گردش زمانہ برابر اُن کی شکست و ریخت
کے درپے ہے - مگر کوئی اُنکا پرسان و نگران حال نہین - معائنہ مثل مذکور بابتہ
سنہ ۱۲۶۵ ہجری موجودہ دفتر کل ریاست سے ظاہر ہے کہ نواب غانم الملک
مرحوم کی بنائی ہوئی یہ خوبصورت اور قریب مدرسہ کے تعمیر کردہ سنہ ۸۹ ہجری
کی ہے جو ابتک سنہ ۱۳۲۱ ہجری تک موجود بدستور ہے جس کو نواب سکندر بیگم
صاحبہ مرحومہ نے وقت دورہ خود ملاحظہ فرمایا - اس کتبہ سنگین سے مجملاً ۱۵ اشعار
۵ اشعر فارسی نقل کراکر شامل مثل دورہ کیے گئے ہین - مگر نقل اسقدر بدخط
اور غلط ہے کہ جس کی صحت مجھ سے کم لیاقت آدمی کی قدرت سے باہر
ہے - اصل کتبہ سنگین کی کتابت بھی بوجہ کوفی و ثلث نما تحریر کے بڑا سخت عسیر القرات

عبرت نظارہ عمارات وغیرہ

تاہم چند اشعار بلا ترتیب جو تھوڑے تصرف سے بظاہر صحیح معلوم ہوے بطور نمونہ نذر ناظرین پہ تمکین کیے جاتے ہین۔ دو تین اشعار درمیانی غیر موزون و نامرتب سے ظاہر ہے کہ یہ زمانہ نواب غانم الملک یعنی سنہ ۸۹۰ ہجری عہد سلطنت سلطان غیاث الدین چھجو کا تھا جس نے ایک اپنے ممتاز افسر غالباً رضی الدین نام کو نواب غانم الملک کا خطاب دیکر قلعدار رائسین کیا اب کچھ پتہ نشان اس جم جاہ کا باوجود جد و جہد نہ چلا کہ یہ سلطان غیاث الدین چھجو کون اور کہان کے بادشاہ اور فرمانروا تھے کیونکہ دہلی مین دو سلطان غیاث الدین نام کے گزرے ہین ایک بلبن سنہ ۶۶۴ ہجری کو تخت نشین اور سنہ ۶۸۵ ہجری کو فوت ہوا۔ دوسرا شاہ تغلق جو سنہ ۷۲۵ ہجری مین تخت نشین اور یکم محرم سنہ ۷۵۲ ہجری کو فوت ہوا۔ تو یہ دونون سلاطین نامدار اس سلطان چھجو سے بہت قبل تھے۔ اگر یاد غلطی نہین کرتی ہے تو ایک بادشاہ غیاث الدین نام غالباً مالوہ وغیرہ مین بھی گذرا ہے مگر یہ بھی سنین قبل یا بعد مین تھا۔ بلکہ سنہ ۸۹۰ ہجری مین ملک مالوہ کا مستقل فرمانروا صاحب شان و شکوہ سلطان محمود خلجی تھا۔ جیسا کہ تاریخ فرشتہ وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے۔ چونکہ یہ عقدہ کشائی تعین سلطان چھجو بوجہ ضعف پیرانہ سالی و عدم بعض کتب تاریخی میری قدرت سے باہر ہے لہذا اس تحقیق کو مین دیگر اہل تاریخ وسیع النظر نقاد طبع کے حوالہ کرتا ہون۔ کہ فیصلہ تاریخی کرین کہ یہ سلطان غیاث الدین چھجو کون ہین اور اس سنہ و سال مین کہان کے فرمانروا تھے مقالہ دوم تاریخ فرشتہ سے ظاہر ہے کہ یہ زمانہ سنہ ۸۹۰ ہجری سال ہشت صد نود

ذکر عہد سلطنت بہلول لودھی بادشاہ دہلی

عہد سلطنت سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی کا تھا جو سنہ ۸۵۵ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اور سنہ ۸۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ پھر سلطان غیاث الدین چھجو شاہ ہندوستان کا عہد سلطنت کیونکر ممکن ہے۔ ہان ممکن ہے کہ کسی حصۂ ہند کے مستقل بادشاہ بن بیٹھے ہون اور قلعہ رائے سین پر قبضہ و تصرف کر کے نواب غانم الملک کو قلعدار رائے سین کر دیا ہو۔ یا اور کوئی امر ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ وھو عالم الغیب والشہادۃ و علمہ اتم و احکم) بعض شعر قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین چھجو کے سوا ایک اور چھجو نام کے امیر الامراء دہلی میں سنہ ۶۶۴ میں خاندان سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ شکوہ امیر تھے اور صوبہ الہ آباد و کڑہ کے سر صوبہ یعنی گورنر رہے اور لقب چھجو سے مشہور ہوئے۔ یہ کریم النفس عالم فاضل شجاع و مجاہد بے حد سخی سلطان معز الدین کیقباد کے چچا رشتہ کے تھے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد دوست اور ہمیشہ بزم و رزم میں جلیس و انیس رہتے۔ مشہور ہے کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ نے اپنے دوست کی مدح میں قصیدہ لکھا تھا جس کے دو تین شعر میں نے جلسۂ احباب میں اکثر سنے مگر اس وقت صرف ایک شعر یاد ہے۔ شعر

خان کڑا چھجو سے کشور کشاہ ٭ از لب شاہان کڑہ داری بہا ٭ مقام کڑہ نزدیک الہ آباد ایک مشہور جگہ ہے بیشتر مقام کڑہ ایک صدر مقام و دار الحکومت تھا۔ تاریخ وفات حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۷۲۵ ہجری ہے اور مدفن دہلی ہے جیسا کہ مشیدات

قران السعدین مطبوعہ سے ثابت ہے۔ یہ بھی بہت قبل تھے۔ الغرض بادشاہ
چھجو نے بخطاب نواب غانم الملک سرافراز کرکے قلعہ رائسین پر ان کو
ممتاز فرمایا۔ مگر بتعین سلطان چھجو انجمن بدستور باقی رہی۔ دفتر گزیٹر وشل
دورہ مذکورہ مین زمانہ تعمیر مدرسہ ومسجد ۹۰۰ھ ہجری لکھا ہے مگر کتبہ سنگین مذکور
کے مصرع عربی سے ۹۰۸ھ ہجری ثابت ہوتا ہے مصرع یہ ہے۔
(سبع سنۃ تسعین ثمان آیۃ مرتب شد) اسوقت عہد سلطنت سلطان سکندرشاہ
لودھی بن شاہ بہلول لودھی کا تھا۔ علوم مثل دورہ ۱۲۶۵ ہجری و دفتر
گزیٹر مین کس کتاب سے یہ ۹۰۰ھ ہجری درج کی گئی بصورت صحت تطبیق
یون ممکن ہے کہ آغاز تعمیر ۹۰۰ھ ہجری مین ہوکر کام تعمیر ۹۰۸ھ ہجری کو ختم
ہوا ہو۔ پس دونون قول باعتبار اسنین درست وصحیح ہوگئے ورنہ ظاہر ہے
کہ بمقابلہ کتبہ عمارت کوئی قول مخالفت بلا دلیل و ماخذ قابل اعتبار نہین
ہوسکتا مگر عہد حکومت اور نام بادشاہ مین وہی اختلاف باقی ہے بعض اشعار
کتبہ مسجد مذکور یہ ہین

حمد و نعت

ای توانا از همه قا[illegible]	اگر بخواهی تاج بخشی بیشمار
ای تو کی[illegible]	ای برگدا داری کلاہ
زاهدان را گر بخواهی[illegible]	تو اہی روضہ جنت دہی

[illegible] یہ کتاب بسلسلہ تصانیف ہائے آنحضور ریاست[illegible]

۱۲۴۵۰

جملہ عالم را پناہی از تو خواہم ای الٰہ | بندہ را گر بخواہی مہر خود داری نگاہ
گر بخواہی اے کریا تاج بر ہر سر نہی | زندہ را جان ستانی مردہ را جا بدہی

در مدح ممدوح و تعمیر مسجد

ثانی از شمس و قمر آن مسجد گنبد نہاد | غانم الملک د ؎ عالم ہر زمان باشی تو شاد
این ست بیت اللہ مسجد جامع فرض نماز | وان دگر فردوس عالم روضہ خورشید ساز

یہ سات شعر منجملہ انیس[1] ابیات کے کہین کہین یا دنی تصرف لفظی درست کرکے پیش کر دیے۔ تین اشعار غلط و غیر موزون بغرض صحت بیان مذکورۂ بالا درج حاشیہ کیے گئے اور جو ان سے بھی بدتر بدخط بالکل ناموزون تھے وہ پانچون شعر ترک کر دیے اور اشعار ترک شدہ درمیان و آخر کے تھے یہ اشعار منقولہ بھی ترتیب وار نہین ہین ان مین شاعر کا نام و تخلص بھی نہین اور اگر ہو تو پڑھنے مین نہین آیا نواب غانم الملک دو جگہ اشعار مین آیا ہے جس کو لوگ غلطی سے عالمگیر پڑھتے ہین اس کے سوا ایک مسجد

[1] منجملہ ان کے غیر موزون اشعار یہ ہین۔ عہد سلطان السلاطین شاہ سلطان غیاث؎ مسرورتاج شاہان شہاست ؎ برخت این خجستہ مسجد گنبد دارد مدار ؎ ملک ضی این ست بہچو مقطع نا؎ مخاطب شد زحضرت شاہنشاہ ؎ نام خود در ملک کرد از قدرت آلہ ؎ ممکن ہے کہ کچھ تصرف ہو جائین مگر مجھکو کیا حق تصرف ہے ۲؎ شاہ سلطان غیاث مندرجہ ست نا؎ بادشاہ ہے۔ لفظ ملک ضی مندرجہ مصرعہ حاشیہ سے رضی الدین وغیرہ

بعہد سلطنت جہانگیر بادشاہ متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۶ھ ہجری تعمیر کی گئی تھی - یہ مسجد صفحۂ ہستی سے ملیا میٹ ہو گئی بجز نام مندرجۂ اوراق مثل دورہ بابتہ ۱۲۶۵ھ اور مسودہ ہذا کے باقی نہیں ہا غالبًا وقت دورہ جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین نوالیہ عالیہ ریاست بھوپال ۱۲۶۵ھ ہجری تک یہ مسجد قائم و موجود ہو گی - افسوس ۶۵ سال گذشتہ قلیل عرصہ کے اندر یہ عالی شان عمارتہائے مسجد وغیرہ قلعہ سے ہمیشہ کیلیئے فنا ہو گئین

عمارات مندرجہ بالا کے سوائے بعض عالی شان اور عمارتین بھی اس قلعہ مین جانب غرب وسط قلعہ سے ذرا ہٹی ہوئین موجود تھین جنکا تقریبًا چالیس سال کی مدت ہوئی کہ بہ حکم تقلب دہر صدمۂ برق کے ہاتھون میر بخشی حافظ محمد حسن خان صاحب بہادر مرحوم نصرت جنگ سی - آئی - ای کے عہد نظامت اور محمد نور اللہ خان ولایتی کے زمانہ قلعداری مین جمعہ کے دن بوقت خطبہ خوانی ان عمارات کو بیخ و بن سے قلع و قمع کر دیا - بڑی خیریت یہ ہوئی کہ محافظ سپاہی وغیرہ سب لوگ مسجدون مین مجتمع تھے ورنہ بہت سے مسلمانون کا تلف ہونا یقینی امر تھا - جہان یہ واقعہ پیش آیا تھا وہان کئی بیگہ اونچی پہاڑ کی مسافت مین اب ایک غار ہو گیا ہے ان آثار کے مٹانے اور توڑنے میں زیادہ مدد ملی کہ جس عمارت پر بجلی گری تھی وہ میگزین کے زاہدان راگذر رہے اور اس کے اندر کوٹھون مین اور تہ زمین دوز مکانات کا سامان سابق کا جمع کرایا ہوا ذخیرہ گولہ بارود و اجناس وغیرہ ہزارون من مقدار مین رکھا ہوا تھا - جو بجلی

له یہ تا ... نصاب

(Margin note: [illegible])

سے زائد آثار اور عمارات قدیم و اموال کی بربادی کا باعث ہوا۔ مدتون تک
یہ گولے سات آٹھ میل کے فاصلہ پر لوگون کو جنگل اور کھیتون مین دستیاب
ہوے ہین اور اب بھی کبھی مل جاتے ہین ممکن ہے کہ یہ مسجد جہانگیر بھی
جسکا باوجود زمانۂ قرب کے تاریخی شہادتون سے اب پتہ نہین چلتا اُسی جگہ
پر ہو اور اُسی صدمہ سے نیست و نابود ہو گئی ہو۔ مگر افسوس کہ گزیٹر ریاست
بھوپال مین کہین اس واقعہ ہائلہ کا ذکر تک نہین کیا گیا ہے۔ خلاصہ
یہ کہ عمارت مدرسہ مذکور جسکو اب بارہ دری کہتے ہین اسکے مغربی گوشہ
اور خوبصورت مسجد مذکور ملحقہ کے گوشۂ جنوب مین ایک مزار ریختہ سنگین
چونہ و گچ کا حجرہ نما موجود ہے اس کی ہر سمت سنگین دیوارین بلند
بلا چھت کے ہین۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت پیر صلیح الدین رحمۃ اللہ علیہ
کا مزار ہے جو بہت بڑے نامور صاحب ملک و فوج ہند و رئیس تھے
جو اپنی خوشی سے مسلمان ہو کر مجاہد و غازی رہے اور جابجا غزوات
مذہبی کرتے رہے اسی مزار کے اندر گنجائش بقدر دالان کے ہے کیا
عجب کہ پہلے مُسقف ہو مگر اب چھت نہین رہی بالین مزار پر پرانا تناور
درخت نیم قائم ہے اس کے دو ور آمد و رفت کے سنگین مشرق رویہ
موجود ہین۔ اسی قدر دفتر گزیٹیر مین " لکھا ہے زیادہ حال معلوم
نہ ہو سکا رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے مزار مبارک پر ہر اک زائر کے دل پر عجیب دلچسپی
و کشش قلبی اور ذکر الٰہی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ راقم اوراق ہذا
بھی اس مزار منور پر بغرض فاتحہ خوانی بار ہا حاضر ہوا قلب پر عجیب

مزار حضرت پیر صلاح الدین رح

کیفیت نورانی پائی۔ اسکے سوا اور بھی زیارات مقدسہ بزرگان دین کے
قلعہ مین جا بجا ہین ۔جنکا کچھ نام وحال معلوم نہ ہوسکا ۔ ایک گنج شہیدان
بھی اندر قلعہ جانب دروازہ مشرقی مثل چبوترہ سنگین بلاچونہ بنا ہوا ہے
اس قلعہ کے مشرقی راستہ پر تین دروازہ آمد ورفت کے ہین ہر دروازہ مین
تین تین گھونگٹ دار دیوڑھیان مختلف سمت راستہ کو چکر دے کر پیچ در پیچ
قائم کی گئی ہین بابت تفصیل دروازہ جانب مشرق ہین جنکو شمالی بھی کہتے
ہین ۔ دو ڈیوڑھیان تین دروازے ہین ۔ہر دروازہ شرق وغرب رویہ
ہے ۔نمبر ۲ و ۳ دروازہ اندرونی پر سہ درہ مکانات زیروبالا سنگین بغرض
آسائش سپاہیان پہرہ و نوبت خانہ تعمیر ہین ۔نمبر ۳۔ دروازہ اندرونی پہ
مشرقی دونون بازو پر تین کتبہ بخط ہندی لکھے ہین جس کو بوجہ زبان
کہاجاتا ہے جسکے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ بعد تعمیر یہ عبارت کندہ کی گئی ہے
اور دو دروازے گاڑی دروازہ کے نام سے مشہور ہین ۔ یہ دونون
جنوب وغرب قلعہ کی جانب ہین ایک دروازہ کا حصۂ بالائی منہدم ہوگیا
دوسرا دروازہ اندرون قلعہ بھی جا بجا شق ہوگیا ہے لہذا پتھر چنوا کر مسدود
کرادیا گیا اسی کے قریب ڈولہ ڈولی دونون تالاب موجود ہین غالبًا ان ہی
ہر دو دروازہ سے آمد ورفت گاڑی وغیرہ باربرداری کی سابق مین ہوتی ہوگی جو اسی نام
سے مشہور رہے اور تین دروازے بجانب غرب ہین ۔ یہ سب آٹھون دروازہ محرابدار بہت
بلند ہین سب مین کواڑ لکڑی کے مضبوط لگے ہین بڑے بڑے کیلے آہنی
جڑے ہین ہر سہ راستہ پہ قلعہ کا ہر دروازہ ایک دوسرے سے تخمینًا

یون فرلانگ پر ہوگا۔ نوان غالبًا چور دروازہ ہے جو بذریعہ سرنگ واقع گوشہ جنوبی حصہ صحن مسجد شیر شاہی سے شروع ہو کر ایک بن غار کوہ مین بجانب سیتا تلائی ختم ہوئی ہے یہان بھی دروازہ بیرونی قائم ہے چور دروازہ بیرونی بوجہ کثرت جھاڑی خاردار و راستہ دشوار گذار کے مین بچشم خود نہین دیکھ سکا جسکا مجھکو سخت افسوس ہے اور سرنگ مین نے بچشم خود دیکھی ہے یہ سرنگ پختہ ہے صحن مسجد سے تین چار زینہ اُتر کر محرابی دروازہ زمین دوز مثل کمان کشیدہ کے بلند ہے اندر سرنگ دونون جانب دالان در دالان سنگین دیوار پر کھمبین پتھر برابر چھت پٹی ہے اور راستہ سنگین اور اسقدر وسیع ہے کہ تین چار آدمی صف بستہ بخوبی جا سکتے ہین لیکن غلیظ درندگان صحرائی اور نجاست چمگادڑون کے ڈھیر لگے ہین اور سخت بدبو ہے اور بے حد تیرہ و تار ہو رہا ہے پیشتر اس سرنگ مین متعدد روشن دان و جھرو کے ہوادار ضرور ہون گے مگر اب مسدود ہین۔ اس سرنگ کا طول غالبًا ڈیڑھ دو میل پہاڑ کے اندر سے ہے چھت اندر سرنگ پتھر اور چونہ سے مضبوط کردی گئی ہے اوپر سے بدستور پہاڑ قائم ہے یہ دروازہ اندرونی صحن مسجد مین مشرق رویہ اس طرح واقع ہے کہ اگر ایک پٹہ پتھر کا اوپر سے رکھدیا جاوے تو سرنگ بالکل چھپ جائے اور صحن ہموار مسجد کا معلوم ہوا ور سرنگ کا کچھ پتہ ونشان نہ معلوم ہو۔ یہ سرنگ پیچ در پیچ مثل نقش رفتار سانپ کے بل کھاتی ہوئی چلی گئی ہے۔

غرضکہ یہ جملہ نو دروازہ آمد و رفت قلعہ کے ہوے جو چار راستون قلعہ

منقسم ہین - تاریخ بھوپال مین صرف نو دروازے قلعہ کے بالاجمال لکھے ہین
جن سے شبہہ ہوتا ہے کہ فصیل قلعہ مین ہر چہار جانب نو راستے آمد و رفت قلعہ
کے ہون گے لہذا ہم نے صراحت کر دی کہ راستے چار ہین اور دروازے
نو یعنی راستہ شرقی و غربی مین تین دروازے اور دو گاڑی دروازے
اور ایک چور دروازہ براہ سرنگ ہے - اور جانب جنوب مین بھی تین
دروازے مع دو ڈیوڑھیون کے ہین - اس دروازون پر بھی آسائش سپاہیان
کے لیے متعدد کمرہ موجود ہین -

میرا تجربہ ہفتاد سالہ یہ ہے کہ جو امرا خصوصًا والیان ملک و سلاطین اپنے
ملازم اہلکاران سے کسی فن تاریخ وغیرہ کے کتاب محققانہ لکھواتے ہین
اور اہلکاران کو بغرض تحقیقات و چشم دید واقعات کے لیے سفر بھی کرنا
پڑتا ہے تو اکثر اہلکارون کی تحقیقات کا مدار معمولی لوگون کی بیان زبانی
پر زیادہ مبنی ہوتا ہے - اول تو خود تکلیف سو پچاس قدم رنجہ فرمائی سے
جی چراتے ہین اگر چلے بھی گئے تو نہایت بے توجہی سے نظر ڈالی اور واپس
ہوئے اور ضابطہ کی خانہ پری کر کے عمدہ کتاب بصورت آراستہ
پیش کر دی کچھ الفاظ مدح ممدوح مین مثل قدردانی علوم و فضائل
سخاوت و شجاعت شاعرانہ لکھ کر خوش کر دیا اور مورد تحسین و آفرین اور
مصدر انعام و احسان شاہی ہو گئے - بشرطیکہ اس کتاب مین دو چار
باتین خلاف عقل و فطرت حیرت انگیز عمدہ پیرایہ عبارت مین قرینہ بھی
درج کر دی جائین اور زبانی اپنی محنت شاقہ کا اظہار آب و تاب

کیا جائے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان ملازمین کو اس کام یا فن و علم سے کچھ مناسبت و دلچسپی بذاتہ نہیں ہوتی - اب محنت و توجہ کون کرے صرف تعمیل حکم حاکم ہوگی اور ضابطہ کی تکمیل کردی بس قصہ تمام ہوا - لہذا ایسی کتابیں تاریخ نگار کی نظر میں ہرگز قابل وقعت و لائق اعتبار نہیں ہوتیں گو نام بڑا ہو گیا کہ خاص حکم و اہتمام شاہی سے یہ کتاب لکھی گئی ہیں ایسی نسبت شاہی سے کتاب باقاعدہ مستند ہوگئی ہندی مثل سچ ہے - اونچی دوکان پھیکا پکوان - اس قسم کی کتابیں محققین کی نظر میں مجموعہ تلفیق الاکاذیب و اضغاث الاحلام سے زیادہ وقیع ہرگز نہیں ہو سکتیں - یہی وجہ ہے کہ اکثر کتب خانہ شاہی کی وہ کتابیں جو نہایت خوشخط و دلکش مذہب و مطلا ہوتی ہیں اکثر صحت سے معرا دیکھی گئیں - اس میں امرا و سلاطین پر بھی الزام ہے کوئی اور بعدم تدبر قول حکما بکل امر رجال کا عائد ہو سکتا ہے - یہ لحاظ نہیں فرماتے کہ کوئی علم فقہ و حدیث کا ماہر ہے تو کیا ضرور ہے کہ فن ریاضی و سائنس یا علم تاریخ و جغرافیہ میں بھی فرد کامل ہو - پس ایسا ہی حال تاریخ بھوپال کا ہے کہ مولانا محمد عباس صاحب شروانی تاریخ نگار نے پردے کا غذات سرکاری و اخبار سماعی گھر میں بیٹھ کر بلا تحقیق بعض واقعات تحریر کر دیے اگر کسی امر کی تحقیقات کی تفتیش آئی تو حکام متعلقات سے بذریعہ تحریر دریافت کر لیا حکام نے کسی سپاہی یا چپراسی وغیرہ سے دریافت کر کے جواب بھیجدیا - مولانا نے غالباً کبھی کسی مقام کے معائنہ و تحقیق کی غرض سے کوئی سفر نہیں فرمایا - یہی حالت اس سے کچھ کم زیادہ کتاب گوہر اقبال

کی ہے اگر جانچ ہو تو یقیناً صد ہا کھلی افراط و تفریط ظاہر ہو گی جس پر
لاکھوں روپیہ ریاست کا صرف ہو گیا۔ اور اب بھی برابر صرف ہو رہا ہے
جس کے لیے جدا دفتر اور مستقل اہلکار ملازم و نامور ہین۔ افسر دفتر کو
اپنی ذات سے کسی سفر کے بغرض تحقیق و معائنہ کبھی ضرورت بھی نہین
ہوئی۔ حالانکہ اگر مصیبت سفر تاریخ نگاری برداشت کرتے تو بھوپال
کے عجیب و غریب قدرتی پہاڑی مقامات یقینی و ضروری ہوتی جو عجائب
و غرائب سے خالی نہین ہین۔ یہی حالت تقریباً اسوقت بعض بڑے
عہدہ داران محکمہ تاریخ بھوپال کی ہے جنکو صرف سفارش نے ممتاز
کر دیا ہے۔ ورنہ سچ پوچھئے تو یہ بات جامع دنیا کہ از ہنر خالی ست کا مضمون
راست آتا ہے۔

بہرحال تاریخ بھوپال مین قلعہ کے نو دروازے باجمال لکھے ہین
ہم نے اپنی یاد پر بہ مراجعت تمام بغرض رفع التباس بہ شرح درج کر دیے
اندر قلعہ کہین کہین آراضی قابل کاشت بھی ہے جس مین اکثر جوار
و مکا پیدا ہوتی ہے قلعہ مین پختہ کیان تیس ہر چہار اطراف مین بلند
مقامات پر ملحق فصیل موجود ہین جنپر غالباً فوجی جنگی پہرہ مسلح ہر وقت
مستعد رہتا اور کوسون کی نگرانی آمد حریف و مخالف کرتا ہوگا۔ اسوقت
قلعہ کی پختہ و سنگین دو سطح برج تیرہ موجود ہین۔ ہر برج مین کئی
توپون کے رکھنے اور فائر کرنے کی بخوبی گنجائش ہے۔ اندرون قلعہ
علاوہ مکانات رفیعہ کے رقبہ آراضی چار سو اسی بیگھہ پختہ ہے۔ یہ قلعہ

بیضاوی مستطیل شکل کا ہے اس قلعہ کا دور گردش بیرونی تخمیناً ڈھائی تین
میل کے ہوگا۔ اب فصیل و بروج قلعہ ہر سال خصوصاً برسات مین گرتے
جاتے ہین۔ اس کی اندرونی عمارات عالیہ متذکرہ دور فصیل و بروج قلعہ پر
جابجا بڑھ و پیپل اور دوسری جنگلی تناور درخت بہت سے قائم ہوچکے ہین
اور اکثر جگہ دراز دَرو دیوار اور چھتون مین پڑ گئے ہین کاش مقامی حکام
ضلع و پرگنہ اس پر بھی کچھ توجہ فرماتے تو یہ آثار قدیمہ بہت کچھ زمانہ آیندہ
کیلیے یادگار رہنے رہتے۔ پیشتر بعہد نوابان سابق سنہ ۱۲۰۰ ہجری سے ہر وقت
دو ہزار گولہ انداز علاوہ جمعیت سوار و پیادہ معہ میگزین و آلات حرب و
ضرب وغیرہ موجود مستعد جنگ رہتے تھے اور بہت سی توپین چھوٹی
بڑی و میدانی قلعہ شکن موجود تھین۔ مگر عہد جناب نواب سکندر بیگم صاحبہ
مرحومہ مین اُن کے زمانۂ وفات سنہ ۱۲۸۵ ہجری تک اُن کی تعداد گھٹ کر
صرف ڈھائی تین سو مسلح سپاہی حاضر باش رہتے تھے۔ جو گشت و گرداوری
علاقہ جنگل و آبادی بغرض نگرانی بدمعاشان کرتے تھے۔ عہد حکومت جناب نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان مین آخر روز حیات یعنی ۲۸ صفر سنہ ۱۳۱۹ ہجری
مطابق ۱۶ جون سنہ ۱۹۰۱ء تک صرف پچاس ساٹھ سپاہی و قلعدار وغیرہ مامور
رہے۔ اسوقت تک کچھ تھوڑی بہت ضروری مرمت قلعہ بھی ہوتی رہتی
تھی سب سے آخر ذمہ دار باضابطہ قلعدار محمد زمان خان ہوے اور
بعد کو جو قلعدار رہے وہ صرف براے بیت نام کے قلعدار تھے اُن کا
کام صرف امدادی پولیس تھا۔ اب اس عہد مبارک ہر ہائنس جناب نواب

سلطان جہان بیگم صاحبہ والیہ عالیہ بالقابہا دام سلطنتہا صدرنشین ۷ ربیع الاول
۱۳۱۹ ہجری مطابق دوم جولائی ۱۹۰۱ء مین جس کو زمانہ تحریر کتاب ہذا
یعنی سنہ ۱۹۱۹ء مطابق ۱۳۳۸ ہجری تک ۱۹ سال کی مدت ہوتی ہے بوجہ
کمال حسن انتظام ملکی باجراے قوانین انگریزی عدالتی وعطاے خطابات
بالفاظ انگلش وآرائش کو ٹھیات بہ قرینچہ یورپ فیشن جس نے ایشیا کو
بقطع ووضع لباس وطرز معاشرت وغیرہ مین نمونہ بکمال حسن وخوبی یورپ کردیا ہے
ورجس سے انتہا درجہ کی بیدار مغزی وروشن ضمیری ووسعت خیالی
حضرت ملکہ جہان آرا کی بخوبی ظاہر ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کا اطمینان
قابل حکام انگریزی دان کے ملازم رکھنے سے ہوگیا۔پس معمولی سپاہیان
قلعہ کی کوئی حاجت باقی نہین رہی اور یہ سلسلہ داشت سپاہ بلکل موقوف
کردیا گیا۔گو پہاڑ جنگل گنجان کیسے ہی خوفناک ہین مگر ہیبت قانون سلطانی
سے چور ڈاکو وراہزن وغیرہ سب خوف زدہ رہتے ہین۔اب تمام قلعہ
بالکل ویران مقام ہو حق ہوکر مسکن خاص خوفناک درندان صحرائی کا
بن گیا ہے اس قلعہ کے تین جانب مشرق۔مغرب۔شمال مین پہاڑ
بہت دور تک اسطرح ڈھلوان چلا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی مخالفانہ دیوار
قلعہ تک پہونچنے کا قصد کرے تو کسی طرح پہونچنا ممکن ہی نہین نہ کسی
سپاہی قلعہ کی نظر سے مخفی رہ سکتا ہے اگر پچاس ساٹھ ہزار فوج مخالف
ایکدم قلعہ پر حملہ آور ہو تو صرف چار ہزار سپاہی قلعہ کے سب کو آسانی
دفع وہلاک کرسکتے ہین۔ہرسہ اطراف مذکورہ مین کوئی جگہ قابل پناہ حملہ آور

سکے نہین ہے کوسون میدان کف دست صاف ہے کہین باہر سے قلعہ پر
زد کی کوئی لاگ نہین ہے - مگر ہان اسی قلعہ کے پہاڑ کا وہ حصہ و شاخ
جو جنوب کو مسلسل دور تک چلا گیا ہے اُسپر سے ضرور برابر کا مقابلہ طرفین
کو ممکن الوقوع تھا اور حصہ بلند پہاڑ پر سے فوج بیرونی کو آسان تھا کہ حملہ
سخت کرکے دیوار فصیل قلعہ پر قابض ہو جائے اس واسطے واقف کاران
فنون جنگ مالکان قلعہ نے اس حصہ کو بقدر تین چار جریب یا کچھ کم زیادہ
بدستکاری سنگ تراشان ماہر و چابکدست زمین کے برابر کر دیا - اس ترکیب
سے فی الجملہ حفاظت تو ضرور ہو گئی تاہم اندیشہ و خطرہ مخالفت سے خالی
نہین - یہ پتہ چلنا دشوار بلکہ محال ہے کہ یہ سنگ تراشی کس عہد مین کیے
گئے تھے - غرض کہ یہ قلعہ زمانہ راجگان قدیم و شاہان سلف مین ایک عجیب
پری پیکر و زہرہ تمثال دلبر ستم شعار جان ستان لیلی کرشمہ ساز سمجھا جاتا ہے شاہان
و شجاعان و سرکشان ہمت بلند سمجھا جاتا تھا اور ہر اولی الامر جو الفت اسکی
اور وصال کا مضطربانہ متمنی ہو کر اپنی جان عزیز تک مجنون وار قربان کرنے
مین دریغ نہ کرتا تھا - اور یہ پری پیکر سنگ دل کبھی اس کی جانب گوشہ چشم
یا نظر غلط انداز سے توجہ کرنا بھی روا نہ رکھتا تھا - اللہ اکبر جل جلالہ
سلطان تک اس نو عروس پر غرور نے کیا کرشمہ و ناز و عشوہ انداز تھی کہ بڑے بڑے
سلاطین نامور اسکی عشوہ ناز معشوقانہ کے بدل و جان شیدا و مشتاق ہو کر
دور ہا کوس کا سفر دشوار گذار بسر و چشم مستانہ وار بسینہ فگار رہ طے
منازل سخت و کوہ و دریا و دشت آتے اور اس کے ایک جلوہ ناز

اور اپر کروڑون کی دولت ہزارون لاکھون جانین عزیز بے بہا و بیش قیمت نثار کرنا بھینٹ چڑھانا اپنا باعث فخر و مباہات جانکر قیام وصل و تعیش گوشۂ قلعہ کو اپنا سرمایۂ ناموری و مسرت و عشرت حیات جاودانی تصور کرتے آج وہی نوعروس رعنائی و دلربائی حجلہ نشین ہزار حسن برنائی ایسی کس مپرسی و بے قدری کے عالم مین ہے کہ کوئی اس بیوہ ہزار شوہر کی جانب نظر غلط انداز ڈالنا بھی پسند و گوارا نہین کرتا (فاعتبروا یا اولی الابصار -) خلاصہ یہ کہ اب قلعۂ ویران شکستہ کی اک گوشہ گنجان جنگل مین قوم کولی کے صرف چار پانچ خام جھونپڑیان گھانس پھونس کویلو (کھپریل) وغیرہ کے ہین اور وہی کولی سکونت پذیر ہین غالبًا یہ قوم کولی دو سو برس سے رہتی ہون گی - اب یہ لوگ پیشۂ مزدوری و سنگتراشی و تعمیر و ہیزم کشی غلہ کرتے ہین خیال ہے کہ اگلے قلعداروں نے بغرض آبادی و خدمتگزاری وغیرہ کے قلعۂ مین آباد کر لیا ہوگا . باقی اللہ اعلم خیر سلا- اب تو بجاے پہرہ چوکی سپاہیون کے شیر تیندوے ریچھ شبانہ روز گشت وگرداوری کرتے رہتے ہین اور ایوانہاے شاہان مین لہذا عنت تمام رہتے و بستے ہین او ان مین بکثرت بیٹ ابابیل و چمگادڑان اور مکڑیونکے جالے جابجا بہت ہین (للہ در ملن قال) سے

پردہ داری میکند در قصر قیصر عنکبوت ٭ بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

اس وقت اس قلعۂ مین صرف پانچ ضرب توپین کس مپرسی کی حالت مین بلا ترتیب منتشر کھلے میدان مین جابجا پڑی ہین - میرے محب مکرم

منشی محمد عبد الرزاق صاحب کان پوری مولف تاریخ البرامکہ و کتاب نظام الملک طوسی حال تاریخ نگار بھوپال کی ایک تحریر مورخہ سنہ ۱۹۰۹ء مندرجہ شرح توپ موجودہ قلعہ حسب ذیل مجھکو ملے - بہ شکر گزاری ذیل درج کرتا ہون - لحاظ رہے کہ بعض توپین اپنی کمال قوت سے شق و بیکار ہوگئی ہین -

نمبر ۱ اول - توپ اندرون قلعہ نزد محلات شاہی قطر دہن چھ انگل - طول سات ہاتھ - جس پر نقشہ بخطوط چوخانہ کھینچ کر یہ عبارت مندرجۂ ذیل لکھی ہے - پہلے خانہ مین - بسم اللہ الرحمن الرحیم - لکھی ہے - پھر دوسرے - تیسرے چوتھے - پانچوین خانہ مین - نصر من اللہ و فتح قریب) و بشر المومنین بشرا) رضوان - رحمان) در عہد نواب شیر محمد خان صاحب بہادر فتح جنگ) وزیر انتظام کاری وزیر محمد خان صاحب - وزیر الدولہ) باہتمام - رضاے (رضاعی) سلطان خان بہادر کارخانہ ملک روم -

نمبر ۲ نمبر (۲) توپ موسومہ عبارہ - قطر دہن چودہ انگشت - طول دو ہاتھ جسپر عبارت ذیل ہے - دیوان صاحب چھوٹے خان بہادر شمشیر جنگ باہتمام سلطان خان کارخانہ ملک روم - ضرب بھوپال تاریخ غرہ رجب سنہ ۱۲۰۰ ہجری مطابق سنہ ۹۷ فصلی - اسوقت دم تحریر تاریخ ہذا کہ سنہ ۱۳۳۷ ہجری بحساب قمری ایک سو سینتیس ۱۳۷ سال ہوے -

سلہ غالباً یہ نواب شیر محمد خان والد امیر محمد خان ولد نواب وزیر محمد خان بہادر ہون ۱۲
سلہ نواب چھوٹے خان چیلہ نواب حیات محمد خان صاحب صدر نشین سنہ ۱۱۹۲ھ ہجری کے تھے - اور دیوان ریاست ہوگئے اور تمام کام فوجی مالی انتظامی اپنے قبضہ مین کرلیا - کیونکہ بیحد دانشمند تھے انہیں کے بعد سخت جنگ خارج البلد کردیا - حسن تدبیر سے رعیت شاد ملک سرسبز آباد مابین شہر و محلہ جہانگیر آباد کے انکا بنوایا ہوا ابتک موجود ہے شہر پناہ بھوپال کی انکے اہتمام سے

نمبر۳

نمبر(۳) یہ توپ قریب دروازہ جنوب قلعہ ہے - قطر دہن سات انگشت طول پانچ ہاتھ -

نمبر۴

نمبر(۴) یہ توپ موسومہ خدا بخش ہے قطر دہن سات انگشت - طول سات ہاتھ اس کے نام سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ توپ کسی جنگ مین مخالف سے چھینی ہوگی - یا نام توپ ساز کا ہو وغیرہ وغیرہ واللہ اعلم - اس توپ پر بھی نام کندہ ہے -

نمبر۵

نمبر(۵) توپ موسومہ (علی مدد)[1] قطر دہن سات انگشت - طول سات ہاتھ یہ پانچون توپین قدیم وضع کی بہت پرانی اور بھاری ہین - ان کا گولہ میل ڈیڑھ میل تک غالبًا جاتا ہوگا جسکو اسوقت کی ترقی سائنس یعنی (طبیعات یا حکمت عملی) مغربی کی نوایجاد اسلحہ جنگ خصوصًا یورپ کی نوایجاد اتواپ اور زیپلن ہوا باز - یعنی جنگی غبارے و طیارے نے انکو بیکار محض کردیا ہے - کیونکہ ان جدید توپون کے ذریعہ سے گولہ اسی نوے میل تک بلکہ زیادہ فاصلہ پر پہونچکر ہوا مین بلند ہو کر پھٹتا ہے جس سے ہزارون لاکھون زہریلے آہنی ریزے ہوا مین منتشر ہو کر تین چار میل تک اطراف و گرد فوج مخالف پر مینھ کی طرح برس پڑتے ہین - گولے کا وزن اکتیس من اور تین چالیس سیر اور سیر اسی تولہ انگریزی کا ہوتا ہے اور اس کے سوا زیپلن یعنی طیارہ جنگی جو دس بارہ ہزار فٹ یا کم و بیش بلندی ہوا پر سے لشکر مخالف پر بڑا خوفناک آتشباری کرتا ہے یہ الیمن سبب آتشباری ہوتی ہے

[1] اسپر لفظ علی مدد کندہ ہے ۱۲

کہ جس کے خوف سے جن پری بھوت بھی الامان پکارتے ہوئے بصورت
شعلہ جس فرار و روپوش ہو جاتے ہیں اور مزید قیامت یہ کہ ایک منٹ کے
اندر توپ و بندوق وغیرہ کے سو فیر سے زیادہ بتواتر ہو سکتے ہیں اور
گیس زہریلے مہلک ہر قسم کی بکثرت ایجاد ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں جس
سے دو سو میل تک فوج حریف مخالف بیہوش یا ہلاک و تباہ ہو جاتی
ہے ہرچند کہ پہاڑ بلند درمیان میں حائل ہو جیسا کہ انگریزی و اردو
اخبارات خاص لندن و ہندوستان زمانہ جنگ عظیم یورپ سے بخوبی
ظاہر ہوتا رہتا تھا - اور سرکاری یعنی برطانیہ اخبار لکھو بردار ہفتے وار
مطبوعہ لندن سے بتائید تمام اشاعت ہوتی رہتی تھی - یہ جنگ عظیم
سخت جانستان تمام ملک یورپ جنوبی فرانس بورپین والساس وغیرہ
و ہر چہار اطراف عالم روس ملک روم و مصر وغیرہ اور ایران و ترکستان
وغیرہ میں ۲۰ جولائی ۱۹۱۴ء کو شروع ہوئی تھی اب کہ ختم سال ۱۹۱۹ء
کا قریب ہے باوجود گذر جانے چھ سال کے اب تک اثرات مہلک .....
..... جنگ قیامت خیز یورپ و ایشیا نے قریب پر پہنچ امن و امان
پائی جاتی ہے کروروں قیمتی جانیں اس جنگ بد انجام کی بھینٹ چڑھ
چکی ہیں اور پدموں کی تعداد میں دولت کروروں ملین صرف ہو گئی
اس جنگ یورپ کے زہریلے اثر سے تمام مغرب و امریکہ ممالک تو ویران
رستخیز ہو ہی چکے تھے - افسوس کہ ایشیا و افریقہ و افغانستان ہند
چین و جاپان وغیرہ میں بھی خون کے دریا بہہ گئے - اخبارات سے ظاہر ہے

جنگ عظیم یورپ ۱۹۱۴ء

کہ دو کروڑ سے زیادہ[1] خاص میدان جنگ یورپ مین جانین تلف و ہلاک ہوئین اور افریقہ
وایشیا و قریبہ وغیرہ مین لاکھون قیمتی جانین ابھی تک برابر تلف ہو رہی ہین
گو اصل جنگ جرمن وانگلستان وفرانس سنہ ۱۹۱۹ع[2] کے ساتھ ختم ہوگئی مگر
ایشیا مین خون ناحق کے سمندر بدستور بحالت طغیانی جوش زن ہین۔
گو بفضلہ تعالی ہمارا ہندوستان بوجہ فاصلہ بعیدہ تعدادی آٹھ ہزار میل
کی مقام جنگ سے بھی زیادہ دور ہی ہے مگر اس جنگ کی بدولت ننگے بھوکے نان شبینہ
کو محتاج ہوگئے اب ملک ہند سے امیر وغریب کا امتیاز جاتا رہا اور قیامت
یہ کہ تمام رعیت دن رات وبا طاعون وبخار انفلوانزا اور برسون کے
قحط اور ہر ایک شے ضروری کی گرانی اور چندون سرکاری کی روزافزونی
روزانہ کا مقابلہ عاجزانہ وبیتابانہ کرتے کرتے بالکل تباہ وبرباد ہوگئے
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عظیم الشان سلطنت روس کا تو بالکل بحالت زار
کچومر ہی نکل گیا خاندان شاہی ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹ چکا اور
اور آسٹریا کا خاتمہ ہوگیا اور کئی اور چھوٹے بڑے خود مختار بادشاہ آزاد
ملک یورپ کے جیسے سرویہ ماننی نگرو۔ رومانیہ بلجیم وغیرہ اور دو تین

---

[1] بعض ماہرین یورپ کا مقولہ ہے کہ چار کروڑ سے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے ۱۲
[2] غالباً اسی سال جنگ کا خاتمہ ہوگیا قیصر جرمن بذاتہ حکومت ہالینڈ یورپ مین پناہ گزین ہوا
اس کی عظیم الشان سلطنت مثل حدود بہ ماتحت کے برائے نام باقی رہ گئی اور تاوان سے ملک تباہ
ہوگیا اس کا بڑا ذخیرہ جہاز ملک انگلستان وفرانس وبلجیم وغیرہ کی فوجون سے بالکل دگت حضرت بے
امریکہ کے فوج جو دو لاکھ تازہ دم کی امداد سے فتح یقینی کی خبرون کے مبدل شکست ہوگئی ۱۲ منہ

زمانہ زدہ ممالک افریقہ کے خراب و تباہ ہوکر دربدر خاک چھانتے پھرتے ہین اگر ہماری برٹش گورنمنٹ ملک یونان کی ہمدردی و دستگیری کرکے فوری ایکدم اپنا فوجی قبضہ بحری نہ کر لیتی تو وہ بھی یقینی جرمن کا ساتھ دیکر قطعی تباہ و برباد ہو جاتا۔ ہماری برٹش گورنمنٹ کی بہادری و خوش فکری و عاقبت اندیشی و پالیٹکس سے اب قدیم سرکش و مخالف بھی خائف و لرزان ہو چلا ہے اور چار چھ ماہ سے ہر بار پیام صلح پیش کرتا ہے۔ اکثر کانفرنس صلح مین جرمن کے ڈیلیگیٹ یعنی سفراے صلح شریک ہوکر کچھ نہ کچھ حیلہ جدید تراش لیتے اور بہ عیاری صلح کو ٹالدیتے ہین۔ جیسا کہ اخبارات سے ظاہر ہے۔ بہرحال اگر ہمارے رحمدل امن پسند برٹش گورنمنٹ کا دست شفقت اہل ہند پر نہ ہوتا تو ہماری حالت شادمانی و ثروت و صحت موجودہ کیا سے کیا ہو جاتی۔ اسی وجہ سے تمام رعایا ہندوستان بخلوص قلب حضرت باری تعالی مین اس مہربانی گورنمنٹ شفیق پرورست بدعاے

سلہ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء مین گورنمنٹ برطانیہ نے کمال ہوشیاری و فطانت ترکون کو بحیلہ مصالحت غافل کرکے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر اچانک فوجی قبضہ کر لیا اور سلطان وحید الدین پاشا موجودہ کو برائے نام اپنے زیر اثر بادشاہ قائم رکھا اور حسب مراد خود معاہدہ کرا لیا۔ نہ معلوم کہ انور پاشا وغیرہ نے مع چند ہمراہیان کیونکر نکلکر مقام انگورہ ایشیا کوچک مین جداگانہ حکومت قائم کی۔ گورنمنٹ نے شاہ یونان کو ملک سمرنا و تھریس وغیرہ ترکون کا دیکر زیر حملہ آور کرا دیا چو کئی سال سے آجتک خونریز سخت جنگ برپا ہے اور خود مخفی مدد دیتی ہے اگرچہ یونانیون کے سخت مظالم وحشیانہ عورتون بچون بوڑھون بیمارون پر اخبارات مین روزانہ مشتہر ہوتے ہین مگر کوئی مہذب سلطنت یا دعویدار علم و تہذیب پرواہ نہین کرتی یہ ادنی نمونہ تہذیب و روشن خیالی ہے اسپر دعوی ہمدردی انسانی بزور و شور ہوتا رہتا ہے بہرحال تمام اہل یورپ ایک ہی ہے کہ ان کی غرض ہے کہ ترکون کا خون بہا دینا مقصد با مقاصد ان غیر ملکی و غیر قومون کا مٹا دینا ایک ادنی کرشمہ تہذیب۔ دیکھئے کب اس تہذیب سے بیزار ہو کر وحشت تتار ہو لی ہے ۱۲ منہ

سال بھر یعنی ۱۱ - نومبر ۱۹۱۶ء سے ذریعۂ اخبار برابر سن رہے اور پڑھ رہے
ہین کہ جنگ ملتوی شرائط صلح درپیش ہین مگر آثار اس کے خلاف دیکھے
جا رہے ہین - غرضکہ اس وقت جنگ وصلح ایک معمائے لاینحل اور
مسئلہ پیچیدہ سائینس ہے - بقول منشی فاخر حسین صاحب فاخر تخلص
سہسوانی متوفی ۱۲ رجب ۱۳۳۵ھ ہجری مطابق ۱۳ - مئی ۱۹۱۷ء ع
غضب ہے خواب گونگے کا ہوئی ہے داستان میری + اور مصرعہ مرزا
غالب دہلوی بھی اس وقت حسب حال ہے - ع کچھ تو ہے جس کی
پردہ داری ہے ÷ - اگر یہ صلح ہو گئی تو دیکھنا یہ ہے کہ آیندہ کس کس
بے گناہ پہ آفت آتی ہے

شعر

شوخی سے ٹھہرتی نہین قاتل کی نظر آج
یہ برق بلا دیکھئے گرتی ہے کدھر آج

بہرکیف ہم کو ان اخبار ہے بے اعتبار سے کیا تعلق کیا عجب کہ یہ رموز
امور سلطنت ومصالح ممالک پر مبنی ہون - ہرچند کہ اس معاملہ پہ
بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ کچھ روشنی مزید ڈال کر ملک وقوم کو ہوشیار
وآگاہ کر دیا جائے مگر مصلحت وقتی ورعایت قانون شاہی سے زبان
کشائی وقلم فرسائی ناممکن ہے بہرحال خدا کرے - اس جنگ کا جلد
خاتمہ بخیر وصلح ہو - اور ہمارے حق مین بہتر نتیجہ نکلے - آمین یارب العالمین
الحاصل قلعۂ راٹسین کے مشرقی دروازہ پہ ایک کتبہ سنگین
بخط ہندی لگا ہے جسکا ترجمہ مثل دورہ بابتہ ۱۲۶۵ ہجرے جناب

نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ سے بجنسہ نقل کیا جاتا ہے (سمت ۱۵۸۵
بکرماجیت ماگھ بدی اسٹمی - سوم رام نام - سہدو مہاراج سری بھوس
کے بیسے میران چھو جو لو - جمنا گنگا ماے نونک ہین میران چھوٹے مہاراج
سری بھی دود) ہم اس عبارت فصیح و بلیغ سہل و ممتنع کا مطلب اپنے
ناظرین کے قابلیت و ذہانت فہم و ذکاوت پر چھوڑتے ہین کیونکہ مین
تاریخ نگار بوجہ پیرانہ سالی وقلت قابلیت علمی اس کے فہم سے قاصر ہن
رہتا تو معلوم ہو گیا کہ آج سمت ۱۹۷۶ ہین یعنی ۳۹۱ نوسے سال اس کتبہ
سنگین کو ہوے - آغاز حکومت انگریزی مین اکثر علاقہ مالوہ و بھوپال
و رائیسین وغیرہ پر جابرانہ حکومت جاہل و وحشی قوم پنڈارہ کی تھی
جن کا کام قتل وغارت و لوٹ مار ملک مالوہ و دکن وحدود کالپی
وغیرہ تک اکثر رہتا تھا - اور رئیس باوجود فوج و لشکران سے خائف
رہتے تھے - منجملہ دیگر مقامات کے قلعۂ رائیسین بھی ان کا امن و ملجا تھا
گرد و نواح کے بعض رئیس بھی ان کے خفیہ معاون و شریک تھے اور
مال حرام و غارت شدہ کے حصہ دار و سہیم - اس قلعہ کی وسعت
اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ بیس پچیس ہزار فوج مع ارشاء ئستہ معہ
اسپان و مواشی و اسلحہ و سامان ضروری جنگ مدافعانہ ہمینون بہون
بحفاظت تمام قلعہ بند و محصور رہکر مخالف حملہ آور سے بخوبی مقابلہ کر سکتے تھے
کیونکہ اس مین بقول صاحب تاریخ بھوپال اڑتالیس ٹانکہ طویل

سله ٹانکہ زمین دوز بڑے حوض کو کہتے ہین جو آب باران سے پر کیے جاتے ہین اور بلند سطح زمین کی برابر سے مسقف ہوتی ہین پانی نکالنے کے لیے اسمین بلحاظ وسعت جابجا دو تین یا اس سے زائد کنوئین کیطرح دہانہ پختہ بنادیے جاتے ہین ۱۲

عریض و عمیق پانی کی لبریز موجود ہین۔ مثل دورہ بابتہ سنہ ۱۲۶۵ ہجری مین بھی یہی تعداد درج ہے۔ مگر قدیم معمر لوگ کہتے ہین کہ ٹانکہ چوراسی تھے مگر بہت سے شکستہ و خراب ہو گئے۔ غالبًا وہ مثل دورہ مین درست و موجودہ ٹانکون کو ملاحظہ فرما کر تحریر کر دیا ہے۔

مین کہتا ہون محرر کاتب مثل سے تصحیف و تقلیب تحریر عدد بھی ممکن ہے کہ چوراسی کو عجلت مین اڑتالیس لکھ دیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

مین نے منجملہ ان ٹانکون کے پندرہ سولہ خود بھی دیکھے پھر بوجہ کسل و تمازت آفتاب و نشیب و فراز دشوار گزار پہاڑ کے زیادہ چلنے کی جرأت نہ کر سکا۔ علاوہ ان کے چار تالاب پختہ و سنگین بڑے بڑے اندر قلعہ بالائے کوہ بلند موجود ہین جو چشمہاے قدرتی و بارش سے ہمیشہ مثل چشم عشاق پر نم و مشکل دیدہ اطفال یتیمان لبریز و پر آب و غبار آلود رہتے ہین۔ غالبًا یہ ٹانکہ و تالاب مختلف اوقات مین متعدد سلاطین و والیان ملک نے تعمیر و تیار کرائے ہین۔ چنانچہ بعہد نواب[۱] حیات محمد خان صدر نشین بھوپال سنہ ۱۱۹۲ ہجری بڑا تالاب بہ اُکن نام اور اور بزمانہ نواب نظر[۲] محمد خان صاحب مسند نشین سنہ ۱۲۳۳ ہجری دو تالاب پختہ ڈرا و ڈوری نام تعمیر کیے گئے۔ اب ان کو عوام و خواص ڈولا ڈولی کہتے ہین وجہ تسمیہ و معنی الفاظ بادجود تحقیق قابل اطمینان معلوم نہین ہوئے

[۱] فقرہ تاریخ مسند نشینی (خدیو کشور بھوپال) سنہ ۱۱۹۲ ہجری۔

[۲] تاریخ وفات نظر محمد خان از نتیجہ ہے سال وفا تش گفتہ ہاتف بعدد کاسہ از نظیر الدولہ شد کم ۱۲۳۵ ۱۱۹۰ افز ۱۱

آپکا خطاب نظیر الدولہ تھا ۱۲۔

مثل دورہ ۱۲۶۵ھ ہجری مین ڈورانڈو ودی درج ہے ان مین یہ صنعت عجیب وغریب رکھی گئی ہے کہ ایک تالاب کا پانی دوسرے مین اور دوسرے سے پہلے مین خودبخود چکر لگاتا بل کھاتا لہرین مارتا پتھرون سے اٹکھیلیان کرتا ہر وقت شبانہ روز آتا جاتا ہے۔ تماشائی لوگ اسکا تجربہ یون کرتے ہین کہ ایک تالاب مین بانس وغیرہ کے مجوف لکڑی ڈالدی کچھ دیر مین وہ دوسرے تالاب مین پہونچ گئی اور اور پھر دوسرے سے پہلے مین جانکلی اور پانی ہر دو تالاب ہمیشہ جاری وساری رہتا ہے حالانکہ ہر دو تالاب باہم بہت کچھ نشیب وفراز رکھتے ہین جیسا کہ مثل مذکورہ بابتہ ۱۲۶۵ھ ہجری مدخلۂ دفتر کل سے ظاہر ہے اور یہ دونون تالاب مین نے بھی بارہا بچشم خود دیکھے ہین انجنیران یورپ بھی ان کو دیکھکر متحیر رہجاتے ہین یہ آمدورفت پانی کی پہاڑ کے دو کنارون کے اندر ہی اندر سے ہوتی ہے۔ ایک اور مسجد مضبوط سنگین قدیم موجود ہے کہا جاتا ہے کہ سلطان شیرشاہ افغان کی تعمیر کردہ ۹۵۱ھ ہجری کی ہے جو اپنے تزک واحتشام سابق پر بجاے خطبہ خوانی کے نوحہ خوانی کرتی ہے۔

یہ مسجد پانچ درجہ کی دالان در دالان ہے دو درجہ اندرونی مغربی بند کرادیے ہین۔ تین درجے بیرونی مشرقی کشادہ وروشن اور ہوادار ہین۔ چھت پتھرون کی بلند ہے ہر درجہ کے سات سات در ہین۔ کھم سنگین موٹے یک ڈال چہپہل بلند ہین طول اندر مسجد

چھبیس ۲۶ گز عرض ہر سہ درجہ کا ملا کر بارہ گز کا ۱۲ چہار دیواری اس مسجد کی مثل قلعہ کے بلند اور مضبوط ہے سامنے کے تین دروازے کی چھت کچھ گر گئی ہو زیادہ حصہ چھت باقی ہو درست ہو سکتی ہے۔ اسپر کوئی گنبد نہین بنایا گیا فرش و عرش اس کا سنگین ہے۔ اسی مسجد کے صحن سے سرنگ چور دروازہ بنائی گئی ہے جسکا ذکر اوپر گذر را۔ علاوہ ان مساجد مذکورہ کے اور بھی متعدد مساجد تھین جو اب شہید ہو چکی ہین۔ گاڑی دروازہ کے پاس اندرون قلعہ ایک عیدگاہ پختہ تھی جو اب مسمار ہو گئی مدرسہ اور گاڑی دروازہ کے درمیان ایک بڑا خوبصورت مندر بلند ٹیلہ پر ابتک بحالہ موجود ہے۔ سالہا سال بلکہ صدیون سے اس قلعہ کے اندر باہر تمامی پہاڑ پر نہایت گنجان جنگل قدرتی سیتا پھل یعنی شریفہ کا موجود ہے جن کو عوام چھیتا پھل کہتے ہین یہان کا شریفہ عمدگی و شیرینی و لطافت و شادابی وغیرہ مین دور و دراز حصص ملک ہند مین مشہور و معروف ہی جو تحفۃً امراے نامی و گرامی کو ذریعہ پارسل بواسطہ ریل وغیرہ بھیجے جاتے ہین

اس ریاست مین جا بجا علاقون مین عمدہ شریفہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اس پھل کو اہل ہنود سیتا پھل اس نسبت سے کہتے ہین کہ یہ پھل غالباً سیتا رانی زوجہ رامچندر و راجہ اجودھیا ملک اودھ کو زیادہ مرغوب تھا یا وقت واپسی راجہ رامچندر بعد ختم چودہ سال مدت بن باس کے یہ پھل یا درخت اپنے ہمراہ لائی تھی۔ پھر دنیا مین اس کا عام رواج ہو گیا اور جنگل کے جنگل اس سے ہرے بھرے ہو گئے اور

واقعہ بن باس راجہ رامچندر باعتبار تواریخ ہندی و اردو یون ہے کہ راجہ دسرتھ نام جسکو اب جسرتھ کہتے ہین مقام اجودھیا ملک اودھ کا بڑا نامور راجہ نیک دل تھا اُس نے اپنی آخری عمر مین باتفاق امراو عمائد اپنے فرزند اکبر رامچندر کو ولیعہد سلطنت کیا بعدہٗ اپنی زوجہ ثانی مسماۃ کیکئی کے بے حد اصرار سے اس کے شکمی فرزند بھرت نامی کو ولیعہد بنایا اور حسب اصرار رانی راجہ رامچندر کو حکم دیا کہ چودہ برس بن باس کرے اور شہر ملک سے دور و دراز جنگل مین جاکر عبادت مذہبی مین مصروف رہے۔ زوجۂ ثانی کے اس اخراج سے غرض یہ تھی کہ میرا بیٹا بھرت باطمینان تمام بلا فتنہ و فساد حکومت کرے۔ راجہ رامچندرجی بتعمیل حکم راجہ جسرتھ پدر خود بخندہ پیشانی تنہا آمادہ روانگی و صحرانوردی ہوگئے اور سلطنت کا کچھ بھی خیال نہ کیا امرا و عمائد نے ان کو بہت کچھ روکنا چاہا مگر انھون نے کچھ نہ سنا اور اپنے عزم و ارادہ سے باز نہ آئے اور کہا کہ اول تو راجہ میرا پتا دوسری راجہ بھائی ہے مجکو ہرطرح تعمیل حکم واجب ہے بمقابلہ حکم شاہی کے کسی چیز کی پرواہ و حاجت نہین چنانچہ تنہا بذات خود آمادہ سفر ہوئے مگر اپنی دلدادہ سیتا رانی اور حقیقی بھائی لچھمن پہلوان کے بجد اصرار و گریہ و زاری سے مجبور ہوکر اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت دی چنانچہ معہ ان دونون کے صرف تیر و کمان و تیغ و تبر لیکر دریاے جمن سے جنوب کیطرف

واقعہ بن باس راجہ رامچندرجی

۱۔ یہ مقام اجودھیا فیض آباد اودھ سے غالباً چار یا پانچ میل ہوگا ریل تیار ہو اکہ گاڑی وغیرہ بھی آتی جاتی ہے ۱۲ منہ

روانہ ہوئے اور جنگل پہاڑ دریا کو عبور طے کرتے ہوئے بندھیاچل
پہاڑ کے جنوب کو ہولئے اور ہند کے مشہور مقام دنڈک نام پر قیام کیا
رامچندر جی کی روانگی کے تھوڑے ہی دن بعد راجہ جسرتھ بوجہ
ضعف پیری و صدمۂ مفارقت رامچندر کے مرگئے - اب بوجہ تقرری
ولیعہدی ثانوی کے بھرت کا راجہ ہونا لازمی تھا۔ مگر باوجود اصرار
بعض امرائے دولت اور اپنی ماں کے بعالی ہمتی راج لینا اور راجہ
بننا بھرت نے قبول و منظور نہ کیا بلکہ بھرت نے صاف کہہ دیا کہ لائق سلطنت
صرف راجہ رامچندر جی ہی ہیں میں اپنے کو راجہ رامچندر جی کا خادم
بننا پسند کرتا ہوں - اس کے بعد انتظام سپرد امرا کرکے خود تن تنہا
بغرض تلاش رامچندر برادر خود جنگل کو روانہ ہوا اور سال بھر محنت
و مشقت سخت کرکے رامچندر جی سے جا ملا اور واپسی وطن و سلطنت
کرنے پر بہت کچھ اصرار کیا مگر رامچندر جی نے کہا کہ اپنے پتا یعنی باپ
کے حکم کی تعمیل کرکے بعد ختم میعاد چودہ سال کے واپس آؤں گا
جب تک تم راج کرو - مجبوری بھرت تنہا واپس آیا اور تیرہ سال
حکومت کرتا رہا مگر وقت جلوس دربار شاہی اپنی مسند حکومت پر
رامچندر جی کی کھڑاون چوبی اپنے سامنے رکھتا تھا - اس عرصہ میں
رامچندر غریب آوارہ وطن دشت غربت پر ایک اور نئی مصیبت
نازل ہوئی یعنی راجہ راون فرمانروائے لنکا رانی سیتا پر غائبانہ
نادیدہ عاشق شیدا تھا اور اس کے ملنے کا متمنی و شائق اور موقع کا

متلاشی ع بساکین دولت از گفتار خیزد۔
اتفاقاً اُس کو جنگل مین تنہا پاکر بجبر اپنی دار الحکومت لنکا کو ہمراہ لے گیا۔ جب راجہ رامچندر جی کو اس واقعہ کے خبر ہوئی بہت حیران و پریشان ہو کر بتلاش سیتا جی جانب دکن روانہ ہوے مغربی حصہ ہند کے راجہ سگریو حاکم کشکندہ نے بہ سفارش امراے دربار ہنومان[2] اپنے معزز امیر کو سپہ سالار کر کے رامچندر جی کی امداد کے لیے روانہ جزیرۂ لنکا کیا بعد سخت جنگ سالہا سال کے راجہ رام چندر جی کامیاب ہوے اور راجہ راون قتل کیا گیا جزیرہ لنکا فتح ہوا۔ یہ جنگ غالباً بارہ برس تک رہی۔ اُسوقت راجہ رامچندر جی معہ ہمراہیان برادر لچھمن و رانی سیتا کے راجہ سگریو کا شکریہ ادا کرتے ہوے اپنے وطن و پایۂ تخت اجودھیا تک آودھ کو واپس آئے کیونکہ مدت چودہ سال مقررہ بن باس بھی گزر چکے تھے اور تمام عمر بمعیت لچھمن سپہ سالار افواج و بھرت وزیر و دیوان سلطنت معہ ہر دو برادران خود کے بخلوص و محبت باہمی بعدل و انصاف سالہا سال فرمانروائی و حکمرانی کرتے رہے جس کی وجہ سے ذکر نیک اُن کا باوجود گزر جانے تین چار ہزار برس مدت کے ابتک مشہور و زندہ ہے سچ ہے ع نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت) مؤلف ہذا کہتا ہے[3]

ذکرخیر و اوصاف رامچندر و برادران

سلہ[1] از تاریخ ہندوستان اُردو۔ ملقب بواقعات ہند مطبع نولکشور سنہ ۱۸۹۹ء وائرالائن مصنفہ ۱۲
سلہ[2] ہنومان ایک افسر کا نام تھا وہ آدمی تھا نہ بندر ۱۲
سلہ[3] اقتباس از تاریخ ہند اُردو مؤلفہ لالہ جیا رام ایم اے مولوی امداد الدین مولوی ... اسکیمر ... کو لیس لطیفیہ سنہ ۱۹۱۰ء

کہ بقول مشہور اہل ہنود راجہ رامچندرجی نے مقام کروی ضلع باندہ سے
تقریبًا پانچ چھ میل پر ایک پہاڑ چترکوٹ نامی ہے جس پر رامچندرجی کا
بن باس ہوا ہے اسوقت تک وہاں بہت بڑے بڑے عالیشان مندر راجگان
سابق وہاں کے بنوائے ہوئے موجود ہیں۔ یہ قول مشہور غالبًا کتب تواریخ
مذکورہ سے کچھ مخالف ہوگا۔ ممکن ہے کہ پیشتر اس کو چترکٹ کہتے ہوں
اب اس کو چترکوٹ ضلع باندہ کہتے ہیں۔ بہرحال یہ دونوں مقامات باختلاف
رائے مورخین ہوں یا یہ دو جگہ بن باس کیا ہو واللہ اعلم بالصواب
تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب راجہ رامچندرجی بن باس کرکے واپس وطن
روانہ ہوئے ہیں تو اثناے راہ میں پہاڑ کی چوٹی پر مقام رائسین
مع سیتا رانی و لچھمن و دیگر ہنود رائسین میں ایک تالاب بالائے پہاڑ قیام
کیا تھا جیسا خیال ہنود ہے مقام سیتا رانی اس تالاب و پہاڑ کا نام
سیتا تلائی تبرکًا بطور یادگار اہل ہنود نے رکھدیا اگرچہ اس تالاب کے
نسبت ہندوؤں کا خیال ہے کہ یہ تالاب بالائے کوہ سیتا رانی نے
کھدوایا تھا جس میں آب بارش سال بھر تک کچھ نہ کچھ جمع رہتا
ہے اور شکاری لوگ اور جانوران صحرائی اس سے مستفید و متمتع
ہوتے رہتے ہیں۔ مگر بطور عجائبات کے اس تالاب کو دن میں
بارہا دیکھا گیا ہے اور کئی بار رات بھر بغرض شکار نیل گاے
و سانبھر و ہرن وغیرہ جانوران صحرائی کی گیا ہے۔ لیکن صرف راست
ہے کہ اس تالاب تک رات میں کسی آدمی کی و شکاری کی نسبت کچھ بھی

دخل نہین۔ نہ وہ موقع تالاب وکنوان بنوانے کا ہے بلکہ بالاے کوہ ایک
قدرتی نشیب پیدا ہو گیا ہے جسمین بارہ مہینے بارش کا پانی جمع رہتا ہے
جانوران صحرائی وحشی میلوں کو سون کے جنگل سے خصوص موسم گرما مین
اسی جگہ آکر پانی پیتے اور سیراب ہوتے ہین۔ یہان خوب شکار ہوتا ہے
صرف بوجہ قیام رانی سیتا کے اسی کے نام سے سیتا تلائے مشہور ہو گیا
ہے۔ راجہ رامچندر و سیتا رانی نے بوجہ موجودگی آب تالاب قدرتی
کے قلعۂ کوہ پر غالبًا قیام کیا ہو تو تعجب نہین۔ ہندو لوگ غالبًا کئی صدیون
تک اس کی پوجا خاص و عام کرتے رہے۔ اور میلے کرتے تھے اب بدت
سے یہ مقام شکارگاہ عمومًا ہو گیا ہے پوجا پاٹ موقوف ہے۔ اس جگہ
چند بروج پختہ و سنگین بغرض حفاظت خود اختیاری غالبًا جناب نواب
جہانگیر محمد خان صاحب بہادر مرحوم کے بنوائے ہوے موجود ہین جنمین
بیٹھکر شکار کھیلا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ متعدد چھوٹے چھوٹے چبوترونکے
بھی پختہ کچھ آثار پائے جاتے ہین جن کو کہا جاتا ہے کہ یہ دمدمہ افواج
عالمگیر کے ہین جو وقت جنگ یہان سے قلعہ پر گولہ باری کے لیے
بنوائے گئے تھے۔ اسی طرح موضع جسرت نگر کی نسبت جو ریاست بھوپال
کے تھانہ سلطان گنج سے دو تین میل پر بجانب مغرب ہے اُس کے
زیر دامن کوہ جسرتی نام ندی بہتی ہے۔ یہان کے ہندوؤن کا عقیدہ ہے
کہ راجہ جسرت جی اجودھیا نے اپنے فرزند رامچندر کی تلاش مین
بغرض واپس لے جانے کے یہان آنے اور قیام کرکے یہ موضع جسرت نگر

اپنے نام سے آباد کیا ندی کا نام بھی اپنے ہی نام پر رکھا اور اسی پہاڑ پر
دو نقش قدم انسان کے بنے ہوئے ہین بعقیدۂ ہنود یہ نقش قدم سیتارانی
کے ہین اُس کی کرامت سے بلاصنعت انسانی خودبخود بن گئے اسی وجہ
سے یہان ندی اور پہاڑ پر سالانہ میلہ پوجا پاٹ کا بڑی دھوم دھام
سے کئی روز تک رہتا ہے۔ محرر سطور ہذا کہتا ہے کہ وقت روانگی رامچندر
ان کا باپ جسرت بوجہ پیرانہ سالی بہت ضعیف وکمزور تھا جو بعد روانگی
رام چندر چند روز بعد ہی مرگیا۔ اس مین اسقدر قوت کہان تھی کہ اتنا
بڑا سفر پہاڑ وجنگل و دریا کا کرتا۔ میری راے مین یہ قصہ سفر راجہ جسرت
بالکل بے اصل ہے کسی کتاب معتبر تاریخی مین بھی نہین دیکھا گیا۔ ممکن
ہے کہ رامچندر و سیتا رانی نے وقت واپسی وطن یہان قیام کیا ہو اور
اور اس موضع و ندی کا نام بطور یادگار اپنے باپ متوفی کے نام
پر رکھدیا ہو یا کسی اور ہندو حاکم زمیندار یا پوجاری پنڈت نے
تبرکاً نام رکھدیا ہو اور نقش قدم بطور برکت و یادگار منقش کردیے
ہون اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ صدہا سال بعد کسی اور جسرت نامی زمیندار
وغیرہ نے اپنے نام پر یہ گاؤن کنارہ ندی پر آباد کیا ہو مگر بوجہ شرکت
اسمی و کثرت شہرت راجہ جسرت کے اُن کی جانب منسوب ہو کر
مشہور ہوگیا۔ ملک دکن گجرات وغیرہ مین ایک پھل مثل شریفہ
کے بکثرت اور ملک مالوہ مین بہ کمی پیدا ہوتا ہے۔ اسکو رام پھل
کہتے ہین اس مین اور شریفہ مین صرف فرق یہ ہے کہ صورت شکل تو

بالکل شریفہ کے ہے - لیکن اوپر آنکھین یعنی اُبھار مثل شریفہ کے نہین ہوتا
اور اس کا پھل اوپر سے خاکی رنگ صاف ہوتا ہے اور شریفہ سبز
رنگ ہی اور اندر مغز و خانہ وصورت تخم دونون کی بلا تفریق ایک حالت
کے ہوتی ہے اور لذت ونفاست وشیرینی مین شریفہ سے کچھ کم ہے
یہ پھل راجہ رامچندر کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ نام رام پھل
سے بھی ظاہر ہے اسی طرح شریفہ کی نسبت رانی سیتا کی طرف ہو منسوب
اہل ہنود سیتا پھل عوام چھپتا پھل کہتے ہین - آمدم برسر مطلب)
اس پہاڑی اور قلعہ کے درمیان ایک بند مضبوط سنگین بڑے دریا اور
پہاڑی نالون کا قدیم زمانہ مین بنا ہوا تھا - یہ دریا جو دریائے ذخار
میلون پھیلا ہوا اور بلند پہاڑون کو اپنی آغوش محبت مین چھپائے ہوئے
ہیبت ناک صورت سے موجزن نظر آتا تھا اور یہ دریائے مواج
بوجہ بند مستحکم ہر چہار اطراف سے کوہ قلعہ کو گھیرے ہوئے تھا تاکہ
مخالف کو عبور دریائے آبادی قلعہ تک پہونچنا دشوار ہو - اسی طرح
کا ایک بند مستحکم قصبہ کالیا کھیری (گوہر گنج) دار الحکومت ضلع جنوب
ریاست ہذا مین تھا - غالبًا تاریخ مالوہ کی دوسری جلد مین دیکھا ہے
کہ دوسرا بند کالیا کھیری والا بحکم ہوشنگ شاہ بادشاہ مالوہ جسکا آباد
کیا ہوا شہر ہوشنگ آباد دو لب دریائے نربدہ ابتک آباد موجود
ہے توڑا گیا تھا - بہت ممکن ہے کہ رائسین والا بند بحکم عالمگیر اورنگزیب
رحمہ اللہ توڑا گیا ہو اس لئے لشکر عالمگیری کو حصول مشہور اس قلعہ سے بدقت تمام

ذکر تعمیر [illegible] بند کالیا کھیری
([illegible])

واسطہ جنگ وجدل کا رہا ہے اور یہی مشہور بھی ہے (گوہر گنج) جو
پرگنہ تال کے نام سے معروف ہے بوجہ توڑ دیے جانے بند دریا کے بکثرت
میلوں زمین آباد زیر کاشت وصدہا مواضع آباد ہیں۔ رائسین اور موضع
بچھاری ہیں۔ آثار بند شکستہ تال بے واقع سابق اور خاص رائسین میں قریب
دروازہ سنگین پختہ بھوپالی پھاٹک کے نام پر ابتک موجود وہاں
ہیں یہ دروازہ بھوپالی پھاٹک قدیم زمانہ کا تعمیر شدہ بجانب جنوب
رائسین سے ہے جو آبادی قریب دروازہ مذکور ہے وہ محلہ بھی
اس دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ دروازہ کے دونوں بازو پر
کوئی دیوار نہیں ہے نہ آثار دیوار پائے جاتے ہیں صرف دروازہ سنگین
پختہ سطح کھڑا ہے شاید کسی زمانہ میں دیوار خام ہو۔

نواب فیض محمد خان صاحب مسند نشین ۱۱۵۵ ہجری میں ہوئے

فقرہ (صدر آرائے ریاست) سے تاریخ مسند نشینی پیدا ہوتی ہے
جن کو ہر وقت قلعہ دار سے خوف و اندیشہ تھا قلعدار بادشاہی کو
جو منجانب بادشاہ دہلی بنابر نگرانی ریاست بھوپال وغیرہ رائسین کے
قلعہ پر مامور تھا بحیلہ گرفتار کرکے بحضور عالمگیر ثانی شاہ دہلی عرضی
کردی کہ قلعدار غافل و کاہل الوجود مشغول بہ عیش و عشرت رہتا تھا۔ دوران
میں نے اس کو قید کرلیا ہے اب یہ قلعہ مجکو بعطائے سند قلعداری عنایت
ہو۔ چونکہ یہ زمانہ برہمی انتظام سلطنت بوجہ کشاکشی امرا و رنجش باہمی
باہمی عمائد حکومت کے تھا اور بادشاہ وقت فاتر العقل بوجہ عدم قابلیت

شاہ شطرنج سے زیادہ وقیع نہ تھا۔ لہذا وہان سے سند عطاے قلعہ بلا تحقیق اصل حال و بغیر فکر مآل مرحمت ہو گئی۔ حالانکہ ماموری قلعہ دار بغرض دباؤ اور نگرانی والیان ملک ورؤسا ذی اقتدار کی ضرورت تھی چونکہ عالمگیر ثانی شاہ دہلی مین کسی قسم کی کوئی لیاقت نہ تھی اور عنان نظام حکومت بعض خود غرض ارکین کے ہاتھ مین تھی بادشاہ محض بے دست و پا مثل کٹ پتلی کے تھا۔ اور عمائد سلطنت مین باہم بغض وحسد و خود پرستی کی آگ بھڑک رہی تھی گویا اعضاے حکومت منتشر وجدا ہو چکے تھے اور جسم سلطنت پر مرض فالج ولقوہ ہی فتنہ و فساد ونفاق وشقاق کا گر چکا تھا۔ پھر انتظام و عاقبت اندیشی کون کرتا۔

آغاز ذکر جانوران صحرائی

غرضکہ اس ملک مین جانوران صحرائی درندہ چرندہ وحشی ہر قسم کے بکثرت پائے جاتے ہین۔ یہان ہر موضع و مقام اچھا اور عمدہ شکارگاہ ہے کیونکہ جنگل پہاڑ اس ملک مین بہت وگنجان ہین۔ چنانچہ بعض جانورن کا حال بغرض علم و آگاہی ناظرین بشرح ذیل بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر (۱) نیل گائے

نمبر (۱) نیل گائے۔ یہ جانور گھوڑے اور گائے کی شکل سے بہت مشابہ ہوتا ہے نر کا رنگ عمر کے ساتھ ساتھ سیاہ ہوتا جاتا ہے نیچے کا حصہ سفید ہوتا ہے۔ دم بقدر ڈیڑھ بالشت ہوتی ہے۔ نر و مادہ کے وسط گلے مین مٹھی بھر بالون کا ایک جھنڈ ہوتا ہے جس کا طول بقدر ایک بالشت دیکھا گیا ہے قد و قامت مین برابر خچر وغیرہ کے ہوتا ہے واضح رہے کہ ان حلالی جانوران صحرائی کے منہ اکثر لانبے ہوتے ہین

گول نہین ہوتے جس طرح گاے بھینس وغیرہ کے ہوتے ہین۔ سر کا دور بھی کم ہوتا ہے۔ اس کی مادہ کی رنگت سرخ ہوتی ہے بعض مائل بہ سیاہی۔ مادہ کے سینگ نہین ہوتے نر کے سینگ ڈیڑھ دو بالشت تک بصورت ہلال چھوٹے چھوٹے خوبصورت ہوتے ہین۔

یہ جانور بیحد مضبوط و تیز رفتار ہوتا ہے۔ بعض وقت آٹھ دس گولیان کھاکر بھی بہت دور تک بھاگ جاتا ہے شکاریون کے ہاتھ بہ مشکل آتا ہے اکثر شکاری لوگ کہتے ہین کہ اس کا گوشت بہت وزنی ہوتا ہے بعضون مین پچاس وپچپن پسیری سے بھی گوشت زیادہ نکلتا ہے۔ اس کے پائے تمام جانوران صحرائی و شہری سے ذائقہ و قوت مین زیادہ اچھے ہوتے ہین۔ مین نے بھی بارہا کھائے ہین اس کی کھال بعد پخت نرم و مضبوط بہت کارآمد ہوتی ہے۔

نمبر (۲) سامر و سامری۔ یہ دونون نر و مادہ ہین۔ مادہ کے سینگ نہین ہوتے۔ نر کے بڑے بڑے سینگ سہ شاخہ ہوتے ہین۔ یہ جانور شتری رنگ مائل بہ سیاہی بھینس اور اونٹ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا چمڑا دبیز .... اور نرم ہوتا ہے۔ اس کی تکیے تھیلی و بکس و پیٹیان خوبصورت اور عمدہ بنتی ہین۔ جوتی بھی بنائی جاتی ہین اس مین گوشت پندرہ سولہ پسیری تک نکلتا دیکھا گیا ہے یہ جانور دل کا بیحد کمزور اور نہایت درجہ وحشی ہوتا ہے۔ ایک دو گولی مین گر جاتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے سینگ جنگل کے تناور درختو کی

شاخون مین اُلجھا کر جھولتا ہے کبھی شاخون مین اس کے سینگ ایسے
الجھ جاتے ہین کہ نکالے نہین نکلتے - تا آنکہ شاخ درخت یا سینگ
ٹوٹ جاتے ہین ورنہ بھوک پیاس سے بہ ناچاری لٹکا ہوا مرجاتا ہے
یا شیر و تیندوے وغیرہ درندگان گوشت خور کا بآسانی لقمہ تا زہ
و نوالہ چرب زندہ یا مردہ بنجاتا ہے - اسی وجہ سے اس کے سینگ
و ڈھانچہ و پسلی وغیرہ جنگل کے درخت مین معلق اُلجھے ہوے ملتے ہین
اور بعض شکاریون نے جھولتے ہوے بھی دیکھا ہے - یہ بھی کہتے
ہین کہ جب اس کے سینگون کی جڑ مین چل یعنی کھجلی بہت ہوتی ہے
یا سینگ گرنے کو ہوتے ہین تب زیادہ جھولتا ہے اور اس سے کھجلی
مین تسکین پاتا ہے تا آنکہ سینگ گر جائین - اس کے پائے بھی بہت
مضبوط دار بہ لطافت قریباً مثل نیل گائے کے ہوتے ہین - یہ بہت گھنے
گنجان خوفناک جھاڑی جنگل مین جہان کسی کا گذر نہ ہو رہتا ہے بالخصوص
رات مین نہایت ہوشیار اور چوکنا رہتا ہے - ایمینہ یہ مثل ہوتی ہے - چیتہ
کھڑ کا - بندہ سرکا - مگر تعجب یہ ہے کہ دن کی روشنی مین اپنے شکار کرنے
والے اور دوسرے آدمیون کو دیکھکر وحشیانہ طور سے بکایک نہین بھاگتا
بلکہ کھڑا ہوا بحیرت دیکھا کرتا ہے جب تک انسان زیادہ قریب نہ
آجائے راہ فرار اختیار نہین کرتا - مزید تعجب یہ ہے کہ کیسا ہی بڑا ہو
خوفناک سانپ ہو یہ دوڑ کر نگل جاتا ہے - پہلے سانپ کے سر کو
کھرون سے دبا لیا اور پھر اُس کو چپٹا کر گیا - بعد تھوڑی دیر کے

اُس کی ہڈیون کا ڈھانچہ اوگل ڈالتا ہے۔ اگر سانپ کسی سوراخ یا اپنی بامی
مین چھپ گیا تو بقوت دم کھینچ کر چٹ کرجاتا ہے گویا تفنذیہ سانپ پر عاشق
وشیدا ہے۔ بعض محققین شکاریون سے سنا گیا ہے کہ اسکے مرنے یعنی پتہ نہین
ہوتا جو مولد خاص صفرہ ہے اسکے نر کے شاخدار سینگ اکثر امیرون کے
دیوانخانون محل سراؤن کوٹھیون بنگلون وغیرہ مین زینت بخش در و دیوار
ہوتے ہین خصوصًا یورپین انگریز بہت بیش قرار قیمت دیکر خریدتے ہین۔
اور اپنی کوٹھیات کی آرائش مین لگاتے ہین۔ انگریز اسکا شکار صرف بغرض
حصول شاخ وچرم کرتے ہین۔ ورنہ اس کے گوشت کے چندان شائق
نہین۔ اس کے سینگ کا طول پانچ بالشت تک کا خود مین نے دیکھا
ہے ہر سینگ مین تین تین شاخین ہوتی ہین۔ اس کا سینگ بعض
درد و زخم کا علاج مجرب ہے پانی وغیرہ مین گھس کر حسب راے
طبیب حاذق لگاتے ہین۔ غالبًا یہ طریقہ آرائش مکان یعنی اہل ہند
نے اہل یورپ سے سیکھا ہے ورنہ بقول غالب مرحوم دہلوی ع
چرخ کو کب یہ سلیقہ تھا ستمگاری مین + اکثر امرا و تکیہ نشین فقرا اس کے
بچے بھی پالتے ہین۔ جو جوان ہو کر آدمیون سے مانوس رہتے ہین۔

نمبر (۳) یہان چیتل بھی بہت ہوتے ہین۔ یہ خوبصورت جانور دریا
کے کنارون پر گنجان جھاڑیون مین زیادہ رہتا ہے۔ اور سبز گھاس
چرتا پایا جاتا ہے۔ جسامت مین بڑی بکری سے دوگنا بڑا ہوتا ہے
اس کی کھال بہت خوبصورت شتری رنگ مائل بہ سرخی اور اسپر سفید دھاریان

چیتل جانور

کے بہت سے سفید رنگ کی گلکاری ہوتی ہے جو مثل گلہائے چنبیلی یا روشن ستارون کے چمکتے ہوے بھلے معلوم ہوتے ہین ۔ مین نے عجائب گھر بنارسی باغ لکھنؤ مین اس جانور کو دیکھا ہے چیتل نر کے ہر ایک سینگ مین پانچ پانچ شاخ ہوتی ہین اور اکثر زمانۂ سرما مین اسکی شاخون پر رونگٹے مثل مخمل کے نرم و ملائم بہت گنجان ہوتے ہین اور سینگ کے کنارے سینگ کے منڈے رہتے ہین یعنی مثل شاخ ہرن وغیرہ کے نوکدار نہین ہین ۔ اور بعض کے نوک دار بھی ہوتے ہین ۔ اس کی مادہ کے بالکل سینگ نہین ہوتے ۔ اسکی کھال کی جاے نماز یعنی مصلی بناتے ہین جو بیحد نرم ہوتا ہے ۔ اس کے نر کو مالوہ مین جھبانک اور ہند مین غالبًا بارہ سنگہ کہتے ہین ۔ شکاریون کا قول ہے کہ نر کے ہر سینگ مین تین تین چار چار شاخین ہوتی ہین ۔ اس کا نر بھی مثل اپنی مادہ کے حسین و خوش رنگ ہوتا ہے قد و قامت مین کچھ بڑا اور بہ نسبت مادہ کے کچھ سیاہی کی جھلک سرخی مین ہوتی ہے ۔ اس کے سینگون کی شاخین چھ چھ آٹھ آٹھ ہونا بیان کیا جاتا ہے ۔ غالبًا اس کو تغلیبًا بارہ سنگہ کہتے ہون ۔ اس کی مادہ سے نر زیادہ حسین و شکیل ہوتا ہے مادہ کے سینگ نہین ہوتے ۔ اسکا گوشت لطیف و خوش ذائقہ چکنا مسمن بدن ہوتا ہے بخلاف گوشت دیگر حیوان صحرائی کے کہ اس مین خشکی زیادہ ہوتی ہے ہرن و چکارہ و بھیڑکی وغیرہ بہت سے جانور حلال ماکول اللحم ہین جن کی مجکو نام بھی یاد نہین رہے نہ شکل و صورت کا خیال حالانکہ اکثر دیکھے

سُننے بھی ہین ع بسیار شیوہ ہاست بتان را کہ نام نیست۔

نمبر (۴) ہرن کو تو سب جانتے ہین اور سب جگہ بکثرت ہوتا ہے مادہ کے سینگ نہین ہوتے۔ نر کے دو سینگ گنڈے دار پھیلے ہوے نوکدار بڑے بڑے ڈیڑھ ہاتھ تک کے ہوتے ہین جو کٹار سے زیادہ ستم آفرین ہین۔ اس کے کھر بھی بے حد تیز چھُری کا کام کرتے ہین۔ عموماً اس کے سینگ سیدھے نوکدار مثل برچھے وغیرہ کے ہوتے ہین گوکہ کہین کہین کسی قدر خم بھی ہوتا ہے۔ مگر مین نے عجائب خانہ لکھنؤ مین بچشم خود دیکھا ہے۔ کہ ایک ہرن کے سینگ بالکل خمیدہ مثل کمان کشیدہ کے بشکل قوس و ہلال تھے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

نمبر (۵) چکارہ بھی مثل ہرن کے ہوتا ہے مگر قد و قامت مین چھوٹا اور کچھ سیاہی کی جھلک۔ اس کی قسم ہرن سے جدا ہوتی ہے۔ نر کے سینگ آٹھ دس انگشت سے زیادہ نہین دیکھے گئے اس کے سینگ بھی گنڈے دار ہوتے ہین۔ مادہ کے بھی سینگ ہوتے ہین مگر بہت چھوٹے بلا گنڈے کے۔ اس کا گوشت بمقابلہ ہرن کے اچھا ہوتا ہے۔

نمبر (۶) بھیڑکی یہ جانور بھی مثل ہرن کے ہوتا ہے لیکن چکارہ سے مشابہ بہت ذرا سیاہی کی جھلک اس کی سُرخی مین بھی نمایان ہوتی ہے اس کے چار سینگ جدا جدا ہوتے ہین مگر قریب قریب اور اسی رعایت سے بعض جگہ اس کو چوسنگھا کہا جاتا ہے اس کا گوشت ہرن و چکارہ سے کہین زیادہ بہتر و لطیف ہوتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جسقدر جانور

قد و قامت مین چھوٹا ہوگا اُسی قدر گوشت لذیذ و لطیف خوش ذائقہ
زود ہضم غذا اے بدن ہوگا - یہی قول ارسطو و ذکریا وغیرہ کا ہے
الا ماشاء اللہ) خواہ چرند ہون یا پرند یہ بات قابل یاد ہے کہ کلیتاً
جانوران صحرائی ماکول اللحم کے مادہ کے سینگ بجز چکارہ و بھیڑکی کے
اکثر نہین ہوتے اور ان کے نرون کی سینگ ضرور بہت یا چھوٹے
ہوتے ہین -

شیر - تینڈوا - ہنڈار اس پہاڑی اور جنگلی ملک مین بکثرت پائے
جاتے ہین کبھی راہ آمد و رفت بھی ان کے خوف سے بند ہوجاتی ہے
نمبر (۱) شیر ایک شریف الخصلت جانور ہے درندگان صحرائی مین سب سے
ممتاز باعتبار عادات عجیبہ - اکثر اس کا رنگ شتری مائل بسرخی ہوتا
ہے - اس پر تیغ نما نشان سیاہ ہوتے ہین سینہ و شکم سفید ہوتا ہے
جن کو اس ملک کے لوگ چھوٹی بولتے ہین اس کا قد قریب قریب
گدھے کے ہوتا ہے بمقابلہ تمام جسم سر بہت بڑا ہوتا ہے سامنے کے
چار دانت بیحد مستحکم ہوتے ہین اس کے اگلے ہاتھون اور گردن مین
خدا تعالیٰ نے ایسی کوٹ کوٹ کر قوت عطا فرمائی ہے کہ بڑے
بڑے قوی ہیکل جانورون کے پیٹھے پر جب طمانچہ مارتا ہے تو وہ جانور
چکر کھاکر منھ اُسکا شیر کے منھ کے مقابل ہوجاتا ہے اس کے ناخن
اسقدر مضبوط اور تیز ہوتے ہین اور ہاتھون مین اسقدر قوت ہے
کہ طمانچہ مارنے کے ساتھ دوسرے جانور کا پسیریون گوشت جسم

جسم

جدا ہو جاتا ہے ۔ اس صاحب جلالت جانور کا انسان اور حیوان دونون پر ایسا رعب قدرتی پڑتا ہے کہ حواس خمسہ معطل محض ہو جاتے ہین جب اپنی کچھار سے نکل کر جنگل مین آواز دیتا ہے تو تمام پہاڑ گونج جاتے اور جانوران صحرائی کچھ عرصے کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے ہین جیسے کسی بادشاہ یا امیر کی آمد پہ ادب کے ساتھ محفل مین خاموشی کا عالم ہوتا ہے اس جانور کی متانت کا یہ عالم ہے کہ بغیر کسی چپقلش کے رہ روی مین تیز قدم نہین چلتا اس کی رفتار مین قدرتی متانت و وقار ہوتا ہے باوجود قوت خداداد کے اسقدر حلیم الطبع ہے کہ بغیر چھیڑے کسی آدمی پر کسی قسم کا حملہ وغیرہ نہین کرتا لیکن چوٹ کھا کر جب یہ شیر غران بنتا ہے تو ہاتھی بھی اس کے سامنے ایک مور ضعیف معلوم ہوتا ہے یعنی بحالت غصہ دس پندرہ ہاتھ بلند جست کر جاتا ہے

اگر جانور سامنے منھ کے آجائے تو کثرت غیض مین جب اُس کو اُچھال دیتا ہے تو بیس بائیس ہاتھ بلندی تک پھینک دیتا ہے بحالت غصہ پتھر پہ منھ مارتا ہے تو دو تین پسیری پتھر کو اپنے تیز دانتون سے مثل ریگ کر دیتا ہے یہ جانور علاوہ رعب و وقار کے خوبصورت بھی ہوتا ہے ۔ صورتاً نر اور مادہ مین کچھ فرق نہین ہوتا بجز اس کے کہ بمقابلہ نر کے مادہ نازک وچھریری و چالاک و غصہ ور زائد ہوتی ہے یہی وہ ممیز جانور ہے کہ انسان کے باوجود کمالات حسنہ انسانی کے اس جانور کے ساتھ تشبیہاً مثال دیجاتی ہے ۔

چونکہ اس جگہ ذکر درندگان صحرائی اور شکار کرنے کا آگیا لہذا بعض مخصوص طریق شکار کرنے کا بیان کر دینا مناسب موقعہ معلوم ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ متوسط الحال اشخاص شوقین بعض اوقات ہرن کا شکار ٹٹی چلا کر کرتے ہین جو بانس وغیرہ کی آکڑ بیچون سے بنائی جاتی ہے اور اس ٹٹی مین سبز گھاس اور ہرے پتے لگا کر مثل ایک چھوٹے درخت کے کر لیا جاتا ہے اس کی آڑ پکڑ کر مشاق واقفکار لوگ ہرنون کے قریب جاتے ہین اور بندوق و برچھے وغیرہ سے بخوبی شکار کر لیتے ہین ٹٹی چلانے کا ایک خاص فن ہے جو بغیر تعلیم حاصل نہین ہو سکتا

نمبر ۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمین مین گڑھا بقدر نشست آدمی کھود کر اسکے اردگرد پتھر یا سبز پتے لگا کر چھوٹی سی قیام کی جگہ مناسب موقع پہ بناتے ہین اس کو یہان کے لوگ (اودھی) کہتے ہین۔ اس مین چاندنی رات کے وقت بیٹھ کر شکار بندوق سے کھیلتے ہین معمولی اشخاص حلالی جانورون پہ بندوق چلاتے ہین اور من چلے مشاق لوگ شیر وغیرہ درندون کا شکار کرتے ہین۔ مگر یہ طریقہ بیحد مخدوش اور خطرناک ہے۔

نمبر ۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ بڑے درخت پہ مچان باندھ کر ہر چہار اطراف سیدھے رخ ہرے پتون وغیرہ سے محفوظ و پوشیدہ کر لیتے ہین۔ اس مین تین چار آدمیون کے بیٹھنے کی گنجایش ہوتی ہے۔ اس کو یہان کے لوگ (پارچھم) کہتے ہین۔ چاندنی راتون مین اس پہ بیٹھکر باطمینان

تمام ہر قسم کے جانوروں کا بندوق سے شکار کرتے ہیں - یہ آدوھی یا پارچہ عام طور پر جانوروں کے آمدورفت کی یا پانی پینے یا کھانے چرنے کی جگہ بناتے ہیں -

نمبر ۴ - چوتھا طریقہ بیل گاڑی میں سے شکار کھیلنے کا ہے اس وقت یہ طریقہ زیادہ مروج ہے -

نمبر ۵ - پانچوان طریقہ امرا کے لیے مخصوص ہے یعنی بذریعہ ہانکا یہ طرح شکار کھیلا جاتا ہے کہ حسب وسعت جنگل دیہاتی اور مزدور وغیرہ جنگل میں ہر چہار طرف سے ایک صف بندی پر باندھکر خوب غل اور شور کرتے ڈھول بجاتے آتشبازی چھوڑاتے آتے ہیں جس سے شیر وغیرہ پریشان ہوکر دوسری جانب بھاگ جاتا ہے - جہان شکار کنندگان بیٹھتے ہیں وہان موقعہ مناسب پر پہونچکر نشانہ گولی کا بن جاتا ہے لیکن یہ طریقہ اب شیر کے شکار کے لیے مخصوص ہو گیا ہے -

پرگنہ رائسین میں حسب ذیل شکارگاہیں نہایت نامی اور شکار شیر کے لیے اطراف وجوانب میں مخصوص مشہور ہیں پہلی شکارگاہ بنام بجلیا کونڈل مشہور ہے یہ شہر رائسین سے تین میل فاصلہ پر جانب جنوب و مغرب واقع ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ایک میل مربع ہے اگرچہ جنگل کے سلسلے پھیلے ہوے ہیں - دوسری شکارگاہ پتلی کرار ہے جو رائسین سے جانب مشرق ۱۵ میل فاصلہ پر ہے اور جس کا رقبہ ۱۲ دو میل مربع سے کسی طرح کم نہیں - ان شکارگاہوں میں ہر وقت

کئی کئی شیر موجود رہتے ہین ہر ایک شکارگاہ پر متعدد شکاری لوگ حفاظت کے لیے مامور ہین جب شکار کھیلا جاتا مقصود ہوتا ہے تو کئی ہفتہ پہلے ہر ہر مقام پر پودسے[1] باندھے جاتے ہین۔ جب شیر روزانہ پودون کو مارنے لگتے ہین تو شکار کھیلا جاتا ہے طریقہ شکار یہ ہے کہ ایک دو راستے شیرون کے نکلنے کے چھوڑ دیے جاتے ہین اور اُن پر زمین سے بلند درختون پر اور راستون پر متعدد آدمی کھڑے کر دیے جاتے ہین۔ ایک بڑی جماعت دیہاتیون وغیرہ کی اُس مقام سے جہان شیر کی موجودگی اغلب ہوتی ہے ڈھول بجاتے شور کرتے بان و انار وغیرہ چھوڑتے ہوے چلتے ہین۔ یہانتک کہ شیر گھبرا کر اُس راستہ پر پہونچتا ہے جہان اکثر وہ گولی کا نشانہ بنتا ہے حلال جانورون کے مثل۔ سامر۔ نیل گاے۔ چیتل وغیرہ کی اس پرگنہ مین بکثرت شکارگاہین موجود ہین۔ جن کی تعداد تیس سے زیادہ ہے مگر ان سب مین بہتر سیتلا تلائی ہے جو رتلام سے جانب جنوب ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے۔

وقت شکار درندگان شیر و پلنگ وخرس وغیرہ طریقہ پارچہ بندوانے وادوھی وغیرہ کا انھین ممالک مالوہ و دکن وغیرہ مین ہے۔ ورنہ اکثر ہندوستان مین بلا پارچہ اور اودھی کے لوگ زمین پر سے مرد میدان ہو کر شکار شیرون کا کرتے ہین بہت ہوا تو ہاتھی پر سوار ہو کر بندوق سے شکار بلا تکلف کرتے ہین ورنہ زمین پر کھڑے ہو کر جاتے ہوے

[1] پودہ مالوہ مین بھینس کے بچہ نر پنج سالہ عمر تک کو کہتے ہین ۱۲ منہ

شیر کو للکارا اور بندوق سے چارون شانہ چت کیا یہی لوگ سچے مستحق لقب شیر افگن کے ہو سکتے ہین دیکھو کارنامے اکبر و جہانگیر و عالمگیر شاہان و امرا سلف کے اور بیرم خان و منعم خان خانخانان وغیرہ انھین نامور لوگون سے تھے اسوقت بھی باوجودیکہ قانون اسلحہ سے گورنمنٹ برطانیہ نے تمامی ہند کو تقریبًا سو پچاس سال سے بلا ہتھیار مثل زنانون کے کردیا ہے تاہم جو لوگ شکار شیر کرتے ہین وہ بلا جھجک زمین پر سے شیر کو باواز بلند للکار کر شکار کرتے ہین چھپ کر شکار کرنا یہان داخل عیب ہے ورنہ چھپکر ایک عورت اور نوخیز لڑکی بھی بلا تکلف شکار کرسکتی ہے یہ شکار باعث شجاعت نہین ہوسکتا ہے دیکھو نورجہان بیگم وغیرہ نے بھی۔ بغیر آڑ ٹٹی وغیرہ کے صرف زمین پر سے نودس شیرون کا بمردانگی شکار کیا ہے۔ سرحدات اودھ مین اب بھی جسقدر رجواڑہ اور تعلقہ دار یا بڑے زمیندار ہین وہان ہزارون شکاری ایسے ہین جو زمین سے باآواز مردانہ شیر پہ گولی چلاتے ہین اور صدہا شیر اسی طرح مارڈالے یہ لوگ پارچہ اور اودھی وغیرہ کا نام تک نہین جانتے۔ بلکہ ان کا نام سن کر ہنستے ہین اور کہتے ہین یہ تو شکار نہ ہوا چوری ہوئی۔ مگر اہل دکن و مالوہ ایسے شکار پر فخر کرتے ہین۔ اور اہل یورپ بھی باوصف ہزارہا ادعاے شجاعت و ... اور پارچے وغیرہ سے شیرون کا شکار کرنا پسند کرتے ہین

نمبر (۸) تیندوا۔ یہ جانور درندہ ہم رنگ و ہم شکل شیر کے ہے۔

قد و قامت و قوت و تہور مین شیر سے کچھ کم ہے علاوہ اس کے اسکی کھال پر سیاہ رنگ کے نہایت خوشنما گل ہوتے ہین۔ اس کی کھال کا فرش وغلاف گاؤتکیہ ومسند وغیرہ امرا کے یہان ہوتے ہین۔ یہ جانور بہت شریر وموذی ظالم دغاباز ہوتا ہے مسافر کا میلون تعاقب کرکے موقع کا متلاشی رہتا ہے۔ جب ذرا غافل پایا حملہ کر دیا۔ چھوٹی سی آڑ مین بخوبی چھپ جاتا ہے۔ مسافر کے پس وپیش و ہر دو بازو سے باربار چکر لگاتا اور خوف دلاتا ہے۔ اس ظالم کے دل فگار پنجون سے تنہا راہ گیر کو نجات ملنا دشوار ہے یہ تناور درخت پر بھی مثل بلی وغیرہ کے بے تکلف چڑھ جاتا ہے اور بلا وجہ بغیر چھیڑے درپئے ہلاکت ہوتا ہے اس کی قسم شیر سے جدا ہے۔ اس کو گل دار شیر بھی کہتے ہین۔ گدھا کتا۔ ٹٹو اسکا بلا تردد شکار ہے اور دیگر جانوران صحرائی کا بھی شکار کرتا ہے اسکو فارسی مین پلنگ کہتے ہین۔

نمبر (۹) ہنڈار۔ یہ تیندوے کے برابر قد وقامت مین مگر کسی قدر فربہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے بال سفید سیاہی مائل بڑے بڑے بقدر دو تین انگشت کے ہوتے ہین۔ یہ بھی ٹٹو۔ گدھا۔ کتا کھا جاتا ہے اور شکار صحرائی جانورون کا بھی کرتا ہے۔ آدمی پر حملہ نہین کرتا اس کے دانت اور ناخن بچون کے گلے مین بچیال دفع خلش آسیب ودفع بعض امراض ڈالتے ہین اور کمر کے لیے اسکے چرم نرم کا پٹکہ کمر بناتے ہین بہت گرم رہتا ہے۔ اس کی اگلے پانون سے پچھلے پانون

نمبر ۹ ہنڈار

کسی قدر بڑے ہوتے ہین۔ اورجسم پہ بالکل شیر کی طرح سے دھاریان
سیاہ ہوتی ہین - اسکا مُنھ بمقابلہ تیندوے کے لانبا کُتے کی طرح ہوتا ہی
بیٹھے ہونے کی حالت مین اکثر رات کو شکاری شیر کا دھوکا کھاجاتے
ہین - کہتے ہین کہ اسکے دانت پانی مین گھسکر مارگزیدہ و سگ گزیدہ
کے زخم پہ لگانے سے نفع ہوتا ہے زخم کہنہ اور ناسور کو فائدہ بخش
ہے - مالوہ کی زبان مین اس کو (ذرخ) کہتے ہین - اور عربی مین
(ضبع) فارسی مین (کفتار) کہتے ہین -

چیتا نمبر ۱۰

نمبر (۱۰) چیتا جسکو فارسی مین (یوز) کہتے ہین - یہ درندہ بھی صورتاً
شیر معلوم ہوتا ہے اس کی تیز دوڑ اور جست بہت ہوتی ہے - رفتار
مثل برق و باد صرصر کے ہے شکار، ہرن وغیرہ بڑی گھات داؤن
سے کرتا ہے امرا و حکام اسکے شکار کو بہت شوق سے دیکھتے ہین
اور پال کر شکار کی تعلیم کرتے ہین - یہ بھی شتری رنگ کا ہوتا ہے
مثل تیندوے کے سیاہ پھول خوبصورت ہوتے ہین نہایت خوبصورت
جانور ہے طول مین شیر کے برابر بھی ہوتا ہے - لیکن شیر کے سر سے
کسی قدر چھوٹا ہوتا ہے - یہ درندہ صحرائی ممالک مالوہ و دکن مین پیدا
نہین ہوتا اتفاقیہ بڑے جنگلون سے کبھی آجاتا ہے - اس کی حرکات
جسمانی پر زیادہ دل آویزی ہوتے ہے - باریک کمر سینہ چوڑا ہوتا ہے

سون کتا نمبر ۱۱

نمبر (۱۱) سون کتا - اس جانور کی ان جنگلون مین بڑی کثرت ہے - ان کی
ٹولیان اور گروہ جُداجُدا جنگل مین رہتے ہین اور ایک ساتھ جمع ہو کر

ہر ایک شکار کو چارون طرف سے گھیرتے ہین اور نہایت خاموشی تمام آہستہ آہستہ شکار کی طرف بڑھتے جاتے ہین۔ شکار قضا رسیدہ و اجل گرفتہ اچانک اُنکو دیکھکر بدحواس ہوجاتا اور بھاگتا ہے۔ یہ کتے چارون طرف سے فوری پشت و گردن اور کچھ دست و پا سے لپٹ کر چیر پھاڑ شروع کر دیتے ہین۔ شکار بدحواس ہوکر چلاتا ہوا بھاگتا ہے اور یہ سب باطمینان اُسپر سوار ہوکر اُس کی تکا بوٹی کرتے جاتے ہین تا آنکہ وہ زخمی نیمجان ہوکر گرجاتا ہے و تڑپتا چیختا ہے۔ یہ بیرحم سنگدل مزے سے اُس کا گوشت نوش جان فرماتے ہین۔ اور مشہور ہے کہ جبتک شکار مین جان باقی رہتی ہے کہاتے ہین اور جہان وہ مردہ و بیجان ہوا فوری کھانا ترک کرکے چلدیتے ہین پھر نہین کھاتے ہین۔ وقت شکار ایک خاص آواز اور لہجہ سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایکدوسرے کو آگاہ کرتے جاتے ہین۔ گویا کہ قواعد کے مطابق کمان کرتے ہوے شکار پہ باضابطہ چڑھائی کرتے ہین۔ ان کی جماعت سے سب صحرائی جانوران وحشی و درندہ خوف زدہ رہتے ہین۔ سامر و نیل گاے وغیرہ کیا تیندوا و سیہ مست سوٗر جو شیر سے نہین ڈرتا خائف و لرزان رہتے ہین۔ یہ قیامت خیز جماعت جس جنگل مین پہونچتی ہے وہان سے شیر تک اپنے قدم کچھا رچھوڑکر دوسرے جنگل کو چلا جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ بجماعت رہتے ہین۔ تنہا شکار نہین کرتے۔ بعینہ جدید تمدن و فطرت تہذیب والون کی طرح دوسری غیر جنس قوم کے [illegible] و تباہ [illegible]

پر متفق اللفظ والمعنی کمربستہ ہوجاتے ہین درندہ وغیر درندہ کسی کو نہین چھوڑتے قد و قامت مین معمولی کتے کے برابر ہوتے ہین چھوٹی انتہائی دُم مین اور منھ پر سیاہی ہوتی ہے باقی سارا جسم خاکی رنگ مائل بسرخی ہوتا ہے۔ کرشمہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھو کہ آدمی کی صورت سے ان کی جماعت خوف زدہ ہوکر دور سے بھاگتی ہے اگرچہ بچہ ہفت سالہ آدمی کیون نہو۔ ان کے بچون کو اکثر شوقین امرائنے پرورش کیا مگر باوجود مزید انتظام و نگرانی کے برس چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہین رہے اور اگر کچھ دون رہے تو اُن کی وحشت کسی طرح نہ گئی۔ ان کی چستی وچالاکی ان کے جسم و چہرون سے ظاہر ہوتی ہے اور مضبوطی جوڑون سے ہویدا۔

نمبر (۱۲) ریچھ۔ یہ گوشت خور درندہ نہین ہے۔ مگر آدمی کا سخت دشمن ہے جنگل مین اگر دو ڈھائی میل پر بھی آدمی کو دیکھے تو آدمی پر حملہ کرتا ہے سب سے پہلے اپنے خونخوار پنجون سے آدمی کے مُنھ کو نوچتا اور آنکھ و ناک زخمی کرکے ہلاک کردیتا ہے اس ظالم سے درخت پر بھی نجات نہین ملتی یہ درخت پر سیدھا مثل بلی و بندر کے چڑھ جاتا ہے اسکے ناخن دانت بال بغرض دفع امراض وآسیب وغیرہ بچون کے گلے و بازو پر باندھ دیتے ہین۔ اسکی چربی کا طلا بنتا ہے۔

نمبر (۱۳) خنزیر (سؤر) اس کی بھی اس ملک مین بہت کثرت سے ہر جنگل و پہاڑ مین بکثرت ہین اس خبیث کمبخت ناپاک جانور کا گلہ ہر جنگل مین گھومتا اور چکر لگاتا نظر آتا ہے۔ گیہون بجنا مکہ جوار دھان

ایکھ وغیرہ کے کھیتون کا سخت دشمن ہے جدھر سے یہ جماعت موذی نکل گئی کھیت کے کھیت مثل یاران موجودہ مدعیان تہذیب کے پائمال و تباہ کر دیے - صرف گیہون مین سے قسم پسے کا کھیت اس ظالم ناپاک سے کسی قدر محفوظ رہتا ہے - کیونکہ اسکا تنکل - یعنی وہ ریشہ جو بالی پر ہوتا ہے اس بے غیرت کے منھ کو گھائل اور زخمی کر دیتا ہے - اس ٹولی مین جو سوئر نر بدمست ہوجاتا ہے وہ اپنی جماعت سے خود دور و جدا ہوجاتا ہے اور دوسرے اس سے خالف رہتے ہین - اس سیاہ مست سور کو مالوے کے لوگ اکنڈہ کہتے ہین - یہ کمبخت آدمی و شیر پر بھی حملہ کرتا ہے سنا گیا ہے کہ شیر سے تین پہر رات تک مقابل رہتا ہے اور مثل بندوق کی گولی کے اپنے زور مین بھرا ہوا حملہ کے وقت دور تک چلا جاتا ہے اور پھر واپس ہوکر اسی طرح بقوت تمام حملہ آور ہوتا ہے - شیر بدستور اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے - جہان اسکو قریب آتے دیکھا بحکمت عملی بچپتی تمام ایک دو قدم زد سے جدا ہوگیا اور اپنے کو بچا لیا - یہی تماشا سرکس کا سا تین پہر شب تک رہتا ہے آخر شب کو کچھ نیند کا غلبہ اور کچھ کسل و تکان محنت و مشقت حملہ آوری سے سست ہوجاتا ہے تب شیر وقت آمد و رفت گھات سے دو چار پنجے مار کر اسکو سخت زخمی و خونچکان کر دیتا ہے جس سے اُس کی کمزوری اور بڑھ جاتی ہے اور شیر کو یہ موقع ملتا ہے کہ پھر اسکو غذا اسے چرب لقمہ تر کی طرح نوش جان کر جاے یہ موذی جانور جسوقت آدمی پر حملہ آور ہوتا ہے - تو آدمی کے دونون

پاؤن اور رانون کے درمیان سے مثل بجلی کے صاف نکل جاتا ہے اور
دونون رانون کی ہڈیان اُسکے تیز کاپون سے مثل لکڑی کے کٹ
جاتی ہین آدمی کبھی صرف زخمی ہوتا ہے کبھی مرجاتا ہے مگر سوون گھون
سے یہ بھی ڈرتا اور بھاگتا ہے۔
نمبر (۱۴) بھیڑیا - جسکو فارسی مین گرگ کہتے ہین ان جنگلون مین بکثرت ہے
آدمی کے بچون اور بکری و بھیڑ وغیرہ پہ حملہ کرتا ہے جوان آدمی پہ حملہ
بیشتر نہین کرتا ہرن وغیرہ کا شکار بھی کرتا ہے - بہرحال اسقدر خوفناک
نہین جیسا کہ ملک رہیلکھنڈ وغیرہ مین ہوتا ہے - ملک روہیلکھنڈ مین
سوار کو بھی اسکے خونخوار پنجون سے بچنا دشوار ہے - یہ زمین کے اندر
سرنگ لگاکر رہتا ہے - یا پہاڑ کی کھوہ مین بسر کرتا ہے - اس کے منھ پہ
سیاہی ہوتی ہے اور مثل کُتے کے جسم و منھ ہوتا ہے -
نمبر (۱۵) مھوک - یعنی چھتہ - یا محال شہد کی مکھی کا - شہد کی مکھیان
یہان کے جنگل پہاڑون مین بکثرت ہر قسم کی ہوتی ہین - یہان اسیوجہ
سے شہد عمدہ وخالص چھ سات سیر پختہ بلکہ زیادہ فی روپیہ قصبہ
وغیرہ مقامات پر ملتا تھا - اور دیہات مین گیارہ بارہ سیر کا بلاجدجہد
دستیاب ہوتا تھا اور موم کا نرخ بھی ارزان تھا - پرگنہ باڑی و بریلی
مین شہد نہایت سفید مثل دودھ کے بھنگہ کا مشہور ہے - البتہ یہ شہد
بیشتر تین چار سیر کا ملتا تھا - اب جو تک ۱۳۲۴ ہجری سے ٹھیکے ہر پیداوار
جنگل کے جدا جدا ہوتے رہتے ہین - لہذا شہد خالص گویا کہ اب مفقود سا

ہوگیا اور دو روپیہ سیر بھی خالص کا ملنا خالی از دقت نہین - لکڑی جلانے

ترقی زراعت ضرور

کی فی روپیہ قصبات رائیین وغیرہ مین چار یا پانچ گاڑی فی روپیہ آتی
تھین - اب تین چار روپیہ کی ایک گاڑی آتی ہے - حالانکہ جنگل جھاڑی
بیکار سوختنی گنجان بکثرت قریب تر آبادی ہے - یہ حکومت ناجنس غیر
قومی و ملکی کے برکات ہین - اسی طرح سیتا پھل تروتازہ عمدہ اور بڑے
پر مغز ایک پیسہ کے تین چار آتے تھے اب تین چار پیسے کو ایک دو
ملتے ہین کاش بجائے حفاظت جنگل بیکار کے اراضی قابل کاشت کی
ترقی پر توجہ خاص ہمارے عہدہ داران تجربہ کار مال کے زیادہ مبذول
ہوتے - تو بدرجہا بہتر ہوتا - موذی جانور - انکی بھی کمی ہوجاتی - ہان
خاص خاص جنگلون مین عمدہ چوب قابل تعمیر کے نگہداشت کی جاتی
اس صورت مین مصارف ریاست کم اور آمدنی بدرجہا زیادہ ہوتی
اور شکارگاہ بھی عمدہ محفوظ رہتے - اور رعایا کو بھی اپنی زراعت کی
حفاظت کا پورا موقع ملتا - کاشتکاران کو حفاظت زراعت آسان ہوجاتی
مسافرون کو راہ مین آرام و اطمینان ملتا - ایسی صورت مین زراعت
کے تباہ کرنے والے جانور صحرائی و موذی درندے بھی کم اور آدمی سے
خائف ہوتے - قانون اسلحہ ریاست بھی قابل منسوخی یا کم از کم لائق ترمیم

ترمیم قانون اسلحہ

ضرور ہے جس غریب رعایا نے بمقابلہ رئیس نہ کبھی غدر کیا نہ ہتھیار اٹھائے
نہ اسکی جانب سے اسکا اندیشہ وخطرہ ہے پھر اس سے اسلحہ آتشین
قطعی چھین لینا کیا معنی - بلکہ اپنے رعب وداب کا بمقابلہ روسا ملحق الحدود

بایائی مخالف خود غرض غیر ملکی و قومی کے ملیا میٹ کرتا ہے۔ الحاصل
ان جانوران صحرائی کے علاوہ ہزاروں قسم کے درندہ موذی قابل شکار اور
بہت جانوران حلال جیسے خرگوش وغیرہ ہین جن کا ذکر طوالت سے خالی
نہین۔ اس ملک مین شکاری پرندے بھی بہت اقسام کے ہین جنکو اصطلاح
بازداران مین پنجہ کش کہتے ہین۔ یہ پنجہ کش جانور انھین ممالک مالوہ و
دکن مین پیدا ہوتے ہین اور بعض غیر ممالک برفستان وغیرہ سے اتفاقیہ
آجاتے ہین۔ یہ جانور دو قسم کے کہلاتے ہین۔

اول سیاہ چشم۔ اس قسم مین جانوران پنجہ کش حسبذیل ہین۔
بحری یعنی شاہین۔ بحری بچہ یعنی بحری کا نر۔ کوہلی۔ کوہلہ۔ گگھر
جھگھر۔ چرغ۔ طرمتی۔ نر طرمتی وغیرہ یہ سیاہ چشم نہایت تیز پر اور
بلند پرواز قوی بازو پر زور ہوتے ہین۔ یہ جانور دراج۔ سیک۔ بگلہ۔
قاز وغیرہ کا شکار بہت خوبی سے کرتے ہین اور بموجب قواعد بازداری
ان کی آنکھون پر ٹوپی دی جاتی ہے۔ یہ قسم اس ملک مین پیدا نہین ہوتے
کوہستان و برفستان ممالک سے پرواز کنان اس ملک مین بھی آجاتی
ہے۔ ان مین سے کوہلہ کوتنے یعنی (زاغ) کا بڑی پھرتی اور خوبی سے
شکار کرتا ہے۔ دوسری قسم کلالی چشم کی ہے۔ ان کی پرواز بغرض
شکار زیادہ بلند نہین ہے۔ یہ سیدھی پرواز سے شکار کرتے ہین
اس قسم مین۔ شکرہ۔ چپکہ۔ باشہ۔ باشین۔ باز۔ جرہ وغیرہ ہین
کلال چشم کی پیدا وار خاص اس ملک مین بھی بہت ہوتی ہے بغیر ٹوپی

کھلی آنکھون کی پالے اور سکھائے جاتے ہین - تیتر لوا بٹیر مینا کبوتر وغیرہ
کا شکار کرتے ہین - یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جملہ شکاری پرند جانورون
مین - نرسے اُس کی مادہ زیادہ قوی پُرچُست و چالاک و تیز پرواز
ہوتی ہے اور ان کا نر جسم مین چھوٹا ضعیف تر ہے - شکار کرنے مین
مادہ اپنے نر سے بہت زیادہ قوی اور کام دیتی ہے اور اپنے گھر
و مالک کو خوب پہچانتی محبت کرتی باوفا ہوتی ہے - اور ان کا نر
بے وفا خود غرض کمزور ہوتا ہے - کلیتاً ان کے دم اُکھڑ جانے سے
شکار کرنے مین عظیم نقصان پیدا ہوجاتا ہے - ان کے سوا اور بھی
شکاری پرند ہین - جنکا ذکر فضول وعبث وطوالت بے معنی ہے
چونکہ اس جگہ کیفیت شیر وغیرہ درندگان صحرائی کا آگیا لہذا مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کیفیت بعض شکارگاہ جناب عالیجاہ نواب محمد
نصراللہ خان صاحب بہادر ولیعہد ریاست بھوپال کی باختصار
حوالۂ قلم کرودن اس ضلع مین متعدد شکارگاہین جناب ممدوح کی
خاص محفوظ و مخصوص ہین اور جناب ممدوح دام اقبالہ نے اسوقت
تک صرف شیر اکسو سترہ [117] خاص اپنے دست مبارک سے شکار کیے
ہین - ۱۹۲۲ع مین انھین جنگلون مین جناب پرنس آف ویلز بہادر
اور صاحب کمانڈر انچیف بہادر نے اور ۱۹۲۳ع مین ہز ایکسلنسی
لارڈ ریڈنگ بہادر ویسرائے ہند نے جناب نواب عالیجاہ بہادر
کے مہمان عزیز کی حیثیت سے ان خاص جنگلون مین شکار کھیلا -

یون تو تمام اولی العزم اور امرا کو ہمیشہ سے شکار کے ساتھ
دلچسپی رہی ہے ۔ شہنشاہ اکبر و جہانگیر کے شکار کے کارنامے کتب
سیر و تاریخ مین بشرح و بسط درج ہین لیکن عہد موجودہ مین جناب
نواب عالیجاہ بہادر کو شکار سے جس درجہ دلچسپی ہے اور جو جو مقام
خاص شکارگاہون اور شکار کے لیئے کیئے جاتے ہین ۔ اگر تفصیل لکھی
جائے تو ایک جداگانہ ضخیم دستور العمل شکار تیار ہو جائے لیکن مختصر
یہ ہے کہ شیرون کی تعداد تو ہم نے اس لیئے لکھدی کہ وہ قابل شمار ہے
لیکن دوسرے جانور موذی درندے تیندوے ریچھ وغیرہ اور حلال
جانور سابھر نیل گاے چیتل ہرن چکارا بھیڑکی وغیرہ
اس کثرت سے شکار کیے گئے ہین جن کا شمار ممکن نہین ۔ نشانہ بازی
مین جناب ممدوح کو اس درجہ ملکہ و دستگاہ ہے کہ کئی کئی سو گز
کے فاصلہ سے گولی کے نشانہ پر اکیلی اکیلی گولیان پیہم اتار دیتے
ہین ایک ایک ہرن کے گلے مین آن واحد کے اندر پچیس پچیس بھاگتے
ہوے ہرنون کا گرا دینا کوئی بات نہین ہے ثبات عزم و استقلال
کی یہ حالت ہے کہ شیر کے شکار مین اکثر ایسے مواقع پیش آئے ہین کہ
دست بدست کارفرما ہونا پڑا زیادہ سے زیادہ چار فٹ کا فاصلہ
رہگیا اور دو دو شیر کا مقابلہ ہو گیا مگر ذرا سا بھی اضطراب نمایاں نہین
ہوا نہایت ہی چابکدستی و استقلال سے شیر کو قدمون پر گرا لیا
آپ کے ہر دو برادران عزیز کی بھی تقریبًا یہی حالت شجاعت و دلیری کی ہے

قانون اسلحہ کے مضرت و فوائد

قدیم ایام سے اس ملک مین بھی مثل تمام ہندوستان کے عام طور سے ہر قسم کے اسلحہ آتشین وغیرہ ١٣١٩ھ ہجری تک کھلے ہوے تھے ہر شخص خواہ ادنی ہو خواہ اعلیٰ دو چار تلوار چھری دو ایک بندوق بعض کے نزدیک زیادہ اسلحہ موجود رہتے تھے۔ تا آنکہ بھنگی۔ بہشتی بنجارہ یعنی نداف دھوبی وغیرہ کے پاس بھی ہتھیار ضرور ہوتے تھے اور ہر شخص یہان کا پورا سپاہی نشانہ باز شکار وغیرہ کا بیحد شتاق و مشاق تھا۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ تمام رعایا بلاتنخواہ کے فوج برار ریاست کی اچھی خاصی۔ ہر وقت تیار رہتی تھی۔ نابالغ لڑکا بھی بے تکلف بلا جھجک تن تنہا لق و دق جنگلون مین شیر و تیندوے ریچھ وغیرہ خوفناک درندگی شکار کرنے کا عادی تھا۔ لیکن اس عہد مبارک پرامن و امان ١٩٠٥ء ١٣٢٣ھ باتباع وطریقہ ومنشار برٹش حکومت باجراے قانون جدید مجریہ اسلحہ ریاست سب سے چھین لیے گئے۔ اب بلا اجازت تحریری حاکم مجاز کے کوئی ہتھیار نہین رکھ سکتا۔ عموماً شکار کھیلنا قانوناً داخل جرم ہو گیا ہے میری ذاتی راے مین اجراے قانون اسلحہ خلاف مصالح ملکی قومی ومقتضی المقام و مخالف عاقبت اندیشی عمائد حکام عالی مقام ریاست ہے

(١) ایک تو اس ملک مین سلسلہ جبال بہت خوفناک پھیلا ہوا ہے اور جنگل جھاڑی زیادہ گنجان ہے۔

(٢) دوسرے بیکرون درندون و دیگر جانوران صحرائی سوئر وغیرہ کے بیحد آمد و رفت ہے جس سے نقصان جان وہان وکاشت ومواشی وغیرہ کی

بہت واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

(۳) تیسرے بوجہ کثرت جنگل جھاڑی پہاڑ کے ڈاکو راہزنوں کو اچھا موقع واردات کا ملتا ہے۔ وقت واردات مسافر راہ گیر بلا ہتھیار کے کیا کر سکتا ہے اور کیونکر حفاظت جان و مال و آبرو کی ممکن ہے چنانچہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ پیشتر سب جانوران صحرائی تا آنکہ درندہ بھی آدمی سے خوف کھاتے تھے اب سامر و نیل گائے وغیرہ بھی حملہ کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔

(۴) یہ کہ اکثر ان کی کثرت نسل بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے جو نقصان رسان جان و مال زراعت ہے۔

(۵) درندہ پہلے بخوف جان آبادی سے دور الگ تھلگ رہتے تھے اب بلا جھجک اندر آبادی کے گاؤں اور قصبوں میں شام سے آجاتے ہیں۔ اور جان و مال مواشی ضائع خستہ اور تباہ کرتے رہتے ہیں

(۶) چور ڈاکو مسلح ہو کر بلا خوف و خطر ہر گاؤں و قصبہ میں چوری اور ڈاکہ کی جرأت کر سکتے اور کرتے ہیں۔

(۷) رعایا کی عام ہتھیار بندی سے جو دھاک و ہیبت دشمنان دور و نزدیک ارد گرد کی حکومت پر تھے وہ جاتے رہے۔ کیونکہ اسوقت ہر شخص رعیت کا بد اندیش کی نظر میں ایک سپاہی نشانہ باز و قدر انداز نظر آتا تھا اصل یہ ہے کہ یہ قانونی اسلحہ بخشا دو اتباع قانون اسلحہ برٹش گورنمنٹ جاری کیا گیا ہے گو اس میں

کچھ لگاؤ امور شوقیہ ذاتی عمائد و اراکین ذوی الاحترام کا بھی مثل شوق شکار وغیرہ کے ہو۔ انگریزی نظام ایکٹ اسلحہ ۱۸۵۹ء پر اہل ریاستہا تما متر صحیح نہین ہے۔ کیونکہ قوانین ملکی مین مقامی ضرورتون کا لحاظ ضرور ہوتا ہے۔ اراکین ریاست نے وقت وضع آئین کے اس طرف مطلق توجہ نہین کی۔ ماسوا اس کے حکام یورپین غیر اقوام و ممالک غیر پر حکمرانی بحالی ترقی تجارت و کثرت دولت کرتے ہین چونکہ غیر قوم انکی رعیت ہے ہر چند کہ بیحد مطیع و فرمانبردار رہے۔ مگر اپنی کمال حزم و دوراندیشی سے غالباً ۱۸۵۹ء سے قانون اسلحہ جاری کردیا۔ دوسرے یہ کہ ان کے اکثر بڑے بڑے حصص ممالک پہاڑ و بیکار جنگل جھاڑی وغیرہ سے پاک وصاف ہین۔ نہ وہان جنگلی درندے ہین نہ دیگر جانوران صحرائی جسقدر اراضی جنگل مین تھی وہ اکثر زیر کاشت آباد ہوگئی ہے تمامتر بکثرت دیہات آباد ہوگئے۔ اسپر نہ چور و ڈاکہ کا خطرہ نہ کسی درندہ ہلاکو کا خوف۔ تیسرے اصل حکومت کو رعایا و غیر قومی و ملکی کے عام ہتھیار بندی سے جو اندیشہ خیالی وہمی تھا۔ وہ بھی رفع ہوگیا وغیرہ وغیرہ۔ چوتھے اب برٹش حکومت اپنی اس پالیسی کو وسیع کرتے ہوے دیگر ریاستہاے ماتحت پر بھی بہ حکمت عملی پھیلانا چاہتی ہے جس سے اس کی دوراندیشی عاقلانہ الیسی ظاہر ہے گو اہلکاران ریاست اس سے بیخبر ہون یا باوجود علم بر وسے خوف و خوشامد مسامحت کرتے ہون بہرحال ہم نہایت افسوس

حسرت کے ساتھ مآل کار نتیجہ آیندہ پر پیشگی ماتم کنان اس شعر حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لسان الغیب سے اپنی تسکین و تسلی کرتے ہوئے۔ بہ صبر و جبر اس دریدہ دہنی و شوخ قلمی کے جو محض بہ ور اقتضائے ہمدردی و دلسوزی مخلصانہ بے ساختہ ۔۔۔ ہوگئی ہے ادباً معافی کے خواستگار ہیں شعر

رموز مصلحت ملک خسروان دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

(العاقل یکفیہ الاشارہ) مختصر یہ کہ قصبہ رائسین کی جانب جنوب بفاصلہ ایک میل زیر دامن کوہ گنجان جنگل ہیں۔ ایک مزار سنگین بنا ہے کہتے ہیں کہ یہ مزار حضرت شاہ فتح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے اور مرید ان کاملین سے سجادہ نشین رشد و رشاد ہوئے۔ اور ہمیشہ جہاد غزوات بمقابلہ مخالفان اسلام کرتے رہے اس مزار حجرہ نما گنبد دار پختہ سنگین خاص پر ایک کتبہ سنگ بحروف طبت لگا ہے جس کی عبارت بوجہ مٹ جانے بعض حرفوں لفظوں کے مسلسل نہیں پڑھے جاتے۔ چنانچہ بجنسہ لکھا ہے کہ حضرت شاہ شرف الدین ولد معروف شاہ فتح اللہ اولیاء اللہ۔ سلطنت شاہ عالمگیر (ثانی) درعہد نواب فیض محمد خان بہادر (والی ریاست بھوپال) باہتمام شیخ رفیع الدین۔ دالنین سرکار عالمگیر (ثانی) ۱۱۹۲ھ ہجری قدسی۔ اب کہ ۱۳۴۳ھ ہجری ہیں اس کتبہ کو ایک سو اکاون ۱۵۱ برس

[illegible]

ہوتے ہیں۔ دفتر گزیٹر بھوپال ۱۹۱۵ء میں اس مزار کو بجائے سمت
جنوب کے سہواً آبادی سے جانب مشرق لکھدیا ہے جو خلاف واقعہ ہے
اور یہ بھی لکھا ہے کہ آپ بعہد نواب فیض محمد خان متوفی ۱۱ھ
رائیین میں تشریف لائے مگر یہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ آپ کی
ولادت آخر پانچ یا آغاز چھٹی صدی میں یقینی ہے کیونکہ وہی زمانہ حضرت
خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ جن کے یہ بزرگ بھانجے وغیرہ ہیں
اُسوقت نواب فیض محمد خان کہاں تھے۔ اور اگر زمانہ نواب فیض محمد
موصوف تک اُن کی حیات تسلیم کی جائے تو لازم آتا ہے کہ آپ کی
عمر شریف قریب چھ سو سال کے ہو جو صریح البطلان ہے ع۔
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ حضرت شاہ فتح اللہ جواہر زادہ
حضرت خواجہ اجمیریؒ کا کچھ حال کسی تاریخ معتبر میں دیکھنا یاد نہیں پڑتا
صرف کتبہ مزار و شہرت پر ناچار مختصر کرنا پڑا۔ نیز سند جہانگیری بنام شیخ
نور محمد طالب علم بعہد فرخ سیر بادشاہ دہلی نوشتہ ۱۱۳۰ھ جلوس ۲۴ ہجری
سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی سابق و قدیم سے یہ زیارت
مزار شاہ فتح اللہ صاحب کے نام سے مشہور تھا اور کنواں اور مسجد پیری
و پنج بیگھہ اراضی خیرآباد شیخ نور محمد طالب علم کو بمعاوضہ مجاوری و خدمت
زیارت دی گئی نقل سند اپنے موقع صفحہ ۱۱۸ اس کتاب میں آئیگی اور اصل
سند نور محمد کی اولاد موجودہ رائیین کے پاس موجود ہے۔ یہ نقل سند
جناب غاجیان قاجار ناظم مشرق کی عنایت سے ۲۹ جون ۱۹۲۳ء - ۳ - ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کو رائیین مین مجھکو دستیاب ہوئی۔

اسی طرح گزیٹر قلمی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری کا نام مبارک خواجہ شمس الدین تھا جو صریح باطل ہے حضرت خواجہ کا اسم گرامی حضرت خواجہ معین الدین اجمیری مسلم ومشہور ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مختصر کیفیت تبرکاً حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بحوالہ کتاب اخبار الاخیار مولفہ مولانا حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و شجرہ چشتیہ محشی مطبوعہ لاہور درج کتاب ہذا کی جائے ۔۔۔۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیریؒ چھٹی صدی ہجری مین مقام ہارون سے ہندوستان تشریف لائے۔ آخر کار اجمیر کو اپنے قیام کے لیے پسند فرمایا اور چالیس سال تک قیام فرما رہے اس مدت قیام مین مجاہدات وریاضات بدنی وروحانی ورہنمائی صراط مستقیم و وعظ وپند دین حق مبین ونیز جہاد حق وغزوات کفار سرکش وغیرہ مین مصروف رہے اور ہزارون کو باخلاق حسنہ و وعظ وپند بتینہ مسلمان کیا راجہ اجمیر جو بیحد متکبر ظالم وستم شعار تھا اُس کی سخت جفا کاریون پر ایک مدت صبر فرماتے رہے انجام کار آپ بہ ناچاری باضابطہ جنگ پر مستعد ہوکر آمادہ قتال وجدال ہوگئے اور کئی سال تک سخت معرکہ تکبیر وبزن گرم رکھا آخرش آپ بتائید غیبی قرین نصرت وفتح ہوے۔ آپ نے غالباً چھٹی ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری مین وفات فرمائی۔

آپ سے پیشتر غالبًا ۴۲۴ھ ہجری مین حضرت سید مسعود سالار غازیؒ ہند مین تشریف لائے حضرت سالار نے بڑے نامور متکبرین راجاؤن سے متعدد جہاد کیے ملک اودہ روہیل کھنڈ کے ظالم حکام سے ملک کو پاک وصاف کیا - تجارت وصنعت کی گرم بازاری ہوئی - آخرش عین معرکۂ جنگ غزا مین جام شہادت نوش فرمایا - شہر بہرائچ ملک اودھ مین آپ کا مزار منور مرجع زائرین عام وخاص ہے کہا جاتا ہے کہ آپ کی شادی عقد نکاح اُسی زمانہ مین بلکہ اُسی روز ہونے والی تھی کہ آپ شہید ہوکر حوران جنت سے جا ملے - آپ کی فوج مجاہدین مین سے رکن اعظم ومشیر خاص سید محمد ابراہیم صاحبؒ نے ملک روہیلکھنڈ مین اسلام کی خوب اشاعت کی نامی گرامی متعدد راجاؤن سے جنگ ہوئی - (قنوج وکول (علی گڈھ) جلیسر وغیرہ مین غزوات فرمائے انجام کار خاک پاک مردم خیز قصبہ سہسوان ضلع بداؤن مین شہید ہوے اسپر حجرہ بڑے گنبد کا پختہ مضبوط بنا ہوا ہے جو زیارت میران صاحب کے نام سے مشہور مرجع زائرین ہے کہا جاتا ہے کہ یہ حجرہ بعہد جہانگیر بادشاہ تعمیر کیا گیا اس کے مصارف کے لیے کچھ معافیات دائمی بھی قدیم عہد سلاطین سے چلی آتی ہین - جن کا تعلق بعض شیوخ مشہور قوم خلیفہ سے ہے - یہ لوگ حجام نہین ہین - بلکہ اچھے شیوخ سے ہین - نہ معلوم خلیفہ کیون اور کب سے کہتے ہین - یہ لوگ اسوقت کم علم اور تجارت پیشہ ہین قدیم سے مشہور عوام ہے کہ آپ کا سر مبارک بحالت جہاد قصبہ جلیسر

جو اصل میں جلوہ سر نام تھا شہید ہوا اور قصبہ پورا میں سر انگشت شہید ہو گیا تھا جسم مبارک بلا سر کے غزا کرتا ہوا قصبۂ سہسوان میں گھوڑے سے گرا اور دفن کیا گیا۔ ہکذا فی تاریخ قلمی جلیسر ضلع علی گڈھ۔

یہ سید ابراہیم صاحب غالباً رضوی ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی اولاد میں ہیں جیسا کہ تاریخ فارسی قلمی قصبۂ جلیسر ضلع علی گڈھ میں تحریر ہے۔

~~حضرت سید مسعود صاحب~~ کشیر و معتمد خاص حضرت شاہ مدار صاحب بھی تھے جنکا مزار قصبۂ مکن پور ضلع کانپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے جو قنوج سے جانب جنوب دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے چھوٹی لین ریلوے کا اسٹیشن اردل نام کا ہے جو زائرین کانپور و قنوج سے روانہ ہو کر اسٹیشن پر اترتے ہیں اور یہاں سے ڈیڑھ دو میل سواری یا پیدل جانا ہوتا ہے کانپور سے کرایہ ریل۔ دس آنہ ہے۔ یہ اسٹیشن اردل ۱/ بین سفر کانپور و قنوج پڑتا ہے مگر کانپور سے زیادہ فاصلہ پر ہے اور قنوج سے قریب ہے لہذا کرایہ ریل ڈیڑھ آنہ ہے۔

بہر حال یہ مزار منور قصبۂ رائسین میں تقریباً چھ سو سال بعد ۱۱۸۶ ہجری کو بحسن عقیدت نواب فیض محمد خانصاحب مرحوم پختہ تعمیر کرایا گیا تھا۔ بعدہ ہر رئیس نے اپنے عہد میں اضافہ تعمیر پختہ کیا چنانچہ احاطۂ خانقاہ شریف میں متعدد مسافر خانے اور چند مکانات چلہ کشی اہل فقر اور ایک مسجد سنگین پختہ ہے۔ اندر

احاطہ پختہ تقریبًا چار بیگہ اراضی ہوگی اس کے تین دروازہ آمد و رفت کے ہین۔ ایک مغرب رویہ بجانب کوچہ (بجلیا کونڈل) کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا بجانب مشرق ملحق دالان مغرب رویہ تیسرا بسمت شمال اور اب یہی صدر دروازہ جدید تعمیر شدہ ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۱۰ء ہے اسپر کتبہ سنگین لگا ہے ع۔ شد مرمت بعہد سلطانی۔ یہ مصرع بلا مادہ تاریخ فن جمیل ہے کاش مادہ تاریخی بہ تبدیل الفاظ ہوتا تو بہتر تھا اسی دروازہ کی تعمیر کے ساتھ ہزہائنس حضور نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ دام اقبالہا نے بصرف تخمینی چھ ہزار روپیہ خانقاہ و مسجد و صحن و دیگر مکانات سنگین و سقوف کے قلعی و گچ سے نہایت خوبصورت و مضبوط مرمت شکست و ریخت کرادی ہے۔ اسی اثناء مین ایک قدیم باؤلی کا جو شکستہ و منہدم ہوکر زمین مین روپوش غائب غلہ ہوچکی تھی۔ پتہ لگا اس کی بھی از سر نو تعمیر کرادی اس کا پانی نہایت شیرین ہلکا و ہاضم ہے اس سے زائرین کو بہت آرام ہوگیا ورنہ سخت تکلیف پانی کی تھی۔ خداے تعالی ان سرکار عالیہ رحم دل رعیت پرور علم دوست کو بہ عقل سلیم و رعیت نوازی بہ مراحم خسروانہ ظل افگن و سایہ گستر شاہانہ رکھے اور دارین مین جزاے خیر دے۔ اس مزار منور کے قدیم دروازے سنگین شرقی ملحق دالان مغرب رویہ

سلہ یہ مرمت باہتمام محبی مولوی سراج الدین خان متوطن قصبہ قائم گنج قریب قنوج ضلع فرخ آباد ٹھیکہ دار کے ہوئی یہ صاحب باخدا اور عابد ہین ۱۲ منہ

پر بھی ایک سنگین کتبہ قدیم نصب ہے اس کی عبارت بھی زمانہ کے
سفاک ہاتھون نے جا بجا سے مٹا دی۔ صرف اسی قدر پڑھا گیا جو بلفظہ
درج ہے (سنہ ۱۲۳۳ فصلی یکہزار و دو صد و سی و سہ فصلی مطابق سنہ ۱۱۴۴ھ
دوست علی خان) جسکو آج ایک سو تیرہ سال ہوتے ہین۔ اس مزار
شریف کے مصارف شاہان سلف سے اراضی خیرآباد بطور معافی چلی
آتی ہے جیسا کہ پروانہ شاہ فرخ سیر تحریر سنہ احد جلوس تخت نشین
۵ ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۴ ہجری سے ظاہر ہے۔ اور دوسرا موضع نکھیڑی غالب
عہد نواب فیض محمد خان بانی پختہ تعمیر زیارت سنہ ۱۱۹۶ ہجری سے وقف
چلی آتی ہین جن کی آمدنی مزار کی جاہل و بدوضع مجاور تحصیل کرکے کھا جاتے
تھے۔ اور باہم فتنہ و فساد مچاتے تھے۔ اس عہد جدید مین ان ہر دو
مواضع کی آمدنی ذریعہ ٹھیکہ دار و مستاجر اہلکاران تحصیل وصول کرکے
بحصہ رسد سب مجاوران قدیم پر تقسیم و مصارف مزار مین صرف کرتے
ہین۔ اب اس مسجد مین امام و موذن مامور ہین۔ مزار کی صفائی و مسجد
کی روشنی بھی باہتمام ہوتی ہے بحکم حضور بیگم صاحبہ فرمان فرمائے
حال ریاست بھوپال دام اقبالہا اب بہ عہدہ انتظام ہو گیا ہے۔
اسوقت ان ہر دو مواضع کی آمدنی تخمیناً پانسو روپیہ سے کم نہ ہوگی
مگر حکام مقامی کی بے توجہی یا رعایت وغیرہ سے ایک شخص کو صرف
ایک سو اٹھاون ۱۵۸ روپیہ سالانہ پر دونون موضع ٹھیکہ پر دیدیے ہین
یہ مبالغ کاغذات سرکاری موجودہ تحصیل سنہ ۱۹۱۷ء مین درج ہین۔

رقبہ اراضی عمدہ ممکن قابل کاشت تقریبًا بارہ سو بیگھہ پختہ پڑتی پڑا ہے سوا کا
اس سے کہ رقم سوائے کی آمدنی معقول ہو سکتی ہے کیونکہ متعدد باغ آم
شیرین و مہوے[1] کی ہیں اور اچار و تیندو وغیرہ مختلف پھلوں کے جنگل کے
جنگل موجود ہیں - لکڑی عمارتی و سوختنی اور گھاس بیہڑ و چرائی مواشی
کی بہت کچھ آمدنی ہو سکتی ہے لیکن افسوس کہ حکام مقامی کی بے توجہی
کی وجہ سے تمام اراضی کاشت بیکار پڑی ہے اور خوفناک جنگل دامن
پہاڑ میں کھڑا ہے جس میں درندے بکثرت رہ کر آدمی و مواشی و زراعت
وغیرہ کا بہت نقصان جان و مال کرتے ہیں بصورت حسن انتظام آبادی
و ترود کاشت وغیرہ کے دو تین ہزار روپیہ سالانہ آمدنی بلکہ زیادہ ممکن
ہے - المختصر یہ زیارت مقدس قلعہ کوہ اور آبادی قصبہ سے جانب
جنوب قریب تر و مرجع زائرین عام و خاص ہے - آپ کے خوارق
عادات و کشف و کرامات و مجاہدہ و غزوات ملک مالوہ و دکن میں
بکثرت مشہور و معروف ہیں - اس مزار منور کے خانقاہوں میں ایک دو
آدمی پردیسی غریب الوطن جاہل اور خواندہ بھی بغرض حصول انوار و فیوض
برکات اکثر چلہ کشی کرتے رہتے ہیں - الغرض یہ جگہ بہت دلچسپ اور
خوشگوار ہے - قریب مزار منور ریچھن نام ندی پہاڑی گنجان جنگل میں

[1] مہوا ایک مشہور پھل ہے جس کی شراب کشید کی جاتی ہے اور اچار کو تازہ سے کچھ بڑا نافرمان سرخی مائل مزہ بخش خوش ہوتا ہے اس کے تخم سے مغز کو چرونجی کہتے ہیں - تیندو یا بیر کے برابر گول ہوتا ہے رنگ زرد مالوہ دکن کے لوگ بہت پسند کرتے ہیں مقوی باہ بتاتے ہیں اسمیں تخم تین چار سیاہ ہوتے ہیں جنگلی پھل سے یہ دونوں پھل گرم و خشک ہیں موسم گرما میں پھل آتا ہے ۱۲ منہ

زیر دامن کوہ بہتی ہے۔ غالبًا یہان بائیس ربیع الثانی کو ہر سال عرس ہوتا ہے۔ صرف غربائے اہل قصبہ کو کھانا پکوا کر کھلایا جاتا ہے اور یہ صرفہ طعام بعض اہل ہمت امرائے بھوپال اپنے ذمہ لیتے ہین۔ عرس مین قصبہ و نواح دیہات اور کچھ بھوپال وغیرہ کے لوگ جاتے ہین۔ اور کسی سال کوئی بصورت صوفی ہندوستانکی پہونچ گئے تو کچھ قوالی اور روشنی زیادہ ہو جاتی ہے۔ ماورائے اس کے اکثر شوقین مزاج بغرض مزید تفریح دعوت گوٹ احباب و جلسہ ہائے اطعمہ لذیذہ دپنچاتی وقومی بیچیدہ باہمی یہان کرتے ہین۔ اہل حرفہ ہنود کے جلسون مین تمام برادری عورت بچہ بھی شریک ہوتے ہین۔ اور دو تین شبانہ روز قیام کر کے خوب گاتے بجاتے ہین خصوصًا موسم بارش مین بہت ہجوم شبانہ روز مرد و عورت کا ہوتا ہے ایک میلہ سا لگا رہتا ہے اور ہر قوم کے لوگ اُسی میدان مین انواع و اقسام کے کھانے حسب مذاق خود مناسب موسم پکا کر بخوشی تمام کھاتے کھلاتے ہین یہ انتظام بخت و پز اطعمہ مردون کے ذمہ رہتا ہے عورتون کو اپنے جذبات شوقیہ اور کھیلون سے کہان فرصت ہر شخص اپنی دُھن مین مست و مدہوش نظر آتا ہے خوشی و شادمانی کا یہ عالم کہ ہر ایک چہرہ و بدن سے مسرت پھوٹی پڑتی ہے سیاہ بادل کے ٹکڑے برابر مستانہ وار جھوم جھوم کر آتے اور شوق سے گرجتے برستے چلے جاتے ہین چارون طرف سے پہاڑ سراپا حسن و بہار اپنی سبز سبزی اور گلہائے گوناگون سے دماغ کو معطر کرتا ہے ہر ایک

جانب سے بکثرت آبشار اس سبزہ زار تختۂ زمردین مین بل کھاتے ہوئے پیچ در پیچ رواں اور اپنی سریلی آوازین وفور مسرت سے نغمہ کنان رہتے ہین - غرضکہ عجب پُر لطف جگہ ہے۔

نقل پروانہ سند جاگیر موضع خیر آباد بر مزار حضرت شاہ فتح اللہ صاحب حسب ذیل ہے - حضرت شاہ فتح اللہ صاحب چشتی - جا ے سکہ خلیفۃ الرحمٰن فدوی محمد سیر پادشاہ غازی مہر بزرگ موسوی ۔ گماشتہائے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال عملہ پرگنہ رائیین ۔ برکار سرکار عالمگیرپور مضافات بصوبہ مالوہ اعلام آنکہ - چون از اعیان متقدمین و جماعت مسلمین جمہور سکنہ قصبۂ رائیین بظہور پیوست کہ موازی سی و پنج بیگہہ اراضی از وقت بنیادی آثار اسلام مشروط مسجد معہ چاہ واقع راہ درگاہ از سواد موضع خیر آباد عملہ پرگنہ مذکور مقرر است - چون از مدت مدید بخدمت کہ بموجب آئین دین متین است کسی موجود نیست لہذا نظر بر ترویج امور دین قدیم و طریقہ مستقیم نمودہ مشیخت پناہ نور محمد طالب العلم ولد شیخ پیر محمد کہ مرد متقی و نماز گزار است بتصدق مبارک بندگان حضرت خدیو گیہان در وجہ مدد معاش حسب الضمن معہ فرزندان مقرر نمودہ شد - باید کہ اراضی معمولہ قدیم بتصرف مشار الیہ واگذارند کہ حاصلات آن را صرف مایحتاج خود ہا نمودہ بدعا بقاے دولت ابد مدت اشتغال مواظبت داشتہ باشد - درین باب تاکید دانند اگر در محال چیزے دیگر داشتہ باشد ازان اعتبار نمایند تحریر فی التاریخ دوم شہر رجب المرجب سنہ ۱۱۲۵ھ جلوس

نقل پروانہ شاہ فرخ سیر

* مطابق ۱۲۴۳ھ ہجری کا پروانہ بہر پیر بزرگ صدر دارالفتح اوجین بابت اراضی مسجد خیر آباد بموجب شرع متین باسم مشیخت پناہ شیخ نور محمد طالبعلم ولد شیخ پیر محمد۔ کہ مرد صالح و نمازگزار ست مواضعی پنج بیگہ آراضی معمولہ قدیم مشروط مسجد رح چاہ از سواد موضع خیر آباد مقرر بودہ شد لبشرح متخط آنکہ۔ پروانہ قلمی نماید۔

ایک اور مزار منور پختہ چونے گچ سنگ سرخ کا دوسری پہاڑی کی بلندی پہ آباد ہے یہ قصبہ سے جانب مشرق واقع ہے اسپر مضبوط گنبد کوئی کتبہ نہیں ہے زیارت پیر ہیرم کے نام سے مشہور ہے آپکا کچھ زیادہ حال معلوم نہیں ہوا نہ بانی تعمیر مزار کا پتہ چلا رحمہم اللہ تعالی اس مزار کے نزدیک ایک موضع تاج پور نامی آباد ہے جو قصبہ سے ایک میل ہوگا۔ ایک اور بزرگ کا مقبرہ پختہ چونہ گچ پتھر کا چبوترہ ڈیڑھ گز بلندی پہ ہے۔ اسپر کوئی تعمیر حجرہ وغیرہ نہیں۔ یہ بھی بہت قدیم ہے یہ چبوترہ قبر پختہ وسط آبادی میں شارع عام پر عقب مسجد تحصیل پرگنہ رائسین۔ جو مزار پیر لٹو رہ کے نام سے مشہور ہے غالباً ان کی کاکل و گیسو دراز ہونگے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ اس چبوترہ و سطح وسیع پہ اکثر اہل محلہ کی نشست رہتی ہے اسکے مقابل جانب غرب قلعہ بہت لطف دیتا ہے یہان سے چاندنی رات میں یہ قلعہ ایسا خوشنما معلوم ہوتا ہے کہ گویا عظیم الشان خیمہ و خرگاہ شاہی جو منزل پہ قائم ہے۔

قدیم عمارات میں ایک تعمیر عیدگاہ سنگین شکستہ آبادی سے

جانب شمال ایک میل کے فاصلہ پر لب سڑک پختہ ہے۔ یہ سڑک سلامت پور اسٹیشن ریلوے[1] کو گئی ہے جو غالباً ۱۳۳۴ھ ہجری کو جاری و ساری ہوئی ہے۔ کہتے ہین کہ یہ عیدگاہ بعہد عالمگیر اورنگ زیب ؒ بعہد جنگ تعمیر کی گئی تھی جسمین نماز عیدین صدیون ادا ہوتی رہی جب اُس مین شکستگی نے کار فرمائی کی تو لوگون نے دوسری عیدگاہ بزمانہ بعہد تھانہ دار منشی رونق علی قریب قصبہ متصل تالاب خام بنائی نماز عیدین ادا کرنے لگے۔ مگر اب ۱۳۳۶ھ ہجری ۱۹۱۸ء مین منشی عبد الحمید خان بھوپالی نائب ناظم رائین ضلع مشرق نے عیدگاہ سابقہ کی بجد و جہد تمام ذریعہ چندہ بجد حسین وخوبصورت خوشنما از سرنو مرمت و تعمیر کراکے پھر اُس کو سجدہ گاہ مومنین متقین بنا دیا ہے خدا اُنکو جزائے خیر دے اور دو پتھرون پر ایک قطعہ تاریخ اُردو بھی کندہ کرا کر ہر دو بازو دروازہ آمد و رفت عیدگاہ پر لگا دیا ہے۔ ایک پتھر پر پانچ اور دوسرے پتھر پر چھ شعر ہین جملہ اشعار قطعہ گیارہ ہوے۔ الحق آخر مصرع تاریخی بے ساختہ مطابق واقعہ خوب ہے قطعہ یہ ہے۔ عیدگاہِ مسلمین رائین ٭ تھی جو رانی تال[2] مین شاہی قدیم ایک مدت سے تھی ویران و خراب ٭ مٹ چلے تھے جس کے آثارِ قدیم تھا اگر ایسا نہ کوئی پہلوان ٭ سر پہ رکھ لیتا جو یہ بارِ عظیم ٭ وقت جب بننے کا

---

[1] یہ اسٹیشن ریلوے قصبہ سے بجانب شمال بارہ میل ہے اور سڑک پختہ ہے ۱۲

[2] رانی تال ایک جگہ کا نام ہے جو زیر دامن کوہ واقع ہے اور اسی جگہ عیدگاہ قدیم تعمیر ہے اسی عیدگاہ کی مرمت کی بنا پر یہ قطعہ تاریخی لکھا گیا ہے ۱۲

اوس کی آگیا ٭ باغ رحمت سے چلی ایسی نسیم ٭ نائب ناظم[1] جو ہین عبد الحمید ٭
حامیِ دینِ خداوندِ کریم ٭ بن گئے خضرِ طریق رہنما ٭ تھام کر دامانِ صمد سید
وہیم ٭ اور ننھے[2] خان وکیلِ رائسین ٭ مل گئے اس کام مین لائق ندیم ٭
عاملِ تحصیل ہذا بو سعید ٭ آکے اس مین ہو گئے وہ بھی سہیم ٭ از برائے
خاتمِ پیغمبران ٭ از طفیلِ آل و اصحاب کریم ٭ کر کے چندہ ان سبھون نے
قوم سے ٭ کر دیئے قائم یہ آثارِ قدیم - مصرعہ تاریخ سید نے لکھا ٭
ہو گئی تجدید تعمیر قدیم ٭ ۱۳۳۶ھ یہ قطعہ طبعزاد منشی سید حسن ساکن قصبہ نہٹور -
ضلع بجنور ملک روہیل کھنڈ صدر و اصلباقی نویس نظامت مشرق کا ہے
اس قصبہ کے قریب جانب مغرب ایک مخزن آب مثل حوض کلان کے
زمین دوز زیر قلعہ پہاڑ کی کرار مین واقع ہے - جسکو یہان کے لوگ ٹانکہ
کہتے ہین اسکا طول و عرض عمق تخمیناً ایک ایک جریب ہوگا - یہ ٹانکہ

[1] پتھر پر بجاے بچھانی) ز کے متحرک ہو بساند لفظ(جناب) کندہ کرادیا ہے یہ نہین سمجھا کہ حرف (ب) گرتی ہے
شاعر یہ نام ہو گا ۱۲

[2] منشی ننھے خان ساکن رائسین مرد صوفی منش مہمان نواز وکالت عدالت کرتے تھے یکم محرم ۱۳۳۸ ہجری مطابق
اکتوبر ۱۹۱۹ع روز شنبہ بوقت عشا وفات پائی باصرار انکے فرزند اکبر محی الدین سلیمن مین نے قطعہ تاریخ تعمیہ فوراً لکھدیا
مرے بھی دوست تھے[؟] قطعہ یہ ہے ٭ مرد باوضع صاحب اخلاص ٭ تھے محب قدیم ننھے خان ٭ گیسو رکھتے تھے اپنے
دو نون دراز ٭ دل مین رکھتے تھے حب درویشان ٭ با اثر تھے تمام قصبہ مین ٭ تھا شمار مین انکے پیر و جوان ٭
پکے تھے نیک عادت سے ٭ صاف دل پاک طبع تیغ زبان ٭ ناگہان یاد مرگ نے آکر ٭ کر دیا گل چراغ
روح روان ٭ پہلی تاریخ تھی محرم کی ٭ آئی جب باغ زندگی مین خزان ٭ سر کا کل سنہ یہ صدا آئی ٭ مرگئے کیا وکیل ننھے خان
۳۴۹ ۱۳ ہجری

پہاڑ تراش کر تیار کیا گیا ہے جو آب بارش سے لبریز ہو جاتا ہے جو تین چار بار پانی اُبل کر دو چار دن تک برابر جاری رہتا ہے۔ یہ چشمہ آب حیات سال بھر تک اپنے قصبہ کے لوگوں کو اور ابن السبیل وغیرہ کو بسیر چشمی تمام ہمیشہ سیراب و شیرین کام رکھتا ہے۔ اس کا پانی بہ نسبت کنوؤں کے اچھا ہے ہر قسم کی دال بھی گل جاتی ہے۔ یہ آب بارش پہاڑ قلعہ پر سے آتا اور جمع ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ ٹانکہ پانی کا بعض امراے طغرل افغانان کا تعمیر کردہ ہے جو زمانہ شاہی میں حکومت قلعہ و قصبہ وغیرہ پر منجانب سلطنت آگرہ و دہلی فرمانروا تھے اور حکام بھوپال و بھیلسہ و ساگر وغیرہ کے نگران کار رہتے تھے۔ یہ جگہ دلچسپ خوش منظر روح افزا ہے اس کے شمال کی جانب مسطح میدان سرسبز و شاداب اور کشت زار لہلہاتے ہوئے دل و دماغ کو تازہ کرتے ہیں۔ مغرب میں بلند پہاڑ پر پہاڑ پر عمارات قلعہ مثل خیمہ و خرگاہ سلاطین عالی شان و بلند مقام سر بہ فلک ہے جو لطف نظر کو بالخصوص شب ماہ میں دوبالا کر دیتا ہے اور جنوب کی سمت پہاڑ پر سبزہ زار کا جوبن ہے اور دور تک پہاڑی سلسلہ کا اچھا خوشنما منظر ہے۔ قصبہ کے مشرق کے جانب تین چار جریب پر ایک تالاب مستطیل مربع نما تخمیناً چار پانچ جریب کے قریب طول و عرض تالاب کا ہوگا کسی افغان رئیس نے تعمیر کرایا تھا اس کا پانی قصبہ بھر سے زیادہ شیرین ہے یہ تالاب کہیں زیادہ عمیق ہے کہیں کم اس میں بارش کا پانی پہاڑ شرقی سے آتا ہے۔ غالباً اس زمانہ سوتے نہیں ہیں۔ اگر یہاں ٹانکہ

مذکورہ اور یہ تالاب نہ ہوتا تو قصبہ کے لوگوں اور مواشی کی زندگی خراب ہو جاتی بلکہ معرض خطر میں پڑ جاتے کیونکہ سوائے ان دو مقام کے تمام قصبہ کے کنوؤں کا پانی بدمزہ شور و زنی مضر صحت ہے جو موسم گرما میں خشک یا کم ضرور ہو جاتا ہے۔ غرض کہ ان دونوں جگہ کے آب شیرین سے سب انسان و حیوان و جانوران صحرائی و طائران ہوا ہر وقت متمتع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تالاب سر تالاب کے نام سے مشہور عام و خاص ہے۔ اس میں مچھلی و طیور مرغابی وغیرہ کا شکار بہت ہے کنول کے پھول بھی اپنی فصل پہ بہار دکھلاتے ہیں۔ اس تالاب کے شمالی و مغربی دونوں کناروں پہ پختہ گھاٹ سنگین ہندو مسلمانوں کے تعمیر کیے ہوئے ہیں یہاں باہم سب مل کر بلا تفریق و امتیاز مذہب بے تکلف غسل و اشنان کرتے ہیں۔ دن بھر نہانے والوں اور پانی بھرنے والوں مرد و عورتوں کا میلہ سا لگا رہتا ہے کبھی موسم بہار میں اہل ہنود مرد و عورت جوان بوڑھے بچے سب یہاں رات کو بھی جلسہ کرتے ہیں ناچ رنگ گانا بجانا صبح تک کیا کرتے ہیں۔ اور بادی تمام خوشیاں مناتے کھانے پکاتے کھاتے ہیں اور اہم پنچایتیں معاملہ برادری کی رات بھر عیش و عشرت کر کے یہاں طے کرتے ہیں۔ درخت بہت پر لطف جگہ ہے۔ اس گھاٹ پہ ایک سنگین دالان در دالان پختہ کا بنا ہوا ہے تاکہ عام مسافروں کو بلا قید مذہب قیام ہے .... ہو یہاں ایک مختصر سا مندر بھی دو چار سال کے اندر جدید تعمیر کر لیا گیا

ورنہ پیشتر نہین تھا - اس تالاب کے جنوب کی جانب گوشہ تالاب کے مقابل
ایک جریب پر سنہ ۱۲۸۰ ہجری مین منشی رونق علی قنوجی تھانہ دار رائسین
نے ذریعہ چندہ ایک عیدگاہ پتھر اور گارے سے تعمیر کرادی تھی
جس مین سنہ ۱۲۸۰ ہجری سے اب سنہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق سنہ ۱۹۱۷ء تک
تقریباً پچاس سال سے تمام مسلمان برابر نماز عیدین اور بعض لوگ مختلف
اوقات مین روزانہ نماز فرائض ادا کرتے رہے ہین - اب بوجہ ہوجانے
مرمت قدیم عیدگاہ شاہی مذکور الصدر کے باعتبار عیدگاہ ہونیکے
یہ متروک و بے رونق ہو گئی ہے تاہم اس کا چبوترہ بلند نو تعمیر کردہ
بحکم مسجد باقی ہے جسمین اکثر مسافر و بعض اہل شہر آیندہ و روندگان
فرائض ادا کرتے ہین - اذان و اقامت بھی ہوتی ہے - اسی عیدگاہ
کا قطعہ تاریخ منشی صادق علی صاحب سررشتہ دار نظامت نے لکھا
تھا - جو پتھر پر کندہ کرا کر وقت تعمیر محراب پر لگا دیا تھا - قطعہ یہ ہے ؎

سال بنائے مسجد عالی کے واسطے ÷ خواہش ہوئی جو صادق سررشتہ دار کی ÷
ناگاہ گوش زد یہ ہوئی بانگ ہاتفی ÷ ہے عیدگاہ رونق علی تھانہ دار کی ÷ ۱۲۸۰ھ

اس کتبہ سنگ کو مین نے خود بھی بارہا دیکھا تھا اسی عیدگاہ کی مکرر مرمت
ذریعہ چندہ غالباً سنہ ۱۳۳۳ ہجری (۱۹۱۴ء) مین بنگرانی بعض افاغنہ قصبہ میری زمانہ
قیام رائسین مین ہوئی - چبوترہ اسی مسجد کے مغربی و شمالی مین خاص
گھاٹ لب تالاب پر قریب پختہ سنگین ایک مسجد قدیم شکستہ حالت مین
تھی اسکو بھی منشی رونق علی تھانہ دار نے سنہ ۱۲۹۵ ہجری مین ذریعہ چندہ

عمدہ طور پر درست کرا دی تھی اور اذان و تکبیر نماز بجماعت پنج وقتہ ہونے لگی جس کا قطعہ تاریخی شاہ محمد علیم اللہ رح آگہ آبادی سے نے کہا اور پتھر پر کندہ کرا کر اس مسجد مین لگا دیا۔ یہ کتبہ سنگ بھی ابتک مسجد مین موجود ہے قطعہ یہ ہے ؎

مرمت مسجد کہنہ کی کرنی ٭ جہان مین آخرت کا کام یہ ہے ٭ ز رچندو لیا رونق علی نے ٭ مسلمانون رفاہِ عام یہ ہے ٭ ہوئی مسجد جو قائم بتکدہ مین ٭ کہا جبریل نے اسلام یہ ہے ٭ خدا جنت مین دیگا قصرِ عالی ٭ علیم اس خیر کا انجام یہ ہے ٭ موذن نے پکارا سال تاریخ عبادت خانۂ اسلام یہ ہے۔

یہ مسجد بوجہ لاپرواہی وجہل افاغنہ قصبہ کے سنہ ۱۳۲۱ ہجری سے قبل پھر منہدم ہو گئی تھی جسکو ملا احسان علی بوہرہ دوکاندار رئیسین ولد جیوا بھائی ساکن سرونج علاقہ ریاست ٹونک نے لاپرواہی اہل قصبہ دیکھکر خود بہ حمیت اسلامی وعالی ہمتی ایک بار سنہ ۱۳۳۰ ہجری ۱۹۱۱ع مین بہ صرف مبلغ ایک سو بارہ روپیہ ۱۱۲ چھ آنہ از سر نو چہار دیواری ومحراب وغیرہ قائم کرکے سفالہ پوش بنوایا تھا۔ اسکا قطعہ تاریخی حاجی حافظ محمد عبد الرحمٰن رح ساکن شہر مراد آباد ملک روہیلکھنڈ متوفی آغاز سنہ ۱۳۳۶ ہجری آخر سنہ ۱۹۱۸ع مدفون قصبہ دیوری علاقہ بھوپال نے یہ لکھا تھا ؎ چو احسان علی بر لب آبگیر ٭ بنا کرد مسجد بہ صرفِ کثیر ٭ زہے صحن پاکیزہ و سایہ دار ٭ خوشا منظر سبز فضا دلپذیر ٭ شدہ رونقِ دین در رائسین ٭ از و کفر گشتہ ذلیل وحقیر ٭ نمودند کفار بس شور و شین ٭

نہ شد ہمتش زان شنہا قصیر * چو از بہر تاریخ اتمام او * شدم غرق دریاے فکر قدیر
بگفت از سراپاے احسان سروش * بگو مسجد بے نظیر * اور بعد چہ سال
۱۲۷۹ھ
کے اس عالی ہمت شخص نے دوبارہ خود بخود بکمال اولوالعزمی حسبتاً للہ
سنہ ۱۳۳۰ ہجری مطابق سنہ ۱۹۱۵ء مین از سر نو سنگین و پختہ چونے وگچ سے اس مسجد
کو تعمیر کرا تا سروع کر دیا جسکا تخمینی صرفہ اسوقت مبلغ چھ سو روپیہ سکہ انگریزی
رائج الوقت ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزا مصرع آفرین باد برین ہمت مردانہ
او * اس کی چھت مسلم پتھر کے پیٹیون کی مضبوط تیار ہو گئی ہے بحالت تعمیر
بھی اس مسجد مین اذان و اقامت و نماز با جماعت بدستور سابق اہل سنت
والجماعت کی پنج وقتہ ہو رہی ہے۔ و للہ الحمد اس قصبہ کے گوشہ شمال
مغرب مین ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر زیر دامن کوہ سیتا جسکا ذکر پہلے
ہو چکا ہے کچھ عمارات سنگین پختہ یک منزلہ و دو منزلہ قدیم شاہی عہد کے
شکستہ کہنہ بکثرت و مسلسل پائے جاتے ہین۔ جن کے دیکھنے سے عجیب
حیرت انگیز کیفیت تماشائیون کے دلون پر پیدا ہوتی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا
ہے کہ یہ خوبصورت عمارات مستحکم و دلکش قدیم امرا و سلاطین اسلامی کے
تعمیر کردہ ہین۔ یہان مساجد و مقابر سنگین و خوشنما سنگ سفید کی بنی ہوئی
بھی موجود ہین۔ جنپر عجیب و غریب دستکاریان و صناعیان بچہ کاری
سے کی گئی ہین
ان کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف رنگ کے نفیس و عمدہ جواہرات
بکمال تہذیب و ترتیب و حسن و خوبی جمع کر دیے ہین گویا کہ خوشنما گلدستہ بہشت ہیا

بڑی مسجد تعمیر ۱۹۱۵ء

مختلف رنگ جواہرات سے مرصع کاری کی گئی ہے یہ محلات وایوان
شاہی شکستہ و نیم ریختہ اپنے بانیان قدیم کی یادگار ہیں ایک مسجد جامع
کسی قدر کلاں سنگین گچ کے پختہ اسوقت تک صحیح و سالم موجود ہے جسکے
پشت پر ایک چبوترہ مستطیل موجود ہے۔ اس چبوترہ پر ایک مقبرہ پختہ پتھر کا
ہے کہا جاتا ہے کہ یہ مزار منور حضرت شاہ جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ ولی اللہ دہلوی
کا ہے جو کبار اولیاء اللہ سے مشہور ہیں ان کی بہت سے کرامات و خرق
عادات و فی سبیل اللہ غزوات و علمی قابلیت مشہور و معروف عوام
ہے۔ اسی پہاڑ کے کرار پر بہت قریب ایک اور کسی بزرگ لامعلوم الاسم
کا مزار مقدس ہے کسی زمانہ سابقہ میں ان دونوں مزاروں پر بڑی دھوم
دھام سے عرس ہوا کرتا تھا۔ دور و دراز ممالک سے فقرا و امرائے صوفیہ
منش اور قوال وغیرہ آکر جمع ہوتے تھے اور عظیم اجتماع ایک ہفتہ تک رہتا تھا
ہزاروں حاجت مند بخیال حصول مقاصد بہ حاضر آستانہ ہوتے تھے۔ مجاور
بے حد دولت کماتے تھے۔ مگر آج وہی مزارات مقدسہ ہیں کہ صدیوں سے
کس مپرسی و خاموشی کی حالت میں روپوش خلائق ہو رہے ہیں۔ کسی نے سچ
کہا ہے۔ مصرع۔ آج ہیں فاتحہ کو وہ محتاج ؛ کیا خوب کہا ہے سہ
بر مزارِ ما غریبان نے چراغے نے گلے ؛ نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے ؛
اس کے قریب ایک اور چبوترہ سنگین قدرے بڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ
گنج شہیدان ہے۔ جو وقت جہاد اسلامی شہید ہوئے تھے۔ رحمۃ اللہ علینا و علیہم
اجمعین۔ اللھم اجعلنا من الابرار والحقنی بالصالحین۔ آمین۔ چونکہ یہ عمارات

قدیم اب گنجان جنگل وخار دار درختون کے سایۂ عاطفت مین صدیون سے
پناہ گزین - اپنے بانیان اولوالعزم کے ماتم و سوگ مین گوشہ گیر دامن دشت
وصحرا ہین - یا دنیا کی بے ثباتی و بے وفائی پر پھوٹ پھوٹ کر روتی ہین - کبھی
قہقہہ مار کر ہنستے ہین - یا مظالم و سیاہ کاری انسانی سے پلہ پاک کرکے وحوش
صحرائی درندہ شیر تیندوا ریچھ وغیرہ سے ربط وضبط اتحاد پیدا کرچکے ہین
جو ہمیشہ ہمدم و یار غار شریک حال ہین - اسوجہ سے یہان کے بے خبر
باشندون کو ان عمارات عالیہ کی کچھ خبر تک نہین قصبہ سے اس کا راستہ بھی
بوجہ نشیب و فراز بہت دشوار اور مخدوش ہوگیا ہے - نیز خار دار جھاڑیون کا
پہرہ سخت قائم ہے کہ قدم قدم پر راہگیر کو ہزارون بھالون و برچھیون سے
زخمی وخستہ کرتے ہین اور دامن و آستین کی دھجیان اُڑاتے ہین - راستہ بالکل
مسدود ہے - یہان کوئی کتبہ سنگین وغیرہ باوجود تلاش دستیاب نہین ہوا
اس لیے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تعمیر آبادی بلیچ کب اور کیونکر ہوئی - اور کس وقت
تباہی و بربادی واقع ہوئی - مزید تعجب یہ ہے کہ تاج الاقبال تاریخ بھوپال اور
دفتر گزیٹیر ریاست مین ان عمارات عالیہ قدیمہ کا کچھ تذکرہ بلکہ ایماء و اشارہ تک
تک نہین ہے اغلب ہے کہ سیاحان یورپ نے بھی انکو دیکھا اور سنا ہو - عجب
نہین کہ یہ عمارات بہادر شاہ گجراتی و شیر شاہ و عالمگیر رح وغیرہ کے عہد سلطنت کے
ہون اور کوئی قصبہ یا شہر آباد کیا گیا ہو یا ان سے قبل کے سلاطین ہند مالوہ
وگجرات وغیرہ کے عہد مین تیار ہوئی ہون - واللہ اعلم -
اس قصبہ کے جانب شمال بارہ میل پر ریلوے لائن جاری ہے جسکا

اسٹیشن سلامت پور مشہور ہے۔ قصبہ سے اسٹیشن تک پختہ سڑک جاتی
ہے کرایہ پر یابو یا بیل گاڑیاں وغیرہ ہر وقت دستیاب ہوتی ہین۔
صرفہ کرایہ ۸ر سے عہ ر تک ہے۔

خاتمہ کتاب تاریخ موسوم باسم تاریخی اخبار قلعہ رائیسین
۱۳۱۳ھ

از مصنف غفر لہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدائے پاک عز و جل شانہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھ جیسے بے علم کم مایہ غیر ملکی کے
دست ناتوان سے ایسا اہم کام تالیف تاریخ نگاری (اخبار قلعہ رائیسین) ۱۳۱۳ھ
علاقہ دار الاقبال بھوپال انجام کو پہنچا دیا۔ جسپر قابلان قدیم ملکی جرأت قلم
فرسائی نہ کر سکے اور نہ انشاپردازان تاریخ نگاران قدیم و جدید ملازمان
ریاست کو باوجود امداد مصارف ہزار ہا روپیہ سالانہ ریاست کی مبادرت
ہوئی۔ کیونکہ قلعہ کی واقعہ نگاری بغیر محنت جسمانی و مالی افشانی و مشاہدہ
ذاتی عینی کے غیر ممکن و محال تھی اور یہ معزز اصحاب اسکے خوگر نہیں۔
الحمد للہ میں نے ۱۳۱۳ھ ہجری کو بحیثیت تاریخ نگاری اور بغرض انکشاف

حالات بھر قوت مکانی ہر در و دیوار کا بغور غائر و نظر عمیق معائنہ کیا۔ اور
بلند پہاڑ کے چڑھاؤ اُتار اور راہ پیچ در پیچ کے مصائب کو اپنے عیش و تنعم
لبیب خاطر پسند و گوارہ کر کے اسی دھن میں چار پانچ برس زمانہ قیام بھوپال
تک باوجود ضعف پیرانہ سالی و تہی دستی و کثرت دیگر مشاغل علمیہ بھوپال سے
رائسین متواتر آیا گیا مصارف و مصائب سفر بخوشی برداشت کیے پھر سب کے
آخر مرتبہ ۱۳۔اپریل سنہ ۱۹۲۳ع یعنی ۲۵ شعبان سنہ ۱۳۴۱ ہجری کو بجوش و ولولہ
تمام خاص اپنے وطن مالوف دار العلم سہسوان ضلع بداون ملک روہیلکھنڈ
سے باوصف قصد عزلت نشینی و گوشہ گیری و ترک عزم سفر آئندہ کے
سات سو میل سے زیادہ مسافت طے کر کے بھوپال آیا بعدہٗ اوسط جون و
و آخر شوال سے صدر کو رائسین پہونچکر چار پانچ روز برابر شدت تمازت
آفتاب و گرمی موسم میں باوصف ناتوانی تا امکان قلعہ کا گوشہ گوشہ دیکھا
تب کہیں اس باغ خزان دیدہ رنگ و بو پریدہ کی روشہائے زمین دوز
سے قدرے گلچینی کر کے اپنے معزز قدردان ناظرین کے سامنے برگ حنا
اُسکا گلدستہ بنا کر پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہون۔ تاکہ اس کے رنگ
و بوے کہنہ نورسیدہ سے ایاغ و کاسہ دل کو غیرت جام بادہ عنبرین بنائین
اور میری محنت شاقہ و عرق ریزی کی آبیاری داد تحسین سے اس
گلدستہ پژمردہ کو آب و تاب حیات ابدی عطا فرمائین۔

افسوس کے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ بعض قدیم محلات
شاہی کے اندرونی حصص تک باوجود مزید کشش و کوشش عالی سائی

دباریابی مجھ جیسے غریب الوطن کے نہ ہوسکی کیونکہ وہان زہریلی خاردار جھاڑیان نیزہ بردار بے شمار ہر ہر قدم پہ سد راہ ہین اور بہت سے درندگان خون آشام و پر خطر صحرائی کا ہر جگہ سخت پہرہ قائم ہے اور ملبہ چند دسنگ عمارات شکستہ کے جا بجا ڈھیر ہین اور تاریکی و بدبو انتہا سے زیادہ پر آن ہے - پھر باوجود اس مہابت و مخافت کے کون سورما ہے جو ایسی جگہ جرأت پیش قدمی کر سکتا ہے یا مصرع ع این گریبان گرفت و آن دامن کا مصداق صحیح اپنے آپ کو بنانے پر راضی ہو سکتا ہے - اس کتاب کی ابتداء تحریر ۱۳۳۷ھ ہجری مین ہوئی تھی اور قصد تھا کہ جلد ختم کردون - مگر مشیت الٰہی کچھ اور تھی یعنی اسی زمانہ مین بوجہ خانہ ویرانی و فکر و صدمہ جان گزا وفات اکلوتی صبیہ صالحہ ۲۲ سالہ کچھ ایسے مجھے ابنائے زمانہ کی مہربانی سے پیش آئے کہ کسی جگہ باطمینان قرار قیام نہ کر سکا حضرت امیر خسرو نے حسب حال خوب فرمایا ہے ؎

ہر جا کہ رسید زار بگریست   چون ابر نو بہار بگریست

انجام کار ناچار اسی بدحواسی و پریشانی مین باچشم گریان و دل بریان ناچار ۱۳۴۱ھ ہجری مین سے بے دسے کر بحالت تفکرات و بدحواسی و تردداتِ چند در چند جس طرح بھی ہو سکا اس کتاب کو غیر مرتب ہی ختم کرکے پلا پاک کیا اور کچھ اضافہ جدید تحقیقات کا پیدا اپسی را سے سین ۱۳۴۲ھ ہجری مین کر دیا - پس کتاب ختم ہوئی -

وللہ الحمد والمنۃ

باقتضاے بشریت بفتورحواس کوئی اشتباہ تعلق واقعات یا غیر دلچسپی عبارت ہو جو یقینی ہے تو حسب معروضہ قابل چشم پوشی اہل بصیرت و لازمہ اصحاب کمال ہے۔

حدیث شریف مین وارد ہے (من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ) لہذا مجھکو باتباع ارشاد نبوی صلعم لازم ہے کہ کچھ الفاظ دلی شکرگذاری ان سست اُن اصحاب دیباچہ کے بھی بترتیب ادا کرون جن سے تالیف ...... کتاب مین مدد ملی ہے۔ اول راحت روح لخت جگر عزیزی حکیم مولوی سید محمد اعجاز احمد صاحب سلمہ کو مستحق اس شکر کا پاتا ہون جنھون نے بصلاحیت ذاتی مکرر دسہ کر تحریص و ترغیب تحریر تاریخ کی دلاکر میرے بیان کے مطابق اپنے پیارے اور مبارک ہاتھون سے بخلوص دل بنیاد تاریخ نگاری رکھی چند صفحون پر تاہم کردی۔ ان بعد دوئم عزیز دل نور بصر منشی مولوی محمد شاکر حسین صاحب سلمہ صدیقی ہین جنھون نے باوجود عدیم الفرصتی و کثرت مقدمات عدالتی کے ہر کتاب کو ملاحظہ کرکے ترتیب و اضافہ بعض مضامین وغیرہ مین بخوشی خاطر میری پوری امداد فرمائی۔ سوئم محب مکرم جناب منشی مولوی فضل اللہ صاحب صدیقی جاگیردار قدیم بھوپالی کا بھی تہ دل سے شکرگذار ہون کہ انہون نے باوصف کثرت مشاغل کے کچھ اپنا وقت عزیز میرے لیے روزانہ وقف کردیا اور مسودات ناہموار اور پریشان مضامین کو اپنے دست و قلم خاص سے

حاشیہ نمبر ۱ و ۲ میرے بھتیجہ و بھانجے بالترتیب ہین اور اپنی قابلیت و صلاحیت مین محمود ابناے زمانہ ہین سلمہما اللہ تعالیٰ۔

صاف کر کے بصورت کتاب مرتب و مزیب فرما دیا اور بعض امور ضروری
کے اضافہ کا مشورہ دیا بعدہ اپنے دوست محترم جناب مولوی منشی
محمد نعمت اللہ صاحب صدیقی قدیم جاگیردار بھوپال کا بھی بدل مشکور ہون
کہ براہ خلت و محبت مخلصانہ بعض امور متعلقہ کتاب ہذا مین اکثر رہبر
مشیر و معین کار رہے۔ مین بعد چہارم اپنے مخدوم معظم قدیم جناب
حکیم محمد ابراہیم خانصاحب سکریٹری خاص حضرت نواب ولیعہد
صاحب بہادر کے اظہار امتنان بے پایان سے باز رہنا بھی غایت حق
فراموشی ہے اگر اظہار حق نہ کیا جاے کہ آپ نے بتوجہ خاص بہت کچھ
امداد اس باب مین فرمائی اور کچھ کاغذات اور کتابین و رقوم متعلقہ وغیرہ
عاریتاً مرحمت کر کے میری معلومات مین بہت سا اضافہ کرا دیا اور بہبودی
خاص سازگاری زمانہ کے مناسب مخلصانہ مشورہ سے بھی ممتاز فرمایا
ششم جناب آغا جان صاحب قاچار ایرانی ناظم ضلع مشرق رائسین کا دل
سے شکر گزار ہون کہ جب اوسط جون ۱۹۲۳ء مطابق آخر شوال ۱۳۴۱ھ ہجری
کو بغرض مزید تحقیق بعض امور متعلقہ قلعہ کے مین رائسین گیا تو باوجود عدم شناسائی
سابقہ و لاحقہ بیحد اخلاق کریمانہ مبذول فرما کر ہر قسم کی امداد فرمائی اور تحصیلدار
صاحب پرگنہ کو چند بار حکم تاکیدی دربارہ بہم رسانی اسباب سہولت کار و امداد
راقم دیا اور چند اہلکار خاص قابل واقف الحال میرے ہمراہ قلعہ پر جانے کو
روزانہ مقرر فرمائے جس سے مجھ کو بعض امور نامعلوم مفیدہ کا مزید انکشاف ہوا
مین اُن لائق اہلکاران ہمراہی کا بھی بدل و جان منت کش ہون کہ ہر کام میرا

بخوشی خاطر خندہ پیشانی میری رہبری و راہنمائی فرمائی - کاش اگر تحصیلدار صاحب پرگنہ بھی سوائے تعمیل ضابطہ حکم کے ہر دلچسپی علوم و فنون توجہ خاص سے کچھ انتظام فرماتے تو بہت کچھ سہولت و آسائش ہو جاتی اور میرے معزز لائق ہمراہیان قلعہ کو زیادہ دقت و تکلیف نہ ہوتی - افسوس کہ معزی الیہ نے اس بابتہ ذاتی توجہ و علمی دلچسپی کا کچھ اظہار نہ فرمایا جس کی نسبت بوجہ قدیم مراسم و اد عائے اتحاد کے مجکو کوئی شکوہ و شکایت نہین ہے - بلکہ مین نے انکی صرافت محض پر محمول کیا - تاہم مین تحصیلدار صاحب مجسٹریٹ پرگنہ کا خاص صورت سے شکر گزار ہون کیونکہ یہ حضرت میرے چہل سالہ دوست ہین - رخصت کے وقت بیساختہ یہ شعر میری زبان پر آگیا اور پڑھتا ہوا سوار ہوکر رائسین کو خیرباد و خدا حافظ کہتا ہوا روانہ ہوا ۔

پہل سال عمر بالفت گزشت ۔ مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

اللہ تبارک و تعالی ان جملہ حضرات کو بہ فوز صحت و مسرت و عزت و ہمت بکامگاری دارین زندہ و سلامت رکھے اور توفیق خیر رفیق فرمائے آمین ثم آمین - تحریر بتاریخ چہارم ماہ ذالحجہ ۱۳۴۱ھ ہجری مطابق ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۲۳ع روز پنجشنبہ مقام بھوپال

آخر خاتمۂ ہذا مین نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ خونین حروفون مین لکھا جاتا ہے کہ ابتدائے سنہ ۱۳۳۱ ہجری کو مین نے مسودۂ ہذا تاریخ رائسین لکھکر بوجوہ ناتمام چھوڑ دیا اور بضرورت ذاتی وطن و لکھنؤ مین کم و بیش دو سال قیام رہا بظاہر اب کوئی صورت تکمیل تاریخ نہی تھی کہ ناگاہ بمشیت الٰہی ہز عالیجاہ نواب محمد نصراللہ خانصاحب بہادر کے۔سی۔ایس۔آئی۔ کرنیل افواج برطانیہ شہر الہ آباد و ولیعہد ریاست بھوپال کو شوق ہوا کہ قلعۂ رائسین کے قدیم و جدید حالات مفصل محققانہ لکھے جائین جن سے تاریخ بھوپال اردو و فارسی ساکت ہے۔ اثناء ذکر مین کسی صاحب نے میرے مسودہ تاریخی کا ذکر کر دیا چنانچہ ذریعۂ تحریر کریمی حکیم محمد ابراہیم خانصاحب سکریٹری خاص روبکاری میری طلبی ہوئی مین مع مسودہ سابقہ ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء مطابق شعبان سنہ ۱۳۴۷ ہجری کو بھوپال پہونچا اور بموجب حکم عالی فوری کام شروع کر دیا اور کئی بار بغرض انکشاف حالات قدیم و جدید رائسین اندر رفت ہوئی اور تا مقدور چپہ چپہ گوشہ گوشہ شہر و قلعہ کا بغور خود دیکھا بھالا بعدہ اگلے مسودہ مین بہت کچھ ترمیم و تنسیخ کر کے جدید مکاشفات کا اضافہ کیا۔ الحمد للہ مسودہ کتاب ہذا بوجوہ مرتب و مختتم ہو گیا چونکہ جناب نواب صاحب بہادر کو بیحد اشتیاق ملاحظہ کتاب و حالات قدیمہ و جدیدہ کا تھا اور میری جانفشانی و سرگردانی و تنقید و تحقیق و رائے زنی محققانہ و موٴرخانہ کا علم بھی ان کو ہو چکا تھا۔ اس لیے اسی اثناء مین کئی بار طلبی کتاب ہذا کی گئی چنانچہ مین نے بعد ترتیب مضامین صاف کر کے روبکاری والا

مین بماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء پیش کردی چنانچہ محتشم الیہ نے بشوق تمام چند بار
متواتر ملاحظہ فرمایا اور حضر و سفر شکار وغیرہ مین اپنے ساتھ رکھا اور بقدردانی
و ہنر پروری شاہانہ بارہا دربار خاص و عام مین کلمات تحسین و آفرین فرمائے
اور بہت کچھ داد محنت و تنقیدات مورخانہ کی دی عزم دالا تھا کہ اس
تاریخ کو جلد بصرف جیب خاص باحسن صورت طبع کرادین مگر بوجہ شدت امراض ذیابیطس وغیرہ
برادر اوسط خود جناب نواب زادہ حافظ حاجی محمد عبید اللہ خان صاحب
بہادر جنرل اعظم افواج ریاست بھوپال عزم طبع ملتوی رہا چنانچہ اسی
شدت مرض مین جنرل صاحب بہادر مرحوم کا ۲۴ مارچ ۱۹۲۴ء ۱۷
شعبان ۱۳۴۲ہجری روز دوشنبہ کو بعمر ۴۸ سال چند ماہ و روز انتقال
ہوگیا چونکہ آپ کو اپنے برادر مرحوم سے بوجہ قرب سنی و ہم عمری بے حد
الفت و محبت دلی تھی اور بوجہ یکجائی بود و باش باہمی کے بنہایت انس
تھا بیحد صدمہ کا ہونا بھی فطری و لازمی تھا۔ اسی فرط غم و الم مین آپکی
شکایات امراض دیرینہ ترقی پذیر ہوتی رہی مگر کچھ توجہ نفرمائی بعد چند
روز جب امراض کا طول ہو گیا۔ متعدد یورپین ڈاکٹرون نے بعد علاج
دو تین ماہ کے مرض لا علاج تجویز کیا چنانچہ شب سوم ماہ صفر ۱۳۴۳ھ
مطابق ستمبر ۱۹۲۴ء کو بعمر ۵۰ سال بمرض گردہ وغیرہ رہ گرائے رحلت
فرمائے اعلیٰ علیین ہوے اور اپنے برادر عزیز سے جنت الفردوس مین
انشاءاللہ جا ملے۔ ہر دو کی وفات مین صرف پانچ ماہ کا آگا پیچھا ہوا ۔
انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

اور بیمارعلی الاتصال دو جوان عمر دن کا واقعہ جانگزا و قیامت خیز ہوا
ارحم الراحمین ان دونون کو اپنے جوار رحمت و جنت الفردوس مین قیام
گزین فرماے - ان صدمات دل فگار پر بہت سے لوگون نے مراثی و نوحے
عمدہ لکھے مگر سب سے بہتر مرثیہ جگر پاش دماغ سوز حکیم مولوی سید عجاز احمد
صاحب سلمہ معجز تخلص سہسوانی کا ہے جسکا نام دم الاخوائین رکھا ہے
اپنی باب مین بے نظیر فصیح و بلیغ بیحد درد انگیز ہے ہر خورد و کلان ریاست
اس غم و غصہ سے نہایت بےچین و بدحواس ہے بالخصوص سرکار عالیہ
ہزہائنس جناب نواب بیگم صاحبہ فرمان فرماے ریاست بھوپال دام اقبالہا
کو اس جوان مرگی ہر دو صاحبزادگان عالیشان مرحوم و مغفور حسین و وجیہ
خوش رو نیک خو سے جسقدر رنج و صدمہ جگر پاش اس پیرانہ سالی مین پہنچا
وہ تحریر و تقریر سے زیادہ ہے ہر دم گریہ و زاری و اشکباری و دعا و استغفار
حضرت باری عز اسمہ مین گزرتا ہے ہر چند کہ بکمال استقلال و عالی ہمتی
اہم امور ریاست مین بفراست و حکمت جبلی و ذاتی بدستور مشغول
و مصروف رہتی ہین - اللہ تعالی ہمہ پس ماندگان خصوصًا جناب سرکار
عالیہ دام اقبالہا کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرماے
تاہم اکثر کاروبار انتظامی و ملکی چھوٹے صاحبزادہ افتخار الملک حاجی
نواب محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر کے سپرد کر دیے ہین جو بیحد قابل
و روشن خیال ہین - قیامت پر قیامت یہ ہے کہ اس وقت باہمی شہزادگان مین بابتہ
تقرر ولیعہدی ریاست آثار رنجش پیدا ہین خود غرض مفسدہ پردازون کی

موقع درانداز ی ہاتھ آیا - خدا کرے کہ یہ شکر رنجی جلد تر بمصالحت رفع دفع ہوجائے ورنہ لاکھوں کی دولت تباہ و برباد ہر دو جانب سے ہوگی اور خزانہ خالی ہوجائیگا اور رعایا برباد جیسا کہ بعض اخبار مشرق ۹- اکتوبر ۱۹۲۴ء نمبر ۱۴ سے ظاہر ہے اللہ تعالی دونوں کو عقل سلیم دور اندیش عطا فرمائے -

ہر دو برادران مرحوم و مغفور کے دو دو فرزند ارجمند با اقبال ذی ہوش و فرہنگ وجیہ و حسین شجاع و عالی ہمت زیر تعلیم و تربیت عاقل و بالغ ہیں سلمہم اللہ بالعزۃ والاقبال آمین -

اگر سر عالیجاہ نواب ولیعہد صاحب بہادر مرحوم کی موت کچھ وقفہ دیتی تو یقین تھا کہ یہ تاریخ اخبار قلعۂ رائسین - اُن کی خاص توجہ و صرفہ جیب سے باحسن صورت طبع ہوجاتی اور میری محنت و دماغ سوزی سرگردانی کا کافی صلہ حسب ارشاد زبانی ضرور عطا ہوتا - مگر ذالک تقدیر العزیز الحکیم ٥ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین ٥ کیونکہ ہر دو برادران عالیشان مرحوم و مغفور سید سخی و ہنر پرور علم دوست نقاد سخن غواص بحر علمیہ و حکمیہ خوش اخلاق متواضع بدبدبہ شاہی سیر چشم عالی ہمت مہمان نواز ہم صورت نیک سیرت صادق الوعد تھے - برد اللہ مثواہما -

اب میں نے یہ کہکر - ان اجری الا علی اللہ رب العالمین - ٥ متوکلاً علی اللہ - ان اوراق پریشان مسودہ اولین مضامین غیر مرتب کو جو اتفاقیہ میرے پاس متفرق اوراق میں رہ گئے بغیر نظر ثانی بحالت بیماری خود باوجود تہیدستی و عالم مسافرت عجلتہً طبع کرادیا خوف تھا کہ مبادا میری محنت و جگر کاوی بیجا ضائع و فنا ہوجائے - و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ و اصحابہ و علی جمیع المومنین اجمعین و جعلنا منہم آمین - تحریر ۲۴ - ماہ صفر ۱۳۴۳ ہجری مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء بمقام محلہ لال باغ حضرت گنج شہر لکھنؤ اودھ - بقلم ابو الوفا عبید الباقی عفرلہ نقوی حنفی متوطن قاضی محلہ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں روہیلکھنڈ مصنف حیاۃ العلماء وغیرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آبادی قصبہ رائیین سے ملحق جانب

مشرق ایک میدان مستطیل و مثلث مخروطی الشکل بقدر نصف
فرلانگ ہے جسمین مدت دراز سے ہاٹ بازار ہفتہ وار بروز اتوار لگتا ہے دور
دراز فاصلہ سے سوداگر دوکاندار آکر اجناس غلہ و ترکاری و مواشی و ظروف
وغیرہ بکثرت فروخت کرتے ہین بعض مسلمانان عالی ہمت نے بزمانہ قدیم ایک
چبوترہ پختہ سنگین بقدر چودہ گز طول سات گز عرض کے اور کنوان پختہ چبوترہ
کے قریب جانب شمال بغرض آسائش اہل بازار و قصبہ وغیرہ کے بنوا دیا تھا اور
کچھ درخت سایہ دار گرد چبوترہ نصب کرا دیئے تھے ان کی مرمت بھی ہمیشہ اہلکار
مسلمان و افغانان قصبہ ہی کراتے رہے چنانچہ اس چبوترہ سے بلا روک ٹوک
ہندو و مسلمانان قصبہ و مسافران ہر قوم آسائش و آرام پاتے رہے اور عام
راہ گیرون کا تو یہ چبوترہ اچھا خاصہ پڑاؤ بن گیا ۔ شب و روز ہر وقت دس بارہ
بدیسی مسافر بلا قید ملک و ملت مقیم دکھائی دیتے تھے کسی کو کسی سے کچھ تعرض نہ
تھا۔ کیونکہ یہان کوئی مسافرخانہ وغیرہ باقی نہین رہا تھا جس سے مسافرون کو راحت
و آرام ملتا اور جو قدیم سرائے سرکاری قریب ہسپتال انگریزی متصل سڑک
پختہ کنارہ آبادی پر تھی اسکی بابتہ برادران وطن ہندو نے دو تین سال ہوئے
کارروائی سازشی کر کے مکان منیب مستاجر قصبہ کا تعمیر کرا لیا
تھا اور وہ سرائے سرائے نہین رہی تھی حالانکہ اس سرائے قدیم

کی مرمت اولاً بعہد حضور نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ سنہ ۱۲۴۷ ہجری مین بنگرانی واہتمام میر سید علی مستاجر یعنی ٹھیکہ دار موضع بریٹھیاری ثانیاً بعہد رافت مہد علیا حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان سنہ ۱۲۹ ہجری مین باہتمام منشی سید وصیت علی صاحب ناظم و مہتمم بندوبست متوطن قصبہ منڈاور ضلع بجنور ملک روہیلکھنڈ ہوئی تھی اور ہزار روپیہ ریاست کا ہر سال اسکی ترمیم و تعمیر مین صرف ہوا تھا۔ لیکن وہ وقف شدہ سرائے سرکاری بہت آسانی سے ہضم ہوگئی اور کسی غریب مسلمان کاشتکار پیشہ بے علم نے بوجہ دباؤ ناجائز مہاجنان کے دم نہ مارا سچ ہے سلہ ع۔ کہ نادان تر از جاہلی کار نیست؂ اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین۔

سلہ اس زمانہ مین نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ بنت نواب نظر محمد خان کی عمر ۱۴ برس کی تھی ان کو وراثت ملک منجانب اپنے پدر مرحوم کے قدرتاً ملی تھی مگر ان کی والدہ قدسیہ بیگم مرحومہ بثبت مختار سرکاری فرمانروائے بھوپال تا شادی دختر نیک اختر رہین بعد شادی کے اُن کے شوہر نواب جہانگیر محمد خان سنہ ۱۲۵ ہجری سے والی ملک ہوئے۔ پھر نواب صاحب سنہ ۱۲۶ ہجری مین فوت ہوئے اور نواب شاہجہان بیگم صاحبہ اصل رئیس بھوپال اور نواب سکندر بیگم صاحبہ مختار ریاست قرار پائین اور عمدہ انتظام فرمایا۔ بعد غدر سنہ ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) کے سنہ ۱۲۷۶ سے خود رئیس و مالک ولائق و محترم بالاستعہد ہوئین سنہ ۱۲۸۵ ہجری سے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ بعد فوتی مادر خود رئیس و مالک ۱۹ صفر سنہ ۱۳۱۹ ہجری مطابق سنہ ۱۹۰۱ء تک رہین ملک سرسبز انتظام اچھا رہا رعایا خوش ملازم فدائی اور راضی رہے یہ زمانہ بڑی خیر و برکت کا تھا اب بھی لوگ یاد کرتے ہین اور بگریہ و زاری دعاے مغفرت کرتے ہین ۱۲ منہ

بہر حال زمانۂ موجودہ مین صرف یہ چبوترہ ہی ایک ایسا مقام تھا جو کچھ نہ کچھ
حق مسافر نوازی ادا کرتا رہتا تھا یہان تک کہ اُس کے ہضم کیے جانے کا بھی
موقع آگیا بتفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک بار بعہد بخشی چین رائے کایستھ
بھوپالی ناظم ضلع مشرق با بما رفشی منا لال عرف بھوے منا تحصیلدار رو
مجسٹریٹ پرگنہ اچھا محل و موقع پاکر جمیع برادران وطن ہند نے اس چبوترہ
پر ایک ڈیرہ دو گز طاق مندر نما پختہ و سنگین بناکر اُس مین ایک بت پتھر کا
بنام مہابیر رکھدیا۔ یہ سب کارروائی تعمیر وغیرہ ایک ہی رات مین بصیغہ
مخفی ہوگئی اسپر غریب جاہل مسلمانون نے کچھ شور مچایا اور استغاثہ عدالت
سے چاہا مگر بزور حکومت مقامی و بحکمت عملی و دباؤ ناجائز معاملہ رفع دفع کردیا
گیا اور زبانی یہ کہدیا کہ حق آسائش بدستور تم سب کو بلا امتیاز برابر رہے گا
چونکہ غالبًا یہان کے مسلمان مزدور و کاشتکار پیشہ مفلس ہین اور قصبہ کے تمام
ہندو مہاجن زمیندار مستاجر یعنی ٹھیکہ دار زر محاصل سرکاری تعلیم یافتہ باہم
متفق ہین اس لیے اگر کسی مسلمان نے ذرا بھی مخالفت پر سر اُٹھانا چاہا تو فورًا
دھمکی بیدخلی اراضی کاشت و حصول دتقاوی و نالش قرضہ و بقایا و قرقی وغیرہ
کی دیکر اُسکا گلا دبوچ دیا گیا اور حلق بند کردیا گیا خصوصًا ایسی حالت مین کہ
حکام مقامی ضلع بھی ان کے ہم مذہب و ہم نوا تھے جو ایسی شکایات کو عتاب
آمیز بے توجہی سے سنکر دادخواہون کے حوصلے پست کردیتے تھے کسی کی کچھ
نہ چلنے پائی اور ایک زمانہ اسی طرح گزر گیا۔ غریب مسلمانون مین جو فوری
جوش تھا وہ بھی مٹ گیا جس کے بعد برادرانِ وطن نے بموجب پالسی قدیم

اب ایک قدم اور آگے بڑھا تا چاہا یعنی بعد مدت دراز امسال برادران وطن ہند نے اسوقت حکام ضلع و پرگنہ رائیین کے اخلاق وسیع و نیک مزاجی و مروت موانست و ربط و ضبط باہمی کو کمزوری طبیعت و سستی مزاج و لاپروائی امور مذہبی پر محمول کر کے چبوترے کے دوسرے ملحقہ بقیہ اور زمین گرد و نواح پر بیباکانہ و متمردانہ قبضہ کر لیا اور غائبًا بلا اطلاع حکام تعمیر شروع کر دی وقت استفسار بعض مسلمانون سے براہ فریب کہدیا کہ سراے تعمیر کراتے ہین جب مسلمان اہلکاران و سکان قصبہ نے کار خیر سمجھکر زر چندہ اُس مین دینا چاہا اور اُسکے لینے سے انکار کیا گیا تب علم ہوا کہ یہ دھرم شالہ و مندر کی تعمیر ہو رہی ہے سراے و مسافرخانہ نہین ہے صرف یہ دھوکا تھا اسپر جملہ مسلمانون[۱] کو سخت قلق و رنج ہوا جس نے مسلمانون کو مزاحمت پر زیادہ مائل و آمادہ کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کی بے انتہا کوشش و عرق ریزی سے حکام نے بناچاری چند روز کو وہ تعمیر بمصلحت ملتوی کرا دی اس عرصۃ التواء مین منجانب ہندوان قصبہ و بسانتش باہمی ماتحت و مافوق ایک درخواست نئے طرز کی عدالت مین پیش ہوئی کہ یہ چبوترہ مہا بیر ملوکہ و مقبوضہ ٹھاکران قصبۂ رائیین کا ہے مگر ہم سب مہاجن و بقال و برہمن وغیرہ ذریعہ چندہ باہمی بطریق پُن (خیرات) کے دھرم شالہ تعمیر کرانا چاہتے ہین۔ ٹھاکر لوگ مانع تعمیر ہین یہ کام مذہبی ہے ٹھاکرون سے اجازت تعمیر دلائی جاوے۔

(نوٹ) اس درخواست سے غرض یہ تھی کہ قصبہ ہنود کا قدیمی ہونا ثابت و

---

[۱] اس جماعت مسلمان مین منشی سید اعظم علی صاحب وکیل رائیین مرحوم ساکن قصبۂ سندیلہ اودہ سبکے پیش رو حسبۃً للہ تھے۱۲

وظاہر ہوجائے جو صریح دھوکا تھا اور یہ درخواست اُسوقت پیش ہوئی جبکہ دیوارین زمین سے دو فٹ بلکہ زیادہ بلند باہتمام ونگرانی خاص ٹھاکران تیار ہوچکی تھین اور یہ سب ٹھاکر زرچندہ مین بھی پیشتر سے محرک و شریک تھے۔

بعدہٗ سب ٹھاکرون نے بلا انتظار طلبی عدالت کچہری مین خود حاضر ہوکر بخندہ پیشانی بلاکسی عذر و شرط کے اجازت تعمیر دیدی جس سے کارروائی سازشی درخواست کا ہونا بخوبی ظاہر ہوگیا جناب ناظم صاحب کلکٹر ضلع حسب استدعا واصرار مکرر سہ کرر مسلمانان کے معائنہ موقع کو خود تشریف لیگئے اُسوقت ایک ہندو[91] اہلکار نظامت نے جو ہمراہ ناظم صاحب کچہری سے گیا تھا بر سر موقع کہاکہ تحصیلدار قبل ازین بعد معائنہ نقشہ وخسرہ وموقع وپیمایش خود اجازت دے گئے ہین۔

(نوٹ) یہ کہنا اہلکار صاحب کا صریح خلاف وسفید جھوٹ تھا کیونکہ تحصیلدار صاحب اس کے چند روز بعد آئے تھے نہ قبل۔ غالباً جناب ناظم صاحب بہادر نے یہ دروغگوئی اہلکار کی مثل مین بحروف روشن ضرور نوٹ کرلی ہوگی جبکو وکیل[92] مستغیثان نے فوری ظاہر بھی کردیا تھا۔

بہرحال جناب ممدوح نے بکمال دور اندیشی حکم التوائے تعمیر تا تصفیہ عدالت ناخواستہ دے ہی دیا۔ چونکہ راقم سطور بسبب سکونت وقیام دیرینہ قصبہ ہذا کے اس معاملہ سے ذاتی واقفیت بخوبی رکھتا تھا اور نیز جنبہ دار حق تھا اس لیے

سلہ[91] یہ اہلکار ہندو بکیئر کردار دروغگوئی ایک ہفتہ کے اندر بجرم دروغگوئی بجرم تغلب ملازمت سے برطرف کردیا گیا ۱۲ منہ سلہ[92] ان منشی سید اعظم علی صاحب نہایت باخدا و رحمدل سخی سیر چشم ساکن سندیلہ تھے متوفی غالباً ۱۹۱۶ء ح ۱۲ منہ

بغرض سہولت عدالت بطور تبصرہ تنقیحات مندرجۂ ذیل قلمبند کرکے پیش کردینا مناسب سمجھا باقتضائے آیت لعلہم یہتدون۔

تنقیحات قابل توجہ خاص جناب ناظم صاحب بہادر ضلع مشرق و مجسٹریٹ صاحب بہادر پرگنہ رائسین

(۱) جناب ناظم صاحب بہادر اول اُس اہلکار نظامت خلاف گوماتحت سے مدعیانہ دروغگوئی کا ضرور سخت مواخذہ قانونی تحریر کرین گے تاکہ دوسرونکو عبرت ہو۔

(۲) کسی رعایا کے باہمی نزاع خصوصًا معاملہ مذہبی عدالتی مین کسی اہلکار کو کیا حق ہے کہ وہ کسی فریق کی جانب سے کوئی مدعیانہ بحث کرے یا علی الاعلان چندہ سے کسی کی شرکت کرے اس قسم کی کارروائی موجب اشتعال طبع و خطرۂ فتنہ و باعث بے رُعبی حکام کی ہوتی ہے۔

(۳) قریب چبوترہ جو قدیم بنیاد کے آثار پائے جاتے ہین اُنکو چبوترہ یا مندر سے کوئی تعلق نہیں ہے اس خطہ مین قوم پنڈارہ کی حکمرانی کے زمانہ مین یہان اُن ہی لوگون کے مکان بنے ہوئے تھے اُس کے بعد کچھ زمانہ تک یہان پولس کی چوکی قائم رہی پھر وہ چوکی بعد سالہا سال کے شکست کر دی گئی اُس کے بعد ایک مسلمان گذریا معہ خاندان آباد ہو گیا جو ایک زمانہ دراز تک سکونت پذیر رہا۔ پھر یہان ہاتھی خانہ برسون رہا غرضکہ ستر اسّی برس

سلہ ان کا نام اشرفی لال تھا جو بجرم تغلب سزایاب ہوئے ۱۲

زیادہ سے لیکر کوئی ایسا زمانہ نہین آیا جو کسی ہندو کا رعایتاً عارضی کچھ بھی قبضہ رہا ہو پھر ایسی صورت مین چبوترہ و زمین حوالی کو مندر غصبی و جبری کے متعلق کہنا سراسر ناانصافی و مغالطہ دہی صریح نہین ہے تو اور کیا ہے۔

(۴) ٹھاکر لوگ یا مہاجن و برہمن ثبوت ملکیت کیا رکھتے ہین کیا کوئی حکم یا عنایت نامہ وغیرہ جانبی ریاست عدالت مین پیش کرسکتے ہین۔ ہرگز نہین - پھر کیسا مندر اور کسکا دھرم شالہ۔

(۵) اس چبوترہ کے قریب جانب مغرب قدیم زمانہ کی ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس مین ہر وقت برابر روزانہ نماز باذان وجماعت ہوتی ہے اور اُسکے جملہ مصارف شاہی خزانہ ریاست سے مقرر ہین۔

(۶) یہ جو کہا جاتا ہی کہ چند بیراگی ہندو فقیر نووارد اس دھرمسالہ کی تعمیر کرتے ہین بوجوہ غلط ہے۔ اوّل تو یہ بات ہے کہ درخواست پیش کردہ سابقہ مین یہ بیان نہین کیا گیا بلکہ یہ مضمون جدید جملہ درخواستہاے سابقہ کے سراسر خلاف ہے دوسرے یہ کہ کسی ملکی یا نووارد غیر ملکی کو بلا اجازت قانونی سرکاری زمین پر مذہبی دھرم سالہ وغیرہ بناکر آسائش عامہ مین خلل انداز ہونے کا کیونکر حق حاصل ہوسکتا ہے۔

(۷) سرکاری زمین پر بلا اجازت تعمیر دھرم سالہ کرنے کی صورت مین بیراگیون پر تصرف بیجا و خلل اندازی آسائش عامہ کا مقدمہ کیون نہ چلایا جائے اور اُن کو قانونی ملزم کیون نہ قرار دیا جائے۔

(۸) جب سے یہ بیراگی وارد قصبہ ہوے ہین تب سے قصبہ اور اُس کے گرد و نواح مین سرقہ وغیرہ کی بکثرت وارداتین ہونے لگی ہین اس پر خاص توجہ کرنا حکام نیک دل انصاف پسند دور اندیش کا فرض عین ہے۔

(۹) اس چبوترہ پر تمام رات بیراگی گانا بجانا کرتے ہین جس سے اہل محلہ کو رات بھر نیند حرام ہوجاتی ہے اور بدمعاشان قصبہ وغیرہ کا اکھاڑہ و پڑاؤ رہتا ہے اور موقع واردات باسانی ملتا ہے۔

(۱۰) تھانہ کے سپاہی جو اکثر قوم کے دھوبی کوری کہار بسوڑ و بلاہی وغیرہ ہین وہان جمع ہوکر گانجہ چرس بھنگ کے دم لگاتے ہین اور گشت گرداوری پہرہ شب سے لاپروائی کرجاتے ہین اور بیچارہ مسافر آسائش چبوترہ سے محروم رہتے ہین

(۱۱) اسوقت تک اس چبوترہ اور سایہ دار درختون سے سب قومین ہندو مسلمان وغیرہ مقیم و مسافر برابر آسایش پاتے رہے ہین بصورت تعمیر دھرم سالہ جدید مذہبی جو معنًا و حکمًا مندر ہوگا مسلمان لوگ اس جائز و قدیم موروثی راحت سے ہمیشہ کو قطعی محروم کردیے جائینگے جو کھلا ظلم ہوگا۔

(۱۲) بحالت تعمیر دھرم سالہ مذہبی یہ سب مقام اچھا خاصہ مندر معہ پیر ہوجائیگا اور پوجا پاٹ کھلم کھلا ہونے لگے گی جس سے بوجہ قرب مسجد قدیم مذکور ہمیشہ فتنہ و فساد کا خطرہ ہر وقت ہوگا۔

(۱۳) چونکہ قصبہ مین بوجہ مہربانی برادران وطن ہنداب کوئی سرائے وقیامگاہ نہین رہا پس یہ چبوترہ مسافرون و تاجرون و اہل مقدمہ کا پڑاؤ مدت سے مسلم ہوچکا ہے بصورت تعمیر دھرم سالہ سب کو اپنے اپنے قیام مین سخت

مصیبت کا سامنا ہمیشہ ہوا کرے گا۔

(۱۴) اس قصبہ مین قدیم سے ایک سراے پختہ سنگین سفالہ پوش بڑے پیمانہ پر وسیع تھی جس کے صحن مین مسجد قلندری بلاچھت بھی موجود تھی اس کی مرمت اولاً بعہد حضور نواب عہ سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ سنہ ۱۲۷۴ ہجری مین باہتمام میر سید علی صاحب مستاجر موضع پٹھاری پرگنہ رائسین کی گئی تھی بلکہ مستاجر مرحوم نے اپنے پاس سے بھی بہت کچھ روپیہ بنظر ثواب آخرت اس مین صرف کیا تھا اور کتبہ تاریخ بڑے پتھر پر کندہ کراکے دروازہ سرا پر لگا دیا گیا تھا چنانچہ منشی ہردیال رفعت تخلص لکھنوی گرداور بندوبست نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا تھا۔ **قطعہ**

میر سید علی اس عزم کا کیا کہنا ہے خوب بنوایا سر راہ مسافر خانہ
سال تاریخ کہی شوق سے یہ رفعت نے کیا ہی دلچسپ بنا واہ مسافر خانہ
۱۲۷۴ھ

پھر ثانیاً حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان کے عہد مین دوبارہ مرمت زیر نگرانی منشی سید وصیت علی صاحب مہتمم بندوبست تعمیر و مرمت ہوئی اس مرمت کا بھی کتبہ سنگ دروازہ پر نصب کر دیا گیا تھا

جس مین صد ہا روپیہ سرکاری ہر بار صرف ہوا تھا۔ مقامی حکام حال و سابق کی لاپروائی سے ایک ہندو مستاجر نے قبضہ کر لیا اور مکان اپنا تیار کر کے منیب دوکان کے سپرد کر دیا۔ اس واقعہ کو تھوڑا ہی عرصہ

عہ یہ زمانہ حضور نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ والیہ ریاست عہد خورد سالی کا تھا اس زمانہ مین حضور نواب گوہر بیگم صاحبہ قدسیہ انکی والدہ بطور مختار ریاست انتظام فرماے مملکت تھین ۱۲ منہ

گذرا ہے۔ راقم مسودات ہذا نے بھی آغاز ۱۳۲۱ھ ہجری سے دس برس تک
اس مسافرخانہ کو دیکھا برتا ہے چنانچہ ابتک وہ مکان سرائے کے ہی نام
سے مشہور ہے۔ جو پتھر کتبہ تاریخی لگا تھا وہ بھی غائب کر دیا گیا۔

(۱۵) بتواتر مشہور ہے کہ جملہ اہل ہنود قصبہ نے ذریعہ چندہ مبلغ الصہ سے زیادہ
روپیہ بغرض صرفہ ملتزمان عدالت علاوہ زرتعمیر و مصارف مقدمہ کے جمع
کر لیا ہے اور اب بھی دیہات سے وصولی چندہ کی سر توڑ کوشش ہو رہی
ہے روپیہ کی کثیر رقم سنکر بعض اہلکاران بااختیار کے منھ مین پانی بھر بھر
آتا ہے اور باہمی سرگوشیان بھی ہوتی ہین جناب مجسٹریٹ صاحب ضلع
وحکام مقامی پرگنہ کو بضبط غور بہت دور اندیشی و انجام بینی سے کام
لینا چاہیئے۔

(۱۶) حکام عالی مقام کو کسی فریق کی دولت وتمول سے مرعوب نہ ہو کر اخلاقی
جرأت و انصاف سے کام کرنا چاہیئے۔

(۱۷) ہمکو یہ سنکر بیحد افسوس ہے اور سخت حیرت کہ مسلمان مجسٹریٹ پرگنہ نے
بعض غریب مسلمانون کو عرضی دادخواہی و عذرداری پر دستخط کرنے کی
وجہ سے برسر اجلاس زبی عدالت بہت کچھ ڈانٹا اور خلاف اخلاق الفاظ
نامہذب کہکر فرمایا کہ تم بڑے مسلمان بنے ہو۔ کچہری سے نکلوا دون گا۔
پس ایسی صورت مین حق و باطل کا امتیاز و انصاف کا لحاظ بہت مشکل
معلوم ہوتا ہے اور اُن کی نسبت طمع وحرص دولت بیجا کے افسانے گوبگو مشہور
ہوتے جاتے ہین جس سے ہمکو بخیال ہمدردی و مراسم اتحاد ذاتی بہت کچھ

شرم آتی ہے۔

(۱۸) ہم تحصیلدار صاحب پرگنۂ رائسین کو ذاتی طور پر ۳۵ برس سے خوب جانتے پہچانتے ہین اُن کی ابتدائی ملازمت گورنمنٹی شہر مراد آباد وغیرہ ملک روہیل کھنڈ سے بھی خوب خبردار ہین اور اُن کے پوزیشن ذاتی اور خیال صلح کل وظاہری اخلاق مروت ساختہ کو کماحقہ پہچانتے ہین جس کی بابتہ ہم آیندہ پھر کسی وقت تفصیلی ریمارک کرین گے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر معاملہ متنازعہ ہندو مسلم ہین وہ ہمیشہ پہلے سے ہندو کی بیقصوری اور فریق مسلم کے خطا وظلم پر نہایت مضبوطی سے اپنی راے قائم کر لیتے ہین۔ اور اسی طرح غیر قوم ہندو اور مہاجن کے مقابلہ مین رجماً للغیب قبل علم مقدمہ مہاجن کی جانب داری خوب مرکوز خاطر فرما لیتے ہین ہرچند کہ حقیقت واقعہ بالعکس بھی کیون نہو پھر نتیجۂ انصاف وعدالت گستری ظاہر اور معلوم۔

(۱۹) بہرحال ہم اس مقدمہ کے نتیجہ اور فیصلہ کے نہایت بیچینی سے منتظر ہین بعد کو مفصل حالات ذاتی وصفاتی سے بحث کرین گے جس سے کل حقیقت مقدمہ بھی معلوم ہوجاویگی فقط۔ تحریر ۱۹۔ اپریل ۱۹۱۴ء من مقام رائسین بھوپال۔

(نوٹ)

ہم نے یہ تحریر دستی حکام عالی مقام ضلع کی خدمت مین بغرض غور پیش کردی تھی مگر کچھ بھی توجہ نہ فرمائی گئی پھر یہی مضمون اخبار وکیل امرتسر مطبوعہ ۱ جون ۱۹۱۴ء

مین نہ معلوم کس نے کس طرح درج و شائع کردیا جسے دیکھکر ناظم صاحب ضلع و تحصیلدار
صاحب مجسٹریٹ پرگنہ نے ایک ہی جلسہ مین علیحدہ علیحدہ توجہ مرۃً بعد اولیٰ ملاحظہ
فرماکر بمشورہ تمامی اسٹاف خود بترمیم راے سابق کے عدالت العالیہ نظامت
مشرق سے ۸ جون سنہ ۱۹۱۴ء کو ایک فیصلہ صادر کردیا جسکا ماحصل آگے چلکر
ناظرین کو خود بخود معلوم ہوجائیگا۔ اور مضمون نگار اخبار کی بناخوشی تمام تلاش رہی۔

نمبر دوم ریمارک فیصلہ نظامت مورخہ ۸ جون سنہ ۱۹۱۴ء

ہم اس سے پہلے دھرم سالہ جدید قصبہ رائسین بھوپال کے نام سے ایک
مضمون لکھ چکے ہین جو بحسن اتفاق ۱۰ جون سنہ ۱۹۱۴ء کے اخبار وکیل مین شائع
ہوچکا۔ وہ حکام نیک مزاج عادل کے لیئے ہادی و رہنماء انصاف بنا۔ چنانچہ
ناظم صاحب بہادر کلکٹر ضلع مشرق نے جیسا کہ پیشتر سے بلحاظ اُن کی ذاتی
نیک مزاجی کے باقتضا حسن ظن ہمارا خیال ہوسکتا تھا واقع ۸ جون سنہ ۱۹۱۴ء
کو عاقلانہ و مدبرانہ فیصلہ تحریر فرماکر ہندؤن کو بھی خوش رکھا اور مسلمانون کے
بھی اشک شوئی کردی۔ غرضکہ فیصلہ مین ہر دو فریق کی رضامندی
و دلجوئی کا بہت کچھ لحاظ کیا گیا ہرچند کہ بمشورہ ممبران اسٹاف فیصلہ عاقلانہ
تحریر فرمایا گیا ہے تاہم چند امور جدید خارج از معاملہ بوجہ جوش طبیعت
چند در قلم بیساختہ درج ہوگئے ہین جنکے فیصلہ مین ذکر کرنے کی کچھ ضرورت ہی
نہ تھی۔ خواہ اسکی وجہ خاص کچھ ہی قرار دی جاسکے۔ نہ فریقین مین سے کسیکو
ان امور جدیدہ کے متعلق کوئی استغاثہ تھا نہ اُن کی استدعا۔ اس معاملہ مین

مابہ النزاع صرف اتنی بات تھی کہ مقام موجودہ پر بلا رجوازقانونی جدید دھرمسالہ یا مندر مذہبی بنایا جاسکتا ہے یا نہین - اس کی نسبت تو بصراحت حکم ناطق ہوگیا کہ چبوترہ یا اُس کے قریب تعمیر دھرم سالہ مذہبی نہین ہوسکتے قانوناً رواجاً یہ جدید تعمیر دھرم سالہ مذہبی قطعی ناجائز ہوگی -

غالبًا یہ حکم اس بنا پر صادر ہوا کہ ہماری تحقیق و تحریر غیر متعصبانہ مندرجہ اخبار مذکور کے موافق یہ چبوترہ معہ زمین ملحقہ گرد و نواح مملوکہ مقبوضہ مسلمانان سابق وحال ثابت ہوگیا - اور اب مملوکہ و مقبوضہ سرکار بھوپال بغرض آسائش عامہ ہے - اب ہم اوّل بعض امور جدیدہ خارج ازمعاملہ کو انتخابًا بیان کرتے ہین جو درج فیصلہ کیے گئے ہین وہ بعض امور یہ ہین -

(۱) یہ کہ اہل ہنود دوسری جگہ جدید دھرم سالہ تیار کرسکتے ہین - جس مقام کو تحصیلدار صاحب مجسٹریٹ تجویز کرین -

یہ بات گو بالکل خارج ازمعاملہ و قبل از وقت ضرور ہے مگر اسی سے دوراندیشی و صلح جوئی حضرت کی بخوبی ظاہر ہے - ورنہ یہ بات فیصلہ مین اسوقت قابل تذکرہ بھی نہ تھی - کیونکہ کوئی درخواست ضابطہ بابت آئندہ تعمیر دھرم سالہ جدید دوسری جگہ کے واسطے عدالت مین نہین پیش کیگئی تھی - ہان ممکن ہے کہ فریق متمول کی مسرت رضامندی کے واسطے یہ فقرہ زائد ازمعاملہ بحالت جوش نصفت شعاری بلاقصد طبع سلیم دست و قلم سے نکل گیا ہو یا اور کوئی سبب ہو جو ہماری نظر غائر سے مخفی ہے حالانکہ تحصیلدار صاحب تو کیا وزیر صاحب ہا اور کو بھی یہ اختیار نہین کہ

جدید عمارت مذہبی تعمیر کراوین۔

(۲) ہم یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہین کہ جو مقدمہ بوکالت ضابطہ منشی سید اعظم علی صاحب وکیل رئیس سندیلہ اور حد کھلی عدالت مین ایک جماعت کثیر نے بدستخط خود دا پیش کیا تھا تحصیلدار صاحب نے اُس کی کارروائی بصیغۂ مخفی و رازداری مسلمانان مدعیون سے پوشیدہ کیون کی حالانکہ فریق مخالف کو عدالت کی جملہ کارروائیون کے حسب منشار اُنکے یومیہ وقتاً فوقتاً خبر ہوتی رہتی تھی باوجودیکہ یہ کوئی سیاسی معاملہ ریاست نہ تھا نہ کوئی پولیٹکل کارروائی تھی پھر مسلمانون سے محکمۂ نظامت مین بھی اس قدر پردہ داری برتنا قابل سخت افسوس و تعجب ہے۔

ذکر اخفاے کارروائی عدالت ضابطہ از مدعیان بالخصوص

(۳) حالانکہ مثل بھر مین کوئی لفظ مخفی و رازداری کا کہین درج نہین ہے۔ مگر عمل درآمد اسی طرز و انداز پر نظامت و تحصیل سے برابر ہوتا رہا۔ اگر سچ پوچھیے تو بعد فیصلہ کے نظامت ہی مین فریقین کا حکم سے مطلع کرنا زیادہ قرین انصاف و عدل گستری ضابطہ تھا۔ مگر کسی وجہ سے ایسا نہین کیا گیا بلکہ مثل کو معہ فیصلہ مخفی طریق پر بغرض کارروائی عدالت مجسٹریٹی تحصیل مین بدست ہندو اہلکار بھیجدیا تحصیلدار صاحب مجسٹریٹ نے پھر مثل کو ہفتہ عشرہ بصیغۂ راز اپنے صندوق مین رکھا۔ آخرکار مسلمانون کے جد و جہد بسیار و تقاضا بار بار پر یکم جولائی ۱۹۱۴ع کو فریقین حکم سے باضابطہ مطلع کیے گئے۔ حالانکہ برادران وطن روز انہ کارروائی عدالتین سے باخبر و آگاہ ہوتے رہتے تھے۔ ہمکو اپنے قدیم مہربان دوست تحصیلدار صاحب کے طرز عمل

بابت مقدمہ ہذا کے دیکھتے ہوئے جن کی بابت ہم پیشتر اشاعت سابقہ مندرجہ ۱۰- جون سنہ ۱۹۱۴ء اخبار وکیل مین لکھ چکے ہین - ہرگز یہ امید نہین ہو سکتی کہ وہ حکم مصدرہ نظامت یا اُس کے منشا کی کماحقہ تعمیل فرمائین گے یا غیر طرفدارانہ منصفانہ پابندی کرین گے - لہذا ہم امید کرتے ہین کہ جناب ناظم صاحب بہادر بکمال بیدار مغزی بتوجہ خاص تعمیل حکم نظامت کی مدبرانہ نگرانی کرین گے - اور مستحقین کو اپنی شکرگزاری کا موقع دیکر اُن کی دلجوئی فرمائین گے - فیصلہ نظامت مین حسب ذیل امور تعمیل و تکمیل طلب ہین -

(۱) جبکہ فیصلہ مین جدید دھرم سالہ کا تعمیر کیا جانا قانوناً و رواجاً ممنوع قطعی و ناجائز قرار پا چکا جسکو اہل ہنود نے خود بھی جدید ہونا تسلیم کیا ہے جیسا کہ کاغذات مثل سے بخوبی ظاہر ہے تو جسقدر دیوارین بنام دھرم شالہ بلا حصول اجازت خودسرانہ طور پر تعمیل کی جا چکی ہین - وہ بیخ و بنیاد سے بغرض انسداد فساد آئندہ اس طور پر منہدم کرا دی جاوین کہ اُن کا نشان بھی باقی نرہے ورنہ بعد مدت بموجب پالیسی قدیم خود انھین نشانات کو بنیاد تعمیر دھرم سالہ قدیم قرار دیکر آئندہ حکام وقت کو مغالطہ دہی کا موقع حاصل کیا جائیگا جسطرح کہ اسوقت فریب دہی کی پوری کوشش کی گئی تھی مگر بحمد للہ کہ وہ ناکام رہی -

(ب۲) دوسری جگہ تعمیر دھرم سالہ جدید کی تجویز اُسوقت کی جائے جبکہ درخواست باضابطہ پیش ہو اور ممبران میونسپلٹی و معززان ذی فہم قصبہ اتفاق کرلین اور عام مسلمانون وغیرہ کا کوئی ہرج بھی نہو اور خاص روبکاری حضور سرکار عالیہ

دام اقبالہا سے منظوری باضابطہ ہوجائے ورنہ تحصیلدار صاحب کی مجرد تجویز قابل اعتبار قانوناً ہرگز نہین ہوسکتی۔

ح یہ تجویز مقام تعمیر آیندہ بھی بشہود وظہور علانیہ کیجائے نہ بصیغہ راز و اخفا ورنہ نیک نیتی حکام پر مفت کا بدنما دھبہ ہوگا۔

د وقت تجویز یہ بھی لحاظ رہے کہ اراضی مجوزہ پر کوئی حق ملکیت ہنود بھی ہے یانہین اور کیا ثبوت ہے کوئی عنایت نامہ یا فرمان ریاست وقت پیش ہونا چاہیئے بصورت ثبوت قبضہ زمین تعمیر دھرم سالہ کے بھی مجاز ہوسکتے ہین یانہین۔

ط یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ زمین مقبوضہ شخص غیر یا سرکاری تو نہین ہے ورنہ تغلب وخلاف ورزی قانون وعدول حکمی سرکار ہوگی۔کیونکہ کوئی افسر اعلیٰ حتیٰ کہ وزیر اعظم ریاست بھی باختیار خود کسی مذہبی مسجد و مندر و دھرمسالہ وغیرہ کی تعمیر کی اجازت عطا کرنے کے قانوناً مجاز نہین ہین۔ اس قسم کی تعمیر کے لیے حضور سرکار عالیہ کا خاص حکم حاصل کرنا بسا ضروری ولازمی ہے

ع یہ امر بھی زیادہ قابل غور ہونا چاہیے کہ دھرم سالہ جو در اصل مندر ہوجاتا ہے اس کی ضرورت بھی ہے یانہین۔ ہمکو جہان تک علم ہے تو متعدد دھرمسالہ وسط آبادی وملحق آبادی ولب تالاب وغیرہ برسر موقع بکثرت موجود ہین جو اکثر خالی ہی پڑے رہتے ہین۔ بلکہ اکثر بوقت شب دار الفسق ودار الضرب بدمعاشان بدکردار رہتے ہین۔ ایسی حالت مین کسی جدید دھرمسالہ کا تعمیر کرنا فضول ہوگا۔

اسکا بھی لحاظ رہے کہ اُس سے آسائش عامہ مین توکچھ فرق نہ آئیگا - اورکوئی
مسجد و خانقاہ و مقابر وغیرہ تو قریب نہین ہین - ہم نے پہلی اشاعت مین ظاہر
کردیا تھا کہ بحیلہ دھرم سالہ تعمیر مندر جدید مقصود ہے - چنانچہ اسی قلیل مدت
مین باوجود ممانعت عدالت کے متعدد جلسہ پوجا پاٹ کے اُسی چبوترہ متنازعہ
پر ہوئے اور کئی بت سنگین و برنجی رکھے گئے اور بیحد شور وغل گانا بجانا
رہا جس سے مسجد مذکور کے نمازیون کو وقت نماز سخت تکلیف ہوئی - ایکبار
آٹھ بجے رات سے صبح تک بڑے پیمانہ پر ایک جلسہ عظیم الشان ہوا جسمین
ٹھاکر بقال مہاجن برہمن تیلی دھوبی وغیرہ ہر قوم و پیشہ کے لوگ مرد و
عورت تمام رات جمع ہو کر خوب شور اور دھما چوکڑی مچاتے رہے جس سے
اُن کی بے انتہا سرکشی و تمرد ی ظاہر ہے - نہ اس جلسہ کے حکام مقامی کو
اطلاع دی - نہ اُن سے اجازت حاصل کی - نہ ہمارے بھولے بھالے سیدھے
سادھے حکام مقامی فرشتہ خصائل کو کئی دن تک خبر ہوئی - ہم بغور دیکھتے
ہین کہ انہدام دیوار ہا ء تعمیر شدہ دھرم سالہ و بیخ کنی بنیاد وغیرہ مین جسکی
فیصلہ نظامت مین صراحت کردی گئی ہے - عدالت مجسٹریٹی تحصیل سے
ابتک برابر اور عمداً لاپروائی برتی جارہی ہے - خدا جانے اس بے اعتنائی
و بے توجہی کا زمانہ کب ختم ہوگا - ہم چند روز اور صبر کے ساتھ کارروائی
تعمیلی تحصیل کو دیکھتے ہین - بعد کو ہم ریکارڈ تفصیلی نام بنام ادنیٰ و اعلیٰ
اہلکاران مجاز وغیرہم کے حالات کا کرکے اُسکو مشتہر کرین کرینگے -
ہر ایک کی وجہ تعطل کو ظاہر کرنے کو تیار ہین مگر ہمارے خاص مہربان

تحصیلدار صاحب کو ہم سے کوئی وجہ شکایت بھی باقی نہ رہے گی۔ باوجود اسقدر دراز مدت کے ابتک تحصیل سے جب اجرائے حکم کی تعمیل نہ ہو سکی تو آیندہ کیا امید ہو سکتی ہے

ہماری رائے ناقص میں بجائے تعمیر دھرم سالہ جدید یا مسجد وغیرہ مذہبی ہندو مسلم کے بدستور سابق ایک مسافرخانہ اسی جگہ ہونا چاہیئے جس سے تمام غریب مسافر نو وارد ہر قوم و ملت کو بلا تخصیص حق قیام و آسائش برابر حاصل ہوتا رہے جیسا کہ برس چھ ماہ قبل ہندو مسلمانوں میں بابت چندہ تعمیر سرائے مشورہ ہو چکا تھا۔ اور حکام مقامی نے بھی اظہار رضامندی فرمایا تھا اور اب بھی مسلمانان قصبہ و اہلکاران چندہ دینے پر خوشی مستعد و آمادہ ہیں پھر کوئی فتنہ و فساد و نزاع کا بھی خطرہ نہ ہوگا اور نہ قانونی سقم و تعدد و سد راہ ہوگا کیونکہ فیصلہ مصدرہ نظامت میں بھی (اگرچہ بالفاظ صاف مذکور نہیں ہے) مگر اس کی جانب اشارہ کیا گیا ہے) اور ضمناً اجازت بنائے مسافرخانہ کی بھی ثابت ہے۔ فقط

الرقم پانزدہم جولائی ۱۹۱۴ء من مقام رائسین علاقہ ریاست بھوپال

اس تحریر کے چند ہفتوں کے بعد تحصیلدار صاحب بوجوہ ..... ملازمت سے جدا کر دیئے گئے جس کا ہم کو سخت افسوس ہوا۔ اور جناب ناظم صاحب کی نسبت بھی خبار ناگوار تبادلہ وغیرہ مشہور ہوئے لگی۔ لہذا تکمیل مضمون غیر ممکن ہے ہم نے پیشتر نمبر دوم میں وعدہ کیا تھا ملتوی کر دیئے گئے۔ افسوس کہ تمام تعمیرات فیصلہ نظامت ناقص و ناتمام رہیں اور کم ہمتی اور غفلت شامی یا شتگان قصبہ سے تنگ آ کر ہم بھی ہجرت الٰہی کا قصد بالجزم کر کے آئندہ کر لیئے ہیں اور زبان [illegible] وہاں سے چلے آئے اور اب اس مضمون پر اس جانب کتاب کو ختم کرتے ہیں۔ آیندہ جو واقعات پیش آئیں اُنکے انضباط کے

ذمہ دار آیندہ نسلین اسلامی قصبۂ رائسین ہین۔ ختم شد۔ تحریرہ ۲۔ جون ۱۹۱۵ء۔

میرے ایک عزیز مکرم دوست نے تحریر مندرجۂ بالا وقت طبع کتاب تاریخ بذا الغرض طبع وشمول بطور ضمیمۂ تاریخ دی جوکہ کسی وقت بمناسبت وضرورت موقع دربارۂ احقاق حق خاص قصبۂ رائسین مین بغرض رہنمائی حکام عدالت مقامی لکھی گئی تھی الحمد للہ کہ اس تحریر حق نما سے حکام مقامی دوراندیش بہت کچھ متاثر ہوئے تھے بلکہ چونکہ یہ تاریخ قصبۂ رائسین کی ہے۔ لہذا اسکا اندراج غیر مناسب نہین بلکہ باعث مزید آگاہی ودلچسپی ناظرین ہوگا اور بخصوص برادران اسلام قصبۂ رائسین کو اس تحریر حق نما سے ہر وقت یادگار ودلیل روشن وحجت کاملہ وبالغہ ہوگی اور مخالفان اسلام رائسین کو ایک سبق وتازیانۂ تنبیہ ہوگا تاکہ آیندہ اس قطعہ زمین منفصلہ قطعی عدالت مجاز قانونی تحصیل ونظامت ضلع مشرق یا دوسری قطعات زمین سرکاری وغیرہ پر جدید تا واقفت حال حکام مقامی نو وارد کو فریب ودہوکا دیکر جرأت تو تعمیر دہرم سالہ وشدرہ وغیرہ عمارات نہی کر سکین۔ خدا تعالیٰ جملہ مسلمانان عالم خصوص اہل اسلام رائسین کو دینی ودنیوی اسلامی واعمال صالح وحمیت وغیرت ایمانی کی عطا فرماے۔ آمین۔ صرف یہ ضمیمہ مطبوعہ غریب برادران اسلام رائسین کو بغرض اشاعت علم وآگاہی عام وخاص انشاء اللہ بغیرت اسلامی حسبۃً للہ تعالیٰ بامید مغفرت آخرت ورضاے الٰہی بلاقیمت مفت تقسیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماے اور راضی ہو۔ ع۔ یرحم اللہ من قال آمینا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

راقم ابو الوفا سید محمد عبد الباقی غفر لہ مصنف۔ حیاۃ العلما وغیرہ۔

تقریظ نتیجہ طبع وقاد جناب منشی مولوی عبد اللطیف صاحب مستوطن الور تحصیلدار حال نزیل بھوپال اتالیق صاحبزادگان عالی الشان جناب صاحبزادہ حاجی حافظ محمد عبید اللہ خانصاحب بہادر بالقابہ جنرل افواج ریاست دام اقبالہ بر کتاب تاریخ رائیین علاقہ ریاست بھوپال

مولوی سید عبد الباقی صاحب سہسوانی اُن برگزیدہ لوگون مین ہین جو ہر چیز کو گہری دلچسپی اور فلسفیانہ اور محققانہ نظر سے دیکھتے ہین ۔ مین اُسوقت سے معز الیہ کے محامد وصفات اور دماغی قابلیت کا معترف ہون جب کہ وزیر صاحب بہادر ریاست بھوپال کی پیشی مین مین بھی ایک پیشکار کی حیثیت سے تھا اور معز الیہ بھی ۔ مگر اس کے بعد معز الیہ اُنزا مست مشرق مین جسکا مستقر قصبہ رائیین ہے تبدیل ہوگئے مگر فطری لگاؤ اور طبعی رجحان نے وہان بھی باوجودیکہ بہت کچھ مصائب کا گویا ان کا سامنا رہا مولاے ممدوح کا ساتھ نہ چھوڑا ۔ اور انھون نے بھی مورخانہ نگاہ سے اس کے ایک ایک کونے کو دیکھا ۔ اور وہ کچھ کام کیا جو ریاست کا محکمہ گزیٹیر بھی نہ کرسکا ۔

تحقیقات اور وہ بھی ایسی مکمل اور ہر ایک واقعہ پر رائے زنی ۔ آثار صنادید اور قدیم تاریخون سے استشہاد اور ان سب باتون کے سوا پیرایہ بیان نہایت لطیف اور دلچسپ کس کس بات کی تعریف کی جائے فی الواقع ۔ مولانا عبد الباقی صاحب نے ایک ایسا کام کیا ہے جس کی ریاست بھوپال کو قدر کرنی چاہیے

اور مجھکو امید ہے کہ علیا حضرت فرمانروائے گورنمنٹ بھوپال ضرور اس کتاب کو
نہایت دلچسپی اور قدر کیساتھ ملاحظہ فرماکر لائق مصنف کی حوصلہ افزائی فرماینگی
اور اگر میری گذارش شاہی بارگاہ مین کچھ وقعت رکھے تو مین ضرور عرض
کرون گا کہ یہ اس قابل نہین ہین کہ ان کو پنشن دیکر خانہ نشین کردیا جائے
بلکہ انکو تصنیف و تالیف کے صیغہ مین جگہ دیکر آپ کی معلومات محققانہ علمی
سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے امید ہے کہ ملک اس کتاب کو قدر کی نگاہون سے
دیکھے گا فقط ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع - ۲۲ شہر ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ بروز دوشنبہ

جائے دستخط

عبدالمتین پنشنر کامدار و اتالیق نوابزادگان

تقریظ کتاب تاریخ رائسین از مولانا حکیم سید محمد اعجاز احمد صاحب سلمہ ربہ متخلص نقوی مودودی حسینی سہسوانی

قصبہ رائسین ملک مالوہ ریاست بھوپال مین مشہور ہے۔ اسکے تاریخی
حالات میرے عم معظم و مفخم حضرت مولانا سید محمد عبدالباقی صاحب قبلہ
دام برکاتہم نے بڑی تحقیق و تجسس کے ساتھ بمحنت شاقہ تحریر فرمائے ہین
چونکہ جناب ممدوح بتقرب و توسل ریاست بھوپال رائسین مین بھی سالہا
سال مقیم رہے ہین اور آپ کو اس سرزمین سے ایک اُنس و تعلق طبع ہوگیا
ہے اور فن تاریخ سے آپ کو فطرتاً دلچسپی ہے۔ اس لیے ممکن نہ تھا کہ اس

قدیم مشہور مقام اور اُس کی تاریخی یادگارون کی تفتیش حالات وتحقیق اخبار و آثار قدیمہ مین اپنا وقت عزیز صرف نہ فرماتے اور وہان کے سر بفلک قلعہ اور فرسودہ عمارات کہنہ کی نشانون کا تاریخی سراغ نہ لگاتے۔ لیکن دوران ملازمت مین خدمت ریاست کی اہم مشاغل نے آپ کو اتنا موقع نہ دیا کہ اپنی معلومات وتحقیقات مورخانہ سے مشتاقان دور دست کو کچھ فائدہ پہونچا سکین۔ اب بمضمون۔ (کل امر مرھونٌ باوقاتہ) آپ نے بعد ختم زمانہ ملازمت بحصول پنشن اسکی طرف توجہ فرمائی اور گویا قلم معجز رقم سے مردہ ہزار سالہ کو زندہ کر دیا۔ اور اُس کی فرسودہ ہستی کو حیات جاوید بخشدی۔ اُردو کتب خانہ کی الماری مین ایک مفید و دلچسپ تاریخ کا بیش بہا اضافہ ہوگیا اور اب مجھکو یہ کہنے کی جرأت ہوگئی ؎

دوستان را احسان یاد کردن ہمت است ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

درحقیقت آپ کی اس توجہ وعرق ریزی نے۔ ریاست بھوپال کے ایک اہم اور قابل قدر خدمت کی ہے اور وہ حق ادا کیا ہے جو ما وشما کے امکان سے باہر ہے۔ آپ کا یہ نادر کارنامہ جناب سرکار عالیہ ریاست بھوپال دام اقبالہا کے آثار حسنہ مین شمار ہوگا۔ اور ان کے عہد حکومت کے عجیب یادگار سمجھا جائیگا جو انشاءاللہ تعالیٰ تا مرور دہور باقی رہیگا۔ علامہ مصنف دام مجدہم کا اس تالیف کے فضائل ومحاسن بیان کرنا آفتاب عالمتاب پر روشنی ڈالنا ہے ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اس سے قبل آپ کی ایک بے بہا تصنیف حیات العلما۔ جو گروہ علما واطبا کے حالات مین آپ نے شائع فرمائی ہے۔ میرے

سلہ اس کتاب کا اصلی نام (الیاقوت والمرجان۔ فی ذکر علمائے سہوان) ہے جو مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۹۲۲ء ونیز ۱۳۴۰ ہجری مین چھپ کر شائع ہوئی ہے ۱۲

دعوے پر شاہد ہے۔ اُس سے اہل علم آپ کی قوت تحقیق و زور قلم کا اندازہ کر چکے ہین لیکن بجاے خود میرا خیال ہے کہ کتاب ہذا کی تصنیف و تالیف اور اس کی تہذیب و ترتیب مین آپ کی جگر کاوی دماغ سوزی راہ نوردی بیابان گردی زیادہ تر داد کی طالب ہے۔ اور اس کی سچی قدر وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی بنفس نفیس یہ میدان طے کیا ہو اور کمیاب کتابون پر دسترس حاصل کر کے تاریخی مضامین جستہ جستہ فراہم کیے ہون اور پھر اُن کو ایک سلسلہ مین مربوط کیا ہو فی الواقع اس مہم کا سر کرنا معمولی دماغون کا کام نہین ہے۔ آپ کے دیرینہ و مسلسل تحقیقات وسعت معلومات عینی شہادات تدقیق نظر اور واقعات کا باہمی ارتباط ایسی چیزین ہین جو ہر شخص کو میسر نہین۔ انھین امور نے آپکو اس دشوار گذار مرحلے کے قطع کرنے مین کامیاب کیا۔ اہل بینش یقیناً اس نادر تحفہ کو آنکھون سے لگائین گے اور نکتہ رس اسکو اپنے دل مین جگہ دین گے اور قدرشناس سر پر رکھین گے۔ اللہ تعالیٰ جناب مصنف دام ظلہ کو دین و دنیا مین ان کی محنت و جانفشانی کی داد و جزاے خیر مرحمت فرماے۔ اور دنیا مین تادیر باامن و امان فیض رسان رکھے آمین ثم آمین۔ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء م ۱۹ صفر ۱۳۴۲ھ بمقام شہر نیمش آباد ملک اودھ۔

ایضاً قطعہ تاریخی از طبع نقاد مولانا حکیم سید اعجاز احمد صاحب سلمہ التقوی مودودی چشتی برادر زادہ مؤلف مستوطن سہسوان ضلع بدایون ملک روہیلکھنڈ المتخلص بہ معجز

سہ تسمیری

احوال دور ماضی و روداد باستان | آمد طرب فزاے دل و فرحت بخش عین
ہنگام فکر سال ز ہاتف ندا رسید | معجز بگو۔ نگارش حالات رائیین

ولہ قطعہ دیگر سنہ عیسوی

این نامہ شگرف کہ مہر جہان فروز — از سنگ چاپ احسن و اجمل برآمدہ
مجھ نگفت مصرعہ تاریخ عیسوی — تاریخ رائیین مکمل برآمدہ
۲۴ ۶ ۱۹

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع رسا فلک پیما منشی مولوی سید جمیل احمد صاحب سلمہٗ جمیل تخلص نقوی مودودی چشتی صابری سہسوانی

علامہ زمانہ بتحقیق زد رقم — تاریخ عامرین و عمارات رائیین
فرمود تحفہ مشق سفر از برائے آن — بھوپال رائیین و مضافات رائیین
بنوشت حال بلدہ و حصن حصین و کوہ — بخشید زندگی بجمادات رائیین
تمثال رائیین بہ بین حال آن مپرس — کاین سفر نادر آمدہ مرآت رائیین
چون زیب طبع یافت بتاریخ آن جمیل — گفتم صحیح نقشہ حالات رائیین
۴۲ ھ ۱۳ قدسی

قطعہ تاریخ بر کتاب اخبار و احوال رائیین سال تصنیف نتیجہ طبع رسا مولوی سید اقتدار احمد صاحب ساحر تخلص نقوی مودودی سہسوانی سلمہٗ

خوبی رمزہاے این نامہ — نیست پنہان ز واقف تاریخ
کرد چون فکر سال تالیفش — گفت ساحر لطائف تاریخ
۴۱ ھ ۱۳

قطعۂ تاریخ از نتیجۂ فکر رسا جناب مفتی محمد نعمت اللہ صاحب صدیقی جاگیردار بھوپال

تعالی اللہ فکر عبد باقی — کہ باقی باد دائم فیض عامش
درین آوان مسعود و ہمایون — ز طبع نکتہ زائے تازہ و خوش
بحال رائیسین و قلعۂ آن — کشیدہ کلک پاکش نقش دلکش
چہ نثر است آنکہ نقش سحر بابل — کہ از دیدار آن شد عالمی غش
بشرح حال حصن آسمان قدر — دہد صد لطف شد این تحریر دلکش
ز حال باستان و حصن کہنہ — شگفتہ گشت گلزار کلامش
ز بہر رفتگان ملک جاوید — حیات دائمی بخشید دلکش
چو نیسان ست ابر طبع باقی — کہ گوہر ہا ہمی ریزد ز کلکش
چہ نور افشاند بر اوراق نامہ — کہ دل را می فریبد چہرہ مہوش
ز ساز و برگ حالات نفیسہ — بنائے کہنہ را بنمود دلکش
باو ملک ادب گردید مفتوح — بیاراست از بیان نقش بہ کلکش
پے تسخیر حال حصن سنگین — بشمشیر قلم کردہ حصارش
فصاحت ہم شود محو تماشا — گر اندازد نظر بر حسن نثرش
شکوہ لفظ و معنی را چہ گویم — کہ سنگین دل بلرزد از بیانش
اگر حاسد نظر بازد برین سحر — زند ہر سطر آن تیرے ز ترکش
چہ خوش بنوشت تاریخی کہ باللہ — عجب بنود کہ بخشد بخشش خوش
بدست آرد بسا عنقای مضمون — بگوش پیر دانی شہباز طبعش

الٰہی این مؤلف را بدارین — بعالم دار فانیہ برمرامش
چو وآلہ کرد فکر سال تالیف — بگفتہ دل۔ ہمہ مضمون دلکش

۱۳ ۱۳۰ ۱۳۰

قطعہ تاریخ طبع نقاد و ذہن رسا منشی مولوی مفتی محمد فضل باری صاحب صدیقی جاگیردار دارالاقبال بھوپال بر کتاب تاریخ رائیسین واقع بھوپال

ہے قلعہ رائیسین ایک مالوہ مین — بلندی استواری مین یگانہ
کیا ہے فتح مشکل سے بہ تدبیر — جہان عاجز تھے شاہان زمانہ
کیا اجمال ارباب سیر نے — کہ بے دیکھے لکھا تھا غائبانہ
جناب عبد باقی سہسوانی — فضائل مین ہین مشہور زمانہ
علاوہ جامع منقول و معقول — فن تاریخ دانی مین یگانہ
گئے خود ہر طرف چل پھر کے دیکھا — در و دیوار و قصر و آستانہ
مہینون قلعہ کی چھانا سے کے خاک — کیا ویرانہ مین پیدا خزانہ
وہان پہونچے جہان تھا وہم عاجز — کیا پیری مین کار رستمانہ
کھلے اسرار اس حصن حصین کے — کیا قلعہ پہ قبضہ فاتحانہ
مسخر کرلیا زور قلم سے — اُڑا جسکا نہ تیرون سے نشانہ
لگے وہ ہاتھ عنقاے مضامین — بہت اونچا ہے جن کا آستانہ
بھرا ہے عبرت و حسرت کا مضمون — عجب دلکش ہے یہ سچا فسانہ
عبارت ہے لطیف و صاف و سادہ — بصد تنقید و تحقیق عالمانہ
سن پیری مین یہ زور جوانی — یہ علم اور اسپہ طبع شاعرانہ

الٰہی خیر باقیؔ کی ہو دائم | رہے باقی یہ تا دورِ زمانہ
رہے تاریخ یہ مقبول عالم | مزین اس سے ہو علمی خزانہ
کہو مفتونؔ لکھی نایاب تاریخ | سنہ ہجری کا ہے مضمر خزانہ
۱۳۴۴ ہجری

قطعہ تاریخ نتیجہ فکر رسا جناب مولوی مفتی محمد فضل اللہ صاحب شفق صدیقی قدیم جاگیردار بھوپال

بھوپال کا مشہور جو اک حصن حصین ہے | شوکت ہے عیاں اُس سے سلاطین بنا کی
ابتک تو ہیولا ہی ہیولا تھا نظر مین | تمثیل کسی کو تھی کمر کی نہ دہن کی
اب حضرت باقیؔ نے بصد محنت و کوشش | پھر شان دکھادی ہے عمارات کہن کی
گو بڑھکے بہت عمر نے ہمت کو گھٹایا | پروا ہی نہ کی قوت روحی نے بدن کی
ہرچند کہ ہین پیر یہ رنگینی دل سے | تاریخ مین تصویر بنادی ہے چمن کی
دنیا کو عیان کرکے دکھادی وہ حقیقت | تھی اہل وطن پہ بھی جو پوشیدہ وطن کی
اعجاز نہین ہے تو کرامت ہے یقینی | تحقیق کی تصویر مین ترکیب سخن کی
کلک و زبانِ بھی صفت اسکی ہو مشکل | حاصل یہ کہ تصنیف ہی یہ صاحب فن کی
دلچسپ یہ تاریخ ہے۔ دیکھو شفقؔ اسمین | تاریخ نکل آئے گی آثارِ کہن کی
۱۳۴۴ ہجری

قطعہ تاریخ بر کتاب رائیین از نتیجہ فکر جناب مولوی مفتی حکیم عبدالباسط صاحب صدیقی جاگیردار بھوپال۔ تخلص مفتیؔ

لکھی باقیؔ نے جب تاریخ نادر | ہوا دل دیکھنے کو سب کا بیتاب

طبیعت کیا ہے دریا ہے روان ہے — کہ ارض رائسین ہے جس سے سیراب

مضامین کے کھلے ہین گل ہزارون — گلستان فصاحت ہے یہ شاداب

قلم کو کیون نہ کہیئے ابر نیسان — کہ ہے ہر نقطہ اس کا دُرِ خوش آب

غرض روشن بیانی کی بدولت — بجا ہے اسکو کہنا رشک مہتاب

سن تالیف جب مفتی نے چاہا — ملا فقرا — لکھی تاریخ نایاب

ھ ۱۳[illegible]

قصیدہ مدح عالی کیوان شوکت ثریا رفعت سر عالیجاہ جناب نواب محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر ولی عہد ریاست بھوپال دام اقبالہ

[illegible]

[illegible]

اے ولی عہد کشور بھوپال — ہو بلند اس طرح ترا اقبال

چڑھ سکے جسطرح اوج گردون پہ — پاسے رفعت عقاب زرین بال

کنایہ از آفتاب

اختر بخت تیرا یون سے چمکے — بدر کامل ہو جیسے بڑھکے ہلال

تو ہے مجموعۂ صفات ایسا — جیسے حاوی ہو بارہ ماہ پہ سال

تیرے تیرون کے سامنے آکر — سینے شیرون کے بن گئے غربال

بحر ہمت ترا جو زور دکھائے — پانی ہو آبروے رستم و زال
تیرا دست کرم اگر چاہے — کر دے مفلس کو دم مین مالا مال
جس طرح چاند دونون عیدین کے دن — آتے ہین دیکھنے تجھے ہر سال
سن کے شہرت تری سخاوت کی — آیا ہون دیکھنے مین تیرا اجلال
ہو کے بے بس خلاف مسلک خود — تیری جانب کیا ہے شد رحال
نذر کرنے کو میرے پاس نہ تھا — کوئی تحفہ ترے مناسب حال
ہان وہ تاریخ پیشکش کر دی — ہے جو کشاف حالت بھوپال
قلعۂ رائیین کے جس مین — لکھے ہین واقعات ماضی و حال
سخت محنت سے جن کو جمع کیا — عمر کے صرف کر کے ماہ و سال
کیے ظاہر وہ راز تاریخی — جن سے اکثر نہین تھے واقف حال
گنج مخفی نکال کر گویا — سب کو دکھلا دیا بوجہ کمال
کر لیا فتح قلعۂ محکم — ساتھ تھا میرے جو ترا اقبال
ورنہ مجھسے ضعیف و نادان سے — اسکا انجام تھا قریب محال
حسن نیت جو ہو تو کیسے نہو — فضل پروردگار شامل حال
مشکل آسان کر کے جسنے مری — کھو دیا دل کا سارا رنج و ملال
کیا عجب ہے کہ یہ وفا بھی اب — تیرے انعام سے ہو مالا مال
تو ہنرور ہے اور ہنر پرور — قدر دانِ گروہ اہل کمال
تو جو میرے ہنر کی قدر کرے — تو دکھاؤن مین اپنا حسن مقال
دولتِ علم کے سوا اسکا — میرے نزدیک کچھ نہین ہے مال

ضعف پیری سے گرچہ ہون معذور — طبع لیکن نہین ہوئی ہے نڈھال
علم سے ہے بھری ہوئی جھولی — ہون فنون و ہنر سے مالامال
قدردانی جو ہو تو زیبا ہے — قابل قدر ہین مرے اشغال
طبع کا صرف بسکہ پاس نہ تھا — لایا در پر ترے مجھے یہ خیال
یعنی میرے لیے جو مشکل ہے — وہ ترے واسطے نہین ہے محال
اسی امید مین یہان جو ضعیف — دس مہینے سے ہے پڑا تا حال
ماہ اپریل مین کیا تھا سفر — جبکہ سردی کا ہو چکا تھا زوال
موسم گرم کے خیال سے تھا — سرد کپڑون کا بوجھ مجھ پہ وبال
اب ہے جاڑے کی گرم بازاری — پھول پھل سے ہین سب نہال نہال
پاس اسباب کچھ نہونے سے — کرہ زمہریر ہے بھوپال
شب کو کرتی ہے آگ میری مدد — دن کو کرتی ہے دھوپ میرا خیال
آگ تاپون کہان تلک آخر — دھوپ مین سینکون کبتک اقبال
نظر لطف جلد اگر نہ ہوئی — زندگانی ہے میری مجھ پہ وبال
کچھ خزانہ کا مین نہین طالب — ہون عطا صرف پانسو ہر سال
اور صادر ہو حکم طبع کتاب — داورا بر سبیل استعجال
اس سے بڑھکر کہین وہ پائے ہین — جو مورخ ہین نام کے فی الحال
شاعری کچھ نہین شعار اپنا — عرض کرنا تھا صرف سچا حال
اے وفا آگیا دعا کا وقت — ختم جب ہو چکا یہ قال و مقال
عرض کرتا ہون کہ جب تلک ہین — تیرا بڑھ جاے دونا اقبال

صد دو سی سال صدر عزت پر | جلوہ گر تو رہے بجاہ و جلال
تیرا ہم مرتبہ ملے نہ کبھی | چھانے کوئی ہزار علم رجال
آسمان عروج پر چڑھکر | مہر تابان بنے ترا اقبال
چشم عالم مین پتلی بن کے رہین | شاہزادے ترے خجستہ خصال
بسکہ سعدین کے قران سے ہین | دونون یہ نور عین فرخ فال
دیکھکر ان کی شان و شوکت کو | دوست ہون شاد اور عدو پامال
فکر دنیا کی تجھسے دور رہے | تو ہو اور نظم ملک کے اشغال
جو زمانے مین تیرا دشمن ہے | بنے آخر کو وہ خرد جال
ملک اور اہل ملک کی جانب | ہو توجہ تری بوجہ کمال
تا کہ الطاف خسروانہ سے | وہ ہو سرسبز اور یہ خوشحال
تیرا اقبال تیرا یاور ہو | اور نگہبان داور متعال

فی النصیحة

گو بنا ہے یہ رانقل تیرا | دو نشیر ون کی جان کا جنجال
لیکن اے خوش نصیب عالیجاہ | ہو فرائض کا بھی کچھ اپنے خیال
لطف سیر و شکار تا بکجا | تا کجے غمض از حقیقت حال
کہ شکار ست کار بیکاران | اور تجھکو بہت سے ہین اشغال
چھوڑ یہ کام دوسرون کے لیے | کروہ زیبا ہین جو تجھے افعال
اس سے حاصل نہین مگر اتنا | کہ ہون سارے زد اعتین پامال

چشم لطف اہل ملک پر سندرا — زندگی جن کو ہو گئی ہے وبال
تاکہ ہو جائین سب وہ گرویدہ — خلق کے تیرے اے خجستہ خصال
برسے ابر کرم جو یون تیرا — ملک سر سبز ہو تمام و کمال
غیر ملکی اگرچہ ہون بی۔اے — ان سے ہی نظم ملک مال محال
بن کے انگریز دان جو آتے ہین — ہوتے ہین دوسرون کے یہ دلال
مخبری انکا کام ہے دن رات — کچھ نہین ہے نمک کا انکو خیال
جنکے چیلے ہین بیخطر یہ اُنھین — لکھتے ہین روزمرہ سب احوال
ڈالتے ہین اُسی پہ اپنا دباؤ — کھاتے ہین جس کسی کا یہ دغال
نام کو دیکھیے تو کیا کیا کچھ — کام مین دیکھیے تو سخت اہمال
سب سے گھٹ کر عمل ہین خدمت کیش — سب سے بڑھکر زبان سے خیر سگال
سوگنی ملکیون سے لین تنخواہ — کام مین ماہ کے لگائین سال
صاف داڑھی بڑی بڑی مونچھین — بات کے ہلکے پیٹ کے اکال
ہین نکال اہل ملک پر یہ لوگ — انکو حکمت کیجے ساتھ جلد نکال
ہے ترقی ملک جو منظور — کردے عجلت سے انکا استیصال
چونکہ مین خود بھی غیر ملکی ہون — ہے وقوف انکی خصلتون کا کمال
پہلے جو کچھ گزر چکا ہے بیان — ہے وہ آئینۂ حقیقت حال
شصت (۶۰) سالہ نمک کا ہے یہ اثر — ہون جو یون راست گرم مقال
ہون یہ باغی یہان سے گر خارج — رشک مینو ہو سر بسر بھوپال
ورنہ بد نظمیون سے اپنی یہ لوگ — ملک مین ڈالدینگے اک بھونچال

غیر ملکی سے ملک غیر کا نظم | ہے مسلّم کہ ہے کمال محال
پائیگا چھان بین کرنے سے | ملک مین بھی بہت نیک اعمال
یون ملینگے یہان بھی اہل ہنر | جیسے ملتے ہین گدڑیون مین لال
جو ضرورت سے ملک وہان کے ہون | خوب اچھی طرح سے واقف حال
انتخاب انکا اہل ملک سے کر | جا مع کا ملان ہے یہ بھوپال
خیر خواہان ملک کو دے کام | ہے اگر نظم مملکت کا خیال
تیرے استات کے ہون سب افراد | عاقل و ہوشمند و اہل کمال
حق کے کہنے کا ہو مجاز جنھین | بے دھڑک کر سکین جو قیل و قال
ورنہ یہ لوگ ہین جو درباری | عرض کچھ کر سکین کہان یہ مجال
حکما کو وہ رکھتے ہین محبوب | ہین جو دنیا مین صاحب اقبال
عام فرماوے اپنی مجلس کو | تاکہ ہو منکشف تمام احوال
جب حقیقت سے ہو نہ آگاہی | عدل و انصاف سب ہے خواب و خیال
بات جو ہو بہت سمجھکر ہو | اور پھر اسمین بھی ہو استقلال
کام کرنے مین مشورہ ہے ضرور | نہ جو دل مین آئے ہو فی الحال

مجھسے حق گو ملین گے تجھکو بہت
تجھسا شنوا مجھے ملے یہ محال

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع نقاد عزیز گرامی منشی مولوی محمد شاکر حسین صاحب سلمہ نکہت تخلص صدیقی سہسوانی

تاریخ طبع کتاب

نازشِ اہلِ فن جناب وفا[1] | ہست نقشے عجب بطرزِ بہین
طرفہ تاریخ رائسین نوشت | قابلِ صادِ چشمِ معنی بین
صورتِ حال را منظم کرد | اندرش با وقائعِ پیشین
آنچہ بشنود چشمدیدہ نوشت | ہرچہ دریافت یافت بعدِ یقین
ہست تحقیقِ او تمام و کمال | لائقِ داد قابلِ تحسین
گفتہ ہایش ہمہ ز صنعتِ پاک | واقعاتش ہمہ بصدق قرین
نامہ اش این بدلربای ذوق | ہست زیبا عروسِ حجلہ نشین
من و ایمان کہ این چنین مثال | نبود در نگارخانۂ چین

گفت تاریخ طبع او نکہت
شرح حالات رائسین بہین

۱۳۴۳ ہجری

[1] افسوس کہ یہ قطعہ بہت دیر میں ملا ورنہ اس لائق تھا کہ اول مقام پر زینت بخش کتاب ہوتا ۱۲ منہ

میرے محب صادق منشی شیخ احمد حسین بن شیخ محمد فضل حسین رئیس بیدار محلہ شیخانہ قنوج
ضلع فرخ آباد غالباً سنہ ۱۳۱۲ھ میں ریاست بھوپال مالوہ آئے اور باجازت کرنیل ایچ وارڈ
وزیر ریاست وکالت درجۂ اول جملہ عدالت شروع کی چند سال کی مشاقی و محنت
سے بیحد ترقی عزت و دولت و قابلیت وغیرہ حاصل کی بالخصوص صیغہ فوجداری
میں زیادہ ناموری پیدا کرکے محسود اقران ہوئے وضعداری دوستی و راستبازی
قول و معاملات وغیرہ میں بہت پختہ نیک طینت عالی ہمت سیر چشم تھے اپنے
احباب کی معاملات رفاقت میں جان و مال .... فدا کرتے پرعالی
ہمتی و اولوالعزمی ہر وقت آمادہ و مستعد دل کے مضبوط دلیر و شجاع شکار شیر
کے دلدادہ تھے ۔ اسی وجہ سے عام حکام اور معززین خاندان شاہی اور
جماعت وکلا و احبا میں خاص طور پر سرفراز و ممتاز رہے ہر شخص ادنیٰ و اعلیٰ کو
آپ کے قول و فعل پر پورا بھروسہ و اعتماد تھا۔ حمیت دینی و ضروریات اسلامیہ میں
ہمیشہ پیشقدمی کرتے جان و مال سے شریک ہوتے جوش ایمان سے انکا دل لبریز
و مملو رہتا تھا غالباً سنہ ۱۳۳۱ھ میں بوجوہ بھوپال کو خیرباد کہکر اپنے وطن آ گئے جب میرے
لکھنؤ آنے کی خبر پاتے تو خاص بغرض ملاقات ضرور آتے تھے چنانچہ قلیل [illegible]
میں باین تقریب تو دس مرتبہ لکھنؤ میں آئے گئے میں بھی چند بار قنوج گیا آخر کار بعارضہ
دورہ متواترہ درد گردہ چند ماہ بیمار رہ کر بعمر ۶۵ سال تاریخ یکم ذیقعدہ ۔ ۵ جون سنہ ۱۹۲۴ء ۹ بجے
روز پنجشنبہ کو وفات پائی طاب اللہ مثواہ مجھکو جو صدمہ ہوا قابل بیان نہیں خدا تعالیٰ [illegible]
مغفرت کیا یا رب ہی اللہم اغفر لہ ولی و توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین آمین
تاریخ وفات کا میں نے قطعہ لکھدیا ۔ بقلم محمد عبدالباقی غفرلہ نقشبندی چشتی [illegible]

قطعہ تاریخ وفات منشی شیخ احمد حسن صاحب مرحوم زمیندار محلہ شیخانہ قنوج ضلع فرخ آباد و وکیل درجہ اوّل ریاست بھوپال

پاک دل والا نژاد احمد حسن ۔ رفت زین عالم سوئے خلد برین
بود مرد با حمیت با وفا ۔ حق گزار و حق شناس و حق گزین
از پئے سالِ وفاتش اے وفا ۔ گفت ہاتف ۔ اُدخلوہا خالدین
۱۳ ھ ۴۲

قطعہ تاریخ وفات رضیہ بیگم عمر سیزدہ سالہ مرحومہ بنت صاحبزادہ میان محمد حسین صاحب سلمہ ابن صفی الدولہ حسام الملک ابو النصر جناب نواب سید محمد علی حسن خانصاحب دام اقبالہ رئیس بھوپال ریاست مقیم لکھنؤ محلہ لال باغ

متوفی شب سہ شنبہ ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء مطابق ۲۰ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۲ ہجری
اس قطعہ ذیل میں یہ صنعت ہے کہ اول حرف ہر مصرع کے جملہ اعداد ملانے سے بھی سنہ ۱۳۴۲ھ وفات کے برآمد ہوتے ہیں

ہزار سیصد رضیہ

غم فزا ہے کیا رضیہ کی وفات ۔ شاق مجھکو صدمۂ رحلت ہوا
مصرع تاریخ ہے فکر امیر ۔ پارۂ دل داخل جنت ہوا
۱۳ ھ ۴۲

ذکر خیر حضرت خواجہ سید قطب الدین مودود چشتیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین ثانی متوفی اکیم صفر ۵۲۷ھ بعمر ۹۷ سال در چشت بن سید ناصر الدین ابو یوسف بن حضرت خواجہ سید قطب الدین ابو احمد اول مودود چشتی کہ سر خیل گروہ اولیا اللہ و قطب الاقطاب سلسلہ خاندان چشتیہ اند بن سید احمد فرشنامہ[۱] - حضرت قطب الدین اول خلیفہ خواجہ ابو اسحٰق شامی خلیفہ مجاز حضرت ممشاد دینوری - وفات حضرت قطب الدین اول در ۱۴ ربیع الثانی ۲۴۰ھ بمقام چشت[۲] گردید - و وفات حضرت دینوری ۱۴ محرم ۲۹۹ھ ہجری شد - آنجناب یعنی حضرت قطب الدین اول با عتبار سلسلہ نسبی و صلبی موخر اند و بہ بیعت بدرجہ ششم تا آنحضرت صلعم ہستند - حاشیہ از کتاب سلسلہ چشتیہ عربیہ مطبوعہ -

ذکر حضرت خواجہ سید خطیر ولی اللہ طاب ثراہ

خاندان سادات قصبہ سہسوان ضلع بدایون سے ایک بزرگ سجادہ نشین خانوادہ چشتیہ مودودی مین ایک حضرت خواجہ خطیرؒ[۱] تھے جو ۶۷۸ھ مین شہزادہ محمد خان شہید بن و ولی عہد سلطان غیاث الدین بلبن کے خاص اتالیق و معتمد امور انتظامی و ملکی رہے

---

[۱] آپ حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ کے اولاد امجاد مین ہین ۱۲ منہ۔

[۱] فرشنامہ در ترکی شب نوروز را گویند - شاید ولادت آنجناب اندران شب شدہ باشد - و نیز نام بادشاہ ترکان بود ۱۲ منہ۔

[۲] مقام چشت از ہرات جانب شمال بسمت شہر بلخ بر کوہ بلند بمسافت سہ چار منزل باشد۔ ۱۲ منہ

اور ملکی و فوجی تعلق بالخصوص آپ کی رائے صائب پر منحصر رہا۔ ملک پنجاب ولیعہد معز
کی جاگیر مین تھا وہان کا نظم و نسق عمدہ طور سے بموجب رائے زرین کیا گیا چند بار
لشکر تاتار سے جنگ و مقابلہ ہوا۔ آپ خود بھی اپنی ذات سے شریک مجادلہ و مقاتلہ
رہے زخم کفار برداشت کیے۔ آخر کار بحسن تدبیر غازی فاتح ہوئے۔ بعد چند سال
پھر جنگ ہوئی اُسوقت پچھلی شب کو مقابلہ ہوا تاتاری بعد جنگ سخت فرار ہوئے آپنے
اونکا تعقب کیا شہزادہ محمد خان بھی عقب سے مع پانسو ہمراہی کے چلا۔ راہ مین نماز
فجر مین کنارۂ دریا بجماعت مشغول تھا کچھ لوگ تاتاری جو بخوف یا بغرض کینہ وری و فریب
وہی جنگل قریب مین پوشیدہ ہو گئے تھے یکایک مرگ مفاجات کی طرح ٹوٹ پڑے۔
شہزادہ عین حالت نماز مین شہید ہوا آپ بھی بہت کچھ زخمی و خستہ ہو چکے تھے اور تاتاری
بھی سرحد ہند سے دور چلے گئے تھے واپس ہوئے اثنار راہ مین خبر شہادت شہزادہ سُنی
بیحد غم و اندوہ لاحق حال رہا اور فرط صدمہ سے آپ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا
آپ نے حکم دیا کہ وہ لشکر تاتاری زندہ جانے نہ پائے۔ چنانچہ ناکا بندی کر کے اون کو
گھیر لیا اور سب کو جو قریبًا ڈھائی تین ہزار کے تھے قتل کر دیا۔ آپ بحالت حزین بطلب
شاہی دہلی مین آئے۔ حضرت امیر خسرو بھی اس جنگ مین بطور ایک جنرل یعنی افسر اعلیٰ
کے شریک تھے۔ اونھون نے مرثیہ لکھا اور دربار مین پڑھکر حشر برپا کر دیا۔ ازان بعد
آپ کو سلطان غیاث الدین بلبن نے خلعت وزارت سے سرفراز کیا۔ آپ کو شہزادہ کیخسرو
پسر شہزادہ محمد خان ولیعہد شہید مذکور کے ساتھ بیحد ہمدردی و محبت تھی لہذا ترک وزارت
کر کے آپ اوسکے اتالیق ہوئے اور ہمیشہ شہزادہ ولیعہد شہید کو یاد کر کے با دیدۂ نم و دل
پُر غم رہتے۔ انجام کار کیخسرو شہزادہ کو ہمراہ لیکر روانہ صوبۂ پنجاب شدید جاگیر ہوسے

اور ملتان میں مستقل قیام کیا۔ سرحد کو مضبوط و محفوظ کرکے سرسبزی ملک و خوشحالی رعایا کی طرف توجہ فرمائی۔ کاروبار بترقی روز افزون جاری ہوئے۔ آمد و رفت تجار بلا اندیشہ نقصان ہونے لگی۔ ہر اک حاکم راستہ کو ذمہ دار سوداگران و مسافران کا کردیا اور اپنی حُسن تدبیر سے کیخسرو کو باظہار فہم و فراست ولیعہدی پر باضابطہ منظور کراکر مشتہر کرادیا جابجا فرامین شاہی جاری ہوگئے۔ کیونکہ چھوٹے شہزادہ تغاخان یا طغراخان اور اوسکے فرزند معز الدین کیقباد میں قابلیت سلطنت کچھ نہ تھی۔ چونکہ سلطان غیاث الدین کو فرزند اکبر ولیعہد شہید کا بے انتہا صدمہ تھا اور جب سے طیش و تنعم شاہی یکدم ترک کردیا روز بروز تحلیل بدن ہوتا رہا۔ ضعف و کمزوری غالب آچکی تھی چند روز کی معمولی بیماری میں یکایک انتقال ہوا۔ اوس وقت کاروبار شاہی میں نظام الدین وکیل السلطنت زیادہ حاوی تھا اوسنے بخیال خود غرضی خورد سال شہزادہ معز الدین بن تغاخان فرزند اصغر غیاث الدین کو تخت نشین[1] کردیا اور خود تمام نظم و نسق ملکی مالی و فوجی اپنے قبضہ میں کرلیئے۔ چونکہ شہزادہ کیخسرو کی تدبیر و فراست اور اوسکے اتالیق حضرت خواجہ خطیر رح کی دور اندیشی و ہمہ دانی سے ہمیشہ خائف و اندیشہ مند تھا اور اونکی موجودگی میں اپنی مداخلت سلطنت کا یقین کامل نہ تھا لہذا بعیاری اونکی ہلاکت کے درپے ہوگیا باوجودیکہ شہزادہ کیخسرو نے بلاکسی عذر و حیلہ کے بادشاہ غاصب کی فرمان برداری بخوشی منظور کرکے تعمیل احکام شاہی میں ہر وقت آمادہ رہا۔ لیکن نظام الدین ناخدا ترس نے بادشاہ کم عقل و ناتجربہ کار سے کہا کہ جب تک کیخسرو زندہ ہے آپ کی سلطنت قابل اعتبار نہیں۔ عام رعایا و امرا اوسکے گرویدہ و خواہاں ہیں۔ چنانچہ فرمان جاری ہوا کہ ہم

[1] تاریخ تخت نشینی غیاث الدین سنہ ۶۶۴ھ۔ تاریخ فوتی ۶۸۵ھ جملہ عہد حکومت بائیس ۲۲ سال ۱۲ ماہ۔

آپ کی ملاقات و دیدار لقا کے بہت مشتاق ہین آپ فوری مجرد و تنہا حاضر ہون جب یہ فرمان ملتان پہونچا حضرت خواجہ نے شہزادہ سے کہا کہ در تحریر شاہی بوئے خون می آید شہزادہ نے کہا کہ مین نے بجز اطاعت و فرمان بری کوئی کام نہین کیا تو عداوت و ہلاکت کی کوئی وجہ نہین اور قضا ر مبرم مقدر ہوچکی ہے تو چارہ کار کچھ نہین۔ چنانچہ ملتان سے چار پانچ منزل راہ طے کی تھی کہ فوج شاہی آگئی اور بلاوجہ شہزادہ مرحوم کو قتل کردیا۔ چنانچہ کئی سو آدمی ہمراہی بھی شہید ہوئے اور حضرت خواجہ بمقابلہ مخالفان سخت زخمی ہوکر زین سے زمین پر گرے اور گرفتار ہوئے۔ بعدہٗ آپ سے کہا گیا کہ آپ کے داخلہ دہلی کی ممانعت ہے۔ پھر ۶۸۸ھ مین سلطان جلال الدین خلجی نے آپ کو باحترام تمام بلاکر منصب وزارت پر ممتاز فرمایا۔ ہرچند کہ آپ نے بہت کچھ عذر عزلت نشینی کیئے مگر یہ کہکر مجبور کیا ؎

عبادت بہ از خدمت خلق نیست

زان بعد جب سلطان علاء الدین سکندر ثانی خلجی نے ۶۹۵ھ کو بہ تجدید خلعت و اضافہ منصب و جاگیر بدستور منصب وزارت پر مامور رکھا اور امور انتظام ملکی و مالی منکل الوجوہ اونکے سپرد کر کے خود انتظام فوج و فتوحات ممالک مین تا حیات مصروف رہا۔

حضرت خواجہ صاحب کی بنسبت تاریخ فرشتہ مین یہ عبارت درج ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ خطیر رح کہ بہ نیکی ذات و پسندیدگی صفات و انتظام ملکی و نظام فوجی وغیرہ استہار بکمال داشت بعدہٗ بعہدہٗ وزارت ممتاز گردانید و امور مہمات و قوام سلطنت برائے صوابدید او شان گذاشت۔

دو قطعات تاریخی از مصنف تاریخ رائین بر پند نامہ منظوم مؤلفہ

مفتی محمد نعمت اللہ صاحب صدیقی جاگیردار ریاست بھوپال

زہے نعمت اللہ مفتی لقب | در اخلاق زیبا نوشتہ کتاب
چہ مدحت سرایم باوصاف او | کہ ہر نقطہ اش آمدہ آفتاب
چو گلدستہ آمد ز صحن چمن | چنان کز ختا آمدہ مشک ناب
ہمہ لفظ و معنے ز قرآن رسید | بچرخ ہدی تافت چون ماہتاب
ہر آن کس کہ غواص این بحر شد | بیاورد ز اخلاق دُر خوش آب
چو خواہی در اخلاق سبقت بری | ببر تحفہ زین رہنمائے صواب
تو گوئی کہ عطار و سعدی بہم | بگفتند با خود زہے انتخاب
کہ پیدا و ہم پند نامہ خوش است | ولے این برآورد لُبّ لباب
درین دور گر بودے این کبین | شدے زین فوائد بسے فیضیاب
پذیرند اہل جہان پند او | خدایا دعایم بکن مستجاب
بکش جرعہ از جام این میکدہ | بجوش آمدہ زین کہن بادہ ناب
خدایا تو این مرد فرخندہ پے | کہ بکشاد ز اخلاق ہر گونہ باب
ز اخلاق شائستہ نقشے کشید | کز و یافتہ خلق راہ صواب
مر او را با من و ہدایت بدار | بود این ہمہ سعیؔ او کامیاب
مر انیز با احمد مصطفےٰ | سبکبار کن از وبال حساب

سرِ خود بزانو نہادم بفکر | بسالِ ہمایون جمع کتاب
زبانِ قلم از سرِ جستجو | نوشتہ - چہ زیبا و فرخ کتاب
۳ | ۱۳۴۰ھ

ولہ دیگر

زبعدش بخاطر ہمی ریختند | کہ گویم دگر مصرعۂ مستطاب
سزاوار تحسین بود فکر تو | مگر نعمت اللہ عالی جناب
کہ در علم اخلاق بنوشتہ | چنین دلنشین نامۂ انتخاب
نباشد بعید از حقیقت اگر | بخوانم ترا خضرِ راہِ صواب
زگلہائے مضمون این سفرِ نغز | شدہ مغز دانش پُر از مشکناب
بود حرف حرفش برِ اہلِ ذوق | مفید زن و مرد وہم شیخ و شاب
بیزدان کہ شرحِ کمالات تست | فزون تر ز تخمین و حصر و حساب
بحسنِ عمل ہم بہ تہذیبِ نفس | نکو آنکہ گیرد سبق زین کتاب

وفا گفت سالش بہ فکرِ جمیل
کتابیست دلکش ہمہ لاجواب
۱۳ ھ ۴۰

قدسی

در تحقیقات مقام چشت

چشت[1] قصبہ ایست پُر فضا و روح افزا بر فراز قلۂ کوہ کہ از ہرات جانب شمال کم و بیش چہار منزل فاصلہ دارد۔ و جانب مغرب چشت بلدۂ بلخ واقع ست و ہر چہار جانب چشت شہر یاران و سرداران قوم ترک و ازبک حکومت مستقلہ داشتہ خدمت خدام و زائران آنجا انجام دادہ سعادت دارین می انگارند و عزاہائے شرعیہ بر کار می کنند و نزد مزار سر خیل چشتیان حضرت خواجہ قطب الدین اول رح درختے ست بسیار تناور کہ در ہر سال ہفت مرتبہ بار و ثمر فندق می آرد۔ زائرین اثمارش تبرکاً باوطان خود می برند و میخورند و در گلوئے و بازوئے اطفال و بیماران می آویزند۔ مشہور ست کہ حضرت خواجہ روزے عصائے خود را بعد وضو بر زمین تر فرو کردہ بدست خود استوار فرمودند بحکم الٰہی فی الحال سبز شدہ شاخ و برگ و ثمر فندق برآورد۔ و بر آن کوہ پُر شکوہ قریب مزار دو مجرائی آب شیرین بے پیمانہ وسیع برآمدہ یکے بسیار سرد و دیگرے گرم کہ بخور و نوش و غسل و وضو زائرین بکار می آید۔ و بر آن کوہ قریب مزار درۂ غار ست۔ اندرون آن غار از زن و مرد پنجاہ کس اند۔ کسے خفتہ و کسی نشستہ می نماید و لباس عربی در بر دارند۔ چون بعض بزرگان نزدیک شان رسیدند۔ ہمہ را بے جان یافتند۔ و نزد او شان پنج سکۂ نقرہ باسم خالد بن ولید رض و یک کارد فولادی یافتند۔ ہمہ ہمراہیان بعرق حیرت افتادند۔ یکے از بزرگان موجودی ہمہ اشیا گرفتہ تبرکاً ہمراہ آوردند و دروازۂ غار را استوار

---

[1] چشت نام کا ایک اور قصبہ درمیان راستہ ملتان و شہر میرٹھ یا درمیان لاہور و میرٹھ ہندوستان میں تھا مگر یہ جدا ہے۔ ۱۲۔ از حاشیہ شجرۂ چشتیہ مطبوعہ۔ مترجم۔

بہ سنگ تعمیر ساختند۔ این روایت حضرت عبدالستار شاہ ولی ناقل بود۔ آن کارد و فولادی تیمناً ہمراہ خود داشت۔ در عہد شاہ زمان دُرّانی آورد۔ قیاس نمودند کہ این جماعت غالباً از سادات باشد کہ از ترس مظالم بنی اُمیہ یا بنی عباس فرار نمودہ برین کوہ آرمیدند و مرگ کردہ آسودند۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

نقل از کتاب قلمی مولفہ حضرت خواجہ سید امام الدین[۹۱] حسینی حسنی چشتی مودودی تالیف سنہ ۱۲۱۱ھ بحکم شاہ زمان بادشاہ دُرّانی بوقت دورۂ لاہور و پشاور پنجاب برداشتہ شد۔

مجھکو یہ کتاب قلمی ذریعہ مکرمی خواجہ سید رشید الدین[۹۲] مودودی سلمہ لکھنو میں دستیاب ہوئی۔ تاریخ تحریر نقل سنہ ۱۳۳۹ ہجری سنہ ۱۹۲۱ عیسوی۔

(قاضی عبدالباقی عفرلہ سہسوانی)
(مودودی چشتی)

بالخیر

سنہ ۹۱ آپ مودودی چشتی اولیائے کرام وعلمائے عظام عصر تھے۔ میرے مکرم خواجہ سید رشید الدین صاحب کے اجداد امجاد سے تھے۔ اور دربار شاہی میں بہت معزز رہے ہے۔ ۱۲۔ منہ

سنہ ۹۲ آپ جناب صمصام الملک صفی الدولہ نواب سید محمد علی حسن خان صاحب بہادر کے برادر نسبتی اور میرے مکرم خاص خاندان مودودیہ سے ہیں سلمہ ربہٗ۔ ۱۲۔ منہ